آفاق میں پھیلے گی، کب تک، نہ مہک تیری
گھر گھر لیے پھرتی ہے، پیغام، صبا، تیرا

ترتیب و تالیف

یٰسٓ اختر مصباحی

طابع و ناشر

دار القلم، قادری مسجد روڈ، ذاکر نگر

جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵۔ فون:011-26986872

ای میل:misbahi786.mk@gmail.com

نامِ کتاب	**امام احمد رضا، اربابِ علم ودانش کی نظر میں**	
مؤلِّفِ کتاب	یٰسٓ اختر مصباحی	
طبعِ اول	۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء	المجمع الاسلامی، مبارکپور
طبعِ دوم	۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء	اَلمجدِّد، احمد رضا اکیڈمی، کراچی
طبعِ سوم	۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء	مکتبہ الحبیب، الٰہ آباد
طبعِ چہارم (گجراتی) حصہ اول	۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء	انجمن رضائے مصطفیٰ، گجرات
// // (گجراتی) حصہ دوم	۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء	انجمن رضائے مصطفیٰ، گجرات
طبعِ پنجم	۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء	رضوی کتاب گھر، دہلی
طبعِ ششم	۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء	رضوی کتاب گھر، دہلی
طبعِ ہفتم	// //	رضا اکیڈمی، ممبئی
طبعِ ہشتم	۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء	رضوی کتاب گھر، دہلی
طبعِ نہم	۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء	// // //
طبعِ دہُم	۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء	دارالقلم، نئی دہلی
طبعِ یازدہُم	۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۷ء	// // //
طبعِ دَوازدہُم	۱۴۴۰ھ/ ۲۰۱۸ء	// // //
صفحات	دوسو چالیس (240)	
قیمت	دوسو روپے (-/200)	

تقسیم کار، اور ملنے کا پتہ

رضوی کتاب گھر، ۴۲۳۔ اردو مارکیٹ

مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔ فون نمبر: 011-23264524

ای میل: kanzuliman@yahoo.co.in

☆ امامُ المحدِّثین، حضرت شیخ عبدالحق، محدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء)

☆ بحر العلوم، علاّمہ عبدالعلی محمد، فرنگی محلی لکھنوی (وصال ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء)

☆ سراجُ الھند، شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء)

☆ امامُ الحکمۃِ و الکلام، علاّمہ فضلِ حق، خیرآبادی (وصال ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء)

☆ سَیفُ اللّٰہِ المسلُول، علاّمہ فضلِ رسول، بدایونی (وصال ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء)

☆ خاتم الاکابر، سیدشاہ، آلِ رسول، احمدی، برکاتی، مارہروی (وصال ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء)

☆ اویسِ زمان، مولانا شاہ، فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی (وصال ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء)

☆ تاجُ الفحول، مولانا عبدالقادر، عثمانی، بدایونی (وصال ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء)

رِضوَانُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیہِم اَجمَعِین

جن کی وراثتِ دینی وفضیلتِ علمی و اِتّباعِ سنَّتِ نبوی و فیضانِ عشقِ محمدی وطہارت و اِستقامتِ قلبی و جرأتِ حق گوئی و بے باکی کے پَرتَو اوراپنے عہدوعصرمیں عکسِ جمیل تھے:

عاشقِ رسول، فقیہِ اِسلام، امام احمدرضا، قادری، برکاتی، بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء)

رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیہ

یٰسٓ اختر مصباحی

تہدیہ

اُس کی خدمت میں

جس کی

نِگہ، بلند — زبان، ہوشمند — اور دل، درمند — تھا۔

جس نے

ایک بے آب وگیاہ صحرا کو، دین ودانش کا لہلہاتا ہوا گلزار بنادیا۔

جس میں

"**الجامعة الاشرفیه**" کی شکل میں شعور وآگہی، فکر ونظر اور فضل وکمال کا ایک شہرِ ستان، آباد ہے۔

جس کے عُلما وفضلائے کرام

کشورِ ہند کے چپے چپے پر، ابرِ کرم بن کر علم وحکمت کے نور برسا رہے ہیں۔

جسے دنیا

جلالۃُ العلم، حافظِ مِلّت، **مولانا شاہ عبدالعزیز، محدِّث** مبارکپوری قُدِّسَ سِرُّہٗ (متوفی ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) کے نام سے، یاد کرتی ہے۔

فنا کے بعد بھی، باقی ہے شانِ رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں، اے امیرِ کارواں! تجھ پر

یٰسٓ اختر مصباحی

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

کلمۂ آغاز

فقیہِ اسلام، امامِ اہلِ سنّت، مولانا الشّاہ، محمد احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی قُدِّسَ سِرُّہٗ
(متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی جلیل القدر دینی و علمی خدمات اپنے پورے عہد پر چھائی ہوئی ہیں۔
جنھوں نے، تائید و حمایتِ حق و اِبطال و اِستیصالِ باطل کے لئے
ایسے عظیم الشان کارنامے، انجام دیے ہیں کہ:
تاریخ کا سینہ، دن بہ دن، ان کے انوار سے درخشاں اور تابناک ہوتا جارہا ہے۔
امام احمد رضا نے جو کچھ کیا، محض رضائے الٰہی کی خاطر۔
نہ شہرت و عزت کی خواہش اور نہ صلہ و ستائش کی کوئی ہوس۔
قلم کی نوک سے آپ نے علم و فضل اور عشق و عرفان کی ایسی موسلا دھار بارش برسائی کہ
کشورِ ہند سے مختلف اَقصائے عالَم تک کی سرزمین، جَل تھل ہوگئی۔
اور آپ کے لئے ہر دل، شکر گذار ہوا، اور ہر زبان، مدح خواں بن گئی۔
تقدیسِ رسالت کی جو تحریک آپ نے طوفانوں کی زد پر اُٹھائی تھی
مخالفتوں کی پیہم یلغار میں بھی، وہ بڑھتی اور پھلتی پُھولتی رہی۔
عشقِ رسالت کی سرفرازی کا، یہ کتنا عظیم نمونہ ہے کہ:
ہندو پاک کے در و دیوار اور گلی کوچے بھی، یک زبان ہوکر، زمزمہ خواں بن گئے ہیں:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

دلوں کی دنیا، فیضانِ عشق سے آباد ہوئی اور مسلم آبادیوں میں اس کی برکتیں پھیل گئیں۔
عظمتِ رسول عَلَیۡہِ التَّحِیَّۃُ وَالثَّنَا کے خزانۂ عامرہ کی حفاظت و صیانت کا فیض
اور جمالِ مصطفیٰ عَلیٰ صاحِبِہٖ اَفضلُ الصَّلواتِ وَ اَکرمُ التَّسلیمات کی
جلوہ گری کے سوا، اسے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ:
عاشقِ رسول، امامِ اہلِ سنّت، مولانا محمد احمد رضا، حنفی، قادری، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کا

اسمِ گرامی، اب اہلِ سنّت کا سکونِ قلب اور راحتِ جاں بن چکا ہے۔
اور صبح و شام، ان کی زبانیں، اس عاشقِ رسول کے ذکر سے شاد کام ہو رہی ہیں۔
بڑی خوشی کی بات ہے کہ اِدھر چند برسوں سے بعض مخلص اہلِ قلم نے
حضرت امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے علم و فضل
اور آپ کے کارناموں کو اُجاگر کرنے کی، علمی و تحقیقی پیرایہ میں کامیاب کوشش کی ہے۔
اور علمی حلقوں میں ان کی تحریروں کا وزن، محسوس کیا جانے لگا ہے۔
تعصب و تنگ نظری کے دبیز پردے، چاک ہو رہے ہیں۔ عشق کی تڑپ، رنگ لا رہی ہے۔
اور محبت کی جہاں بانی کے ایک نئے دَور کا آغاز ہو رہا ہے:

آفاق میں پھیلے گی، کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لیے پھرتی ہے، پیغام صبا تیرا

وقت کا شدید مطالبہ ہے کہ امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی غیر مطبوعہ کُتب و رسائل کو جلد از جلد، منظرِ عام پر لایا جائے اور یہ کام، اَصلاً و اصولاً، صرف ہندوستان کے عُلماے اہلِ سنّت کے کرنے کا ہے۔ طفل تسلیوں اور زبانی گرمیِ محفل کا، دَور، ختم ہو چکا ہے۔
کام اور صرف کام کا وقت ہے، ورنہ آنے والی نسل، ہمیں، ہرگز، معاف نہیں کر سکتی۔
غفلت و سستی اور خود غرضی و خود پرستی کے اندھیروں سے نکل کر
اب، ہماری جماعتی زندگی کا مطالبہ اور شدید تقاضا ہے کہ:
حکیمانہ دعوت و اصلاح اور اخلاص و ایثار کا فانوس، روشن کیا جائے۔
اور ایسے پاکیزہ حقائق، پیش کیے جائیں، جو نئی نسل کو متأثر اور اپنی جانب، متوجہ کر سکیں۔
ان علمی جواہر پاروں کو، اردو کے علاوہ، عربی، فارسی، ترکی، پشتو، سواحلی، فرانسیسی ڈچ، انگریزی، ہندی، بنگلہ اور دنیا کی مشہور زبانوں میں بھی منتقل کیا جائے۔
تا کہ اب تک، جنھوں نے نہ جانا، وہ جان لیں۔ جنھوں نے نہ سُنا، وہ سُن لیں۔
جنھوں نے نہ دیکھا، وہ دیکھ لیں۔ اور جنھوں نے سمجھ کر بھی حقیقت کا انکار کیا
وہ، حق و صداقت کی غیر مَرئی قوت کے سامنے، گھٹنے ٹیک دیں۔
امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی کے عشق و عرفان اور فضل و کمال کی شہادت برصغیر ہند و پاک کا چپہ چپہ دے رہا ہے۔
جس کے کچھ نمونے، آپ، زیرِ نظر کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

سیکڑوں مشاہیر عُلماے عرب وعجم کے خیالات وتأثرات کے بکھرے دانوں کو، ایک لڑی میں پرو کر، ایک وقیع اور جان دار تعارف کے ساتھ، ہم آپ کے ذوقِ نظارہ کو، دعوتِ عام دے رہے ہیں، جس سے یقیناً، آپ کی عقل وفکر کو روشنی اور قلب وروح کو، بالیدگی وتوانائی، حاصل ہوگی۔

زیرِ نظر کتاب کو، جو مقبولیت، حاصل ہوئی، وہ، خدا کا فضلِ عظیم ہے۔

جس پر، تشکر واِمتنان کی گردن، سجدہ ریز ہے۔

اپنے مخلص معاونین، مولانا محمد عبد المبین، نعمانی، قادری، مصباحی (مبارک پور)

اور مولانا محمد منشا، تابش، قصوری (لاہور) کا، تہِ دل سے شکر گزار ہوں۔

جنھوں نے، جمع وترتیب کے سلسلے میں میری معاونت کی۔

ربِّ کریم، ہم سب کو، اِخلاص کی دولت اور دینِ متین کی خدمت کی توفیق، عطا فرمائے۔

آمین! بِجَاہِ سَیِّدِالْمُرْسَلِیْن عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ افْضَلُ الصَّلوٰۃ وَالتَّسْلِیْم۔

(طبعِ ثانی وثالث کے قدیم کلمۂ آغاز کی تلخیص)

محمد یٰسٓ اخترؔ الاعظمی المصباحی

دوشنبہ، ۱۹؍رجب المرجب ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۶؍جون ۱۹۷۸ء۔

خالص پور، ادری، ضلع اعظم گڑھ۔ اتر پردیش

○○○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

بِفَضْلِہٖ تَعَالیٰ، زیرِ نظر کتاب **"امام احمد رضا، اربابِ علم ودانش کی نظر میں"**

ہندو پاک کے دینی وعلمی حلقوں میں کافی مقبول ہوئی۔

اور اب تک اس کے ایک درجن، یا۔ اس سے زائد، ایڈیشن، نکل چکے ہیں۔

مزید نظرِ ثانی اور کمپوزنگ کے ساتھ، اس کا تازہ نسخہ، آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اِس کتاب کو پڑھ کر قاری کے ذہن میں امام احمد رضا، بریلوی کے حالات وخدمات کا ایک پُرکشش اور دل نشیں نقش اُبھرتا ہے اور اس کے اندر، مزید علم ومطالعۂ رضویات کی ایک خواہش اور جستجو پیدا ہو جاتی ہے، جو، اِس کتاب کا اصل فائدہ اور اس کا بنیادی مقصد ہے۔

امام احمد رضا کے اَحوال اور بنیادی افکار وخیالات سے واقف ہونے کے ساتھ

اس کتاب کا قاری، کچھ دیر کے لئے تخیُّلاتی وتصوراتی طور پر
اُس محفلِ ذکر وفکر ومجلسِ علم وحکمت و بزمِ فضل وکمال میں اپنے آپ کو، موجود پاتا ہے
جس کے بارے میں حضرت مولانا ظفرالدین، قادری، رضوی، عظیم آبادی (وصال ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء)
تلمیذ وخلیفۂ امام احمد رضا، تحریر فرماتے ہیں کہ:

اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا) کی مجالس میں، عموماً، چار باتیں ہوا کرتی تھیں:

اول:— قرآن مجید، یا۔ حدیث شریف کا ترجمہ اور اس کے متعلق، علمی باتیں۔

دوم:— مسائلِ فقہیہ جُزئیہ کا بیان۔

سوم:— بزرگانِ دین کے حالات وواقعات وکرامات کا ذکر۔

چہارم:— بدمذہبوں کا، رَدوتردید۔

(ص ۵۵۰۔ **حیاتِ اعلیٰ حضرت**، مکمل مطبوعہ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ۔ لاہور ۲۰۰۳ء)

بِحَمْدِہٖ تَعَالیٰ آج، لکھنے پڑھنے کا شعور، نسبتاً، کچھ زیادہ، بیدار ہے۔
اور اسلامیات وفقہیات کے بعد، اصحابِ علم وقلم کے درمیان
رضویات کا دائرہ، کافی وسیع ہو چکا ہے۔
دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں ریسرچ کرنے والوں کی تعداد، بڑھتی جا رہی ہے۔
بغدادِ مقدس میں ڈاکٹر محمد مجید السَّعید، ڈاکٹر، السَّیّد عبدالرحمٰن، العُبید ی، ڈاکٹر عماد عبدالسلام رؤف
قاہرہ میں ڈاکٹر، حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ، ڈاکٹر حسین مجیب مصری، ڈاکٹر محمد عبدالمنعم
خفاجی، ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس وغیرہ نے، اس باب میں اپنی دلچسپی و پیش قدمی سے
عالَمِ عرب کو، خاصی حد تک، رضویات کی طرف، متوجہ کر لیا ہے۔
امریکہ میں ڈاکٹر، مسز، اوشا سانیال بھی، اس موضوع پر مسلسل لکھ رہی ہیں۔
ڈاکٹر حازم محفوظ نے اتنا مواد، عربی زبان میں پیش کر دیا ہے کہ
"اَلْمُتَخَصِّص فِی الدِّرَاسَاتِ الرَّضْوِیه" کہے جانے کے، وہ، بجا طور پر مستحق ہو چکے ہیں۔
اور اس لحاظ سے انھیں، قاہرہ کا، "پروفیسر محمد مسعود احمد" کہا جانا چاہیے۔
ہندو پاک کے کئی معروف ومقتدر اصحابِ علم وفضل اور مشہور ادارے
مدتوں سے رضویات کی تحقیق وریسرچ اور پیغامِ رضا کے فروغ واشاعت میں منہمک ہیں۔
خدا کا شکر ہے کہ ان سب کی مشترکہ کدوکاوش سے

امام احمد رضا کے فضل وکمال کا پرچم، شرق وغرب میں لہرانے لگا ہے۔
آپ کے پیغامِ عشق وعرفان کی گونج، بحر وبر میں سنائی دے رہی ہے۔ اور خدماتِ رضویہ کے اعتراف میں ہزاروں لاکھوں اصحابِ محبت وعقیدت، رَطبُ اللّسان ہو چکے ہیں۔
یہ درحقیقت، صدقہ ہے، اِس کا کہ آپ نے محبوبِ کردگار ﷺ کی رفعتوں اور عظمتوں کے صبح وشام، ترانے گائے، اور جلوہ ہے، اِس کا کہ

مَــا اِنْ مَـدَحْـتُ مُـحَـمَّـداً بِمَقَــالَتِی
لٰـکِـنْ مَـدَحْـتُ مَـقَــالَتِـی بِـمُحَمَّدٍ

☆☆☆☆

وَ رَفَــعْـنَــالَكَ ذِكْـرَك کا ہے سایہ تجھ پر — بول بالا ہے ترا، ذکر ہے اونچا تیرا
فرش والے، تیری شوکت کا عُلُو کیا جانیں — خسروا! عرش پہ اُڑتا ہے، پھریرا تیرا

❍❍❍

وَ صَــلّٰی اللّٰہُ عَــلٰی نُـورٍ کزوشد نورہا پیدا
زمیں از حُبِّ اوساکن، فلک درعشقِ او شید

❍❍❍

بمصطفیٰ برساں، خویش را کہ دیں ہمہ اوست
وگر، باو نہ رسیدی، تمام بولہبی ست

یٰسٓ اختر مصباحی
بانی وصدر دارالقلم، ذاکرنگر، نئ دہلی
فون: 011-26986872
موبائل: 09350902937

جمعۃ المبارکہ
۲۳ر صفر المظفر ۱۴۲۷ھ
۲۴ر مارچ ۲۰۰۶ء

تعارف

ولادت

امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی کی ولادت

ظہر کے وقت، بروز شنبہ، بتاریخ ۱۰/شوال ۱۲۷۲ھ ۔مطابق ۱۴/ جون ۱۸۵۶ء ۔

بریلی (روہیل کھنڈ ۔انڈیا) میں ہوئی ۔

پیدائشی نام "**محمد**" اور تاریخی نام "**اَلمختار**" ہے (۱۲۷۲ھ)

آپ کے جَدّ امجد، مولانا مفتی رضا علی، بریلوی (متوفی ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء) نے

آپ کا نام، **احمد رضا** رکھا۔ ولادت کا سنہ، ہجری (۱۲۷۲ھ) اِس آیتِ کریمہ سے نکلتا ہے:

اُولٰئِكَ كَتَبَ فِى قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔ (سورۂ مجادلہ: آیت:۲۲)

شجرۂ نسب، یہ ہے: مولانا احمد رضا بن مولانا محمد نقی علی بن مولانا رضا علی بن مولانا کاظم علی

بن مولانا شاہ محمد اعظم بن محمد سعادت یار خاں بن سعید اللہ خاں، **رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى**۔

اس خانوادۂ رضویہ کا نَسبی تعلق، افغانستان کے ایک قبیلہ، بڑھیچ، روہیلہ (قندھار) سے ہے۔

والد ماجد

امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی کے والد ماجد، رئیس المتکلمین، مولانا نقی علی

بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ، جمادیٰ الآخرہ، یا رجب ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء میں پیدا ہوئے۔

تعلیم، اپنے والد ماجد، مولانا، رضا علی، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہ (متوفی ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء) سے

حاصل کی۔ دِقَّتِ نظر اور اِصابتِ فکر میں یگانۂ روزگار تھے۔ بے پناہ فہم وفراست کے مالک تھے۔

بلندیِ اقبال، عُلُوِ ہمت، عزت وسرفرازی، سخاوت وشجاعت، علم وفضل

نیز، دیگر فضائل اور خصائلِ حمیدہ کے جامع تھے۔

تحریرات وفتاویٰ میں ''اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّة فِی الْفَتَاوٰی الرَّضَوِیَّة ''معروف بہ فتاویٰ رضویہ کے علاوہ ــــــ اَلْکَلَامُ الْاَوْضَحُ فِی تَفْسِیْرِ سُوْرَۂ اَلَمْ نَشْرَحْ ــــ-----ــــ سُرُوْرُ الْقُلُوب فِی ذِکْرِ الْمَحْبُوب ــــــ وَسِیْلَةُ النَّجَاة ــــــ جَوَاهِرُالبَیَان فِی اَسْرَارِالْاَرْکَان ــــــ اُصُوْلُ الرَّشَاد لِقَمْعِ مَبَانِی الْفَسَاد ــ ــ هِدَایَةُ الْبَرِیَّة اِلیٰ الشَّرِیعَةِ الْاَحْمَدِیَّه ــــ اِذَاقَةُ الْاَثَام لِمَانِعِی الْمَولِدِ وَالْقِیَام ــــــ تَزْکِیَةُ الْاِیْقَان ــــ فَضْلُ الْعِلْمِ وَالْعُلَمَاءِ ــــ اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لآدابِ الدُّعَاء ــــــ ودیگر کتب ورسائل، مشہور ہیں۔

پنجم جمادیٰ الآخرہ ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں خاتم الاکابر، حضرت سید شاہ، آلِ رسول، احمدی قادری، برکاتی، مارہروی، تاجدارِ مارہرہ مطہّرہ، رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے بیعت وارادت کے ساتھ ہی خلافت واجازتِ جمیع سلاسل، نیز، سندِ حدیث سے آپ کو مشرَّف فرمایا۔

۲۶ رشوال ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں، ضعف اور شدتِ علالت کے باوجود سفرِ حج وزیارت سے مشرَّف ہوئے۔

اور حضرت سید، احمد زَینی، دَحلان، شافعی، شیخ الحرم، وغیرہ، عُلماے مکہ مکرَّمہ سے مکرَّر سندِ حدیث، حاصل کی۔

بوقتِ ظہر، بروز پنج شنبہ، ذی القعدہ ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء بعمر ۵۱ برس، پانچ مہینہ، اِس جہانِ فانی کو، خیر باد کہا۔

جَدِّ امجد

امام احمد رضا، بریلوی کے، جَدِّ اَمجد، مولانا مفتی، رضا علی، بریلوی کے بارے میں مولانا رحمٰن علی، مؤلِّفِ ''تذکرۂ عُلماے ہند'' (متوفی ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) رقم طراز ہیں:

''مولانا رضا علی خاں، بریلوی بن محمد کاظم علی خاں بن محمد اعظم بن محمد سعادت یار خاں بریلی (روہیل کھنڈ) کے مشہور عالم اور بڑھیچ پٹھان سے تھے۔ ان کے بزرگ، سلاطین کے یہاں، شش ہزاری، وغیرہ مناصبِ جلیلہ پر، فائز تھے۔

مولانا رضا علی خاں صاحب ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئے
اور مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم سے ٹونک میں علومِ درسیہ کی تحصیل کی۔
اور، تئیس (۲۳) سال کی عمر میں، علومِ مروّجہ سے فراغت، حاصل کی۔
اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے۔ خصوصاً، علمِ فقہ میں بڑی مہارت
حاصل کی۔ ان کا وعظ، تاثیر میں مشہور ہے۔
مختصر، یہ کہ سلام و کلام میں ابتدا کرتے تھے۔
زُہد، قناعت، حلم، تواضع اور تجرید، ان کی خصوصیات تھیں۔
۲/جمادیٰ الاولیٰ ۱۲۸۲ھ/۶۶۔۱۸۶۵ء میں انتقال ہوا۔
بھڑ یچ، پٹھانوں کا ایک قبیلہ ہے۔ جس کو، روہیلہ بھی کہتے ہیں۔
(**"تذکرۂ علمائے ہند"** (فارسی) از مولانا رحمٰن علی۔ اردو ترجمہ از پروفیسر محمد ایوب
قادری۔ مطبوعہ پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی، کراچی۔ طبعِ اول ۱۹۶۱ء)

عہدِ طفولیت و ابتدائی تعلیم

بالائے سَرش، زِ ہوش مندی
می تافت، ستارۂ بلندی

عالَمِ طفولیت ہی سے امام احمد رضا، بریلوی کی پیشانی پر
سعادت وارجمندی کے آثار، ہُویدا تھے اور حقیقت بیں نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ:
یہ ہونہار بچہ، ایک روز، علم و فضل میں یگانہ اور شہرۂ آفاق شخصیت کا حامل ہوگا۔
آپ کے بچپن کا واقعہ ہے کہ ایک عارف باللہ سے آپ کی ملاقات ہوئی۔
انھوں نے، آپ کو، سر سے پاؤں تک دیکھا اور دیکھتے ہی رہے۔
بڑی دیر تک دیکھنے کے بعد فرمایا کہ:
رضا علی خاں کے کون ہو؟ آپ نے فرمایا کہ: میں، ان کا پوتا ہوں۔
یہ سُن کر، انھوں نے، ارشاد فرمایا **"جبھی"** اور یہ کہہ کر، فوراً، وہاں سے تشریف لے گئے۔
اسلامی شعائر و آداب کی حفاظت و پاسبانی کی جو روایتیں آپ کی تاریخ سے وابستہ ہیں
ان کی ابتدا، بچپن ہی سے ہو چکی تھی۔ ایک بار، ایک بچے نے، اپنے استاد کو سلام کیا۔

انھوں نے وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ کہنے کی بجائے، جواب میں کہا: **جیتے رہو۔**

امام احمد رضا، یہ جواب سن کر بول اُٹھے:

یہ سلام کا جواب تو نہ ہوا۔ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامْ کہنا چاہیے تھا۔

مولوی صاحب، اس سے بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

خداداد ذہانت و ذکاوت کے آثار، بچپن ہی میں نمایاں تھے۔ ایسے کئی ایک واقعات پیش آئے کہ آپ کی بے پناہ ذہانت وفطانت دیکھ کر، بڑے بڑے لوگ، حیرت زدہ رہ گئے۔

آپ کی صداقت وراست گفتاری، نیک نفسی و پاک بازی، شرافتِ نفس اور اعلیٰ ظرفی کے، سبھی افرادِ خانہ اور اہلِ تعلق، معترف اور مَدّاح تھے۔

بڑوں کا ادب، اساتذہ وعُلما ومشائخِ کرام کا احترام، ان کے ساتھ، حُسنِ عقیدت اور اس طرح کی بہت سی خوبیوں کے، آپ، حامل و مالک تھے۔

عام بچوں کے درمیان، کھیل کود اور ہر طرح کے لہو ولعب سے آپ، سخت اجتناب فرماتے اور اپنا قیمتی وقت، اِس طرح کے لَغو کاموں سے محفوظ رکھتے۔

یہی سب اوصاف وخصائص تھے، جن کی وجہ سے آپ، بچپن ہی میں اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کے منظورِ نظر اور ہر ایک کی نگاہوں کے مرکزِ توجہ بن گئے۔

آپ نے تعلیم سے، کبھی، گریز نہیں کیا۔ خود سے پڑھنے کے لئے برابر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جمعہ کے دن بھی چاہا کہ پڑھنے جائیں، مگر، والد صاحب نے منع کیا تو، آپ نے سمجھ لیا کہ جمعہ کی اہمیت کی وجہ سے، اس روز، تعلیم، نہیں ہوتی۔

حضرت مولانا ظفر الدین، قادری، رضوی، عظیم آبادی (متوفی ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۲ء) اپنی سَوانحی کتاب، **حیاتِ اعلیٰ حضرت** میں تحریر فرماتے ہیں:

مولانا احسان حسین صاحب، بیان کرتے ہیں کہ:

میں، امام احمد رضا کی ابتدائی تعلیم عربی میں، ہم سبق رہا ہوں۔

شروع سے، ان کی ذہانت کا، یہ حال تھا کہ:

استاد سے، کبھی، رُبعِ کتاب سے زائد تعلیم، نہیں، حاصل کی۔ ایک رُبع کتاب اُستاد سے پڑھنے کے بعد، بقیہ پوری کتاب از خود پڑھ کر اور یاد کر کے، سُنا دیا کرتے تھے۔

امام احمد رضا، ایک جگہ، تعلیم سے اپنی فراغت کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

''وسطِ شعبان ۱۲۸۶ھ میں علوم درسیہ سے فراغت، حاصل کی۔ اور اُس وقت، میں، تیرہ سال، دس ماہ اور پانچ دن کا تھا۔

اور اسی تاریخ کو مجھ پر نماز، فرض ہوئی اور میں، احکامِ شرعیہ کی طرف متوجہ ہوا۔'' (اَلْاِجَازَاتُ الرَّضْوِیَّہ)

تحصیلِ علم کے بعد (۱۸۶۹ء) فتویٰ نویسی کی پوری ذمہ داری، آپ کے سر، آن پڑی۔ جسے، آپ نے بڑی ذمہ داری کے ساتھ، نبھایا ہی نہیں، بلکہ اس میں رفتہ رفتہ آپ کی انفرادیت اور نمایاں حیثیت، سبھی اہلِ علم و فضل کے درمیان، مسلَّم ہوگئی۔

ایک خط میں آپ، تحریر فرماتے ہیں:

''بِحَمْدِہٖ تَعَالیٰ، فقیر نے ۱۴؍شعبان ۱۲۸۶ھ کو، تیرہ (۱۳) برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا۔ اگر، سات (۷) دن اور زندگی، بِالخیر ہے تو، اس شعبان ۱۳۳۶ھ کو، اس فقیر کو، فتاویٰ لکھتے ہوئے بِفَضْلِہٖ تَعَالیٰ پورے پچاس سال ہوں گے۔
اس نعمت کا شکر، فقیر کیا، ادا کر سکتا ہے۔''

(ص ۲۸۰ ''**حیاتِ اعلیٰ حضرت**'' مؤلّفہ: مولانا ظفر الدین، مطبوعہ کراچی۔ مکتوب، بنام مؤلّف۔ محرَّرہ ۷؍شعبان ۱۳۳۶ھ)

آپ نے ابتدائی کتابیں، جن اساتذہ سے پڑھیں، ان میں سے ایک، جناب مرزا، غلام قادر بیگ صاحب بریلوی (۱) ہیں۔ جن سے آپ نے میزان منشعب کی تعلیم، حاصل کی۔

بقیہ تمام درسی کتابیں اپنے والد ماجد، مولانا نقی علی، بریلوی سے پڑھیں۔

ان کے علاوہ، آپ کے اساتذہ میں، یہ حضرات بھی ہیں:

مولانا عبد العلی، ریاضی داں، رامپوری، سید شاہ ابو الحسین احمد، نوری، مارہروی

سید شاہ آلِ رسول، احمدی، مارہروی

شیخ احمد بن زَینی وحلان، شافعی، مکی، شیخ عبد الرحمٰن مکی، شیخ حُسین بن صالح۔

---

(۱) متوفیٰ یکم محرمُ الحرام ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۸؍اکتوبر ۱۹۱۷ء بعمر نوے سال۔ مدفون، حسین باغ محلّہ باقر گنج، بریلی۔ یوپی۔ آپ کے پوتے، پڑپوتے، آج بھی، شہر بریلی میں موجود ہیں۔ اور سب کے سب، صحیح العقیدہ سنی حنفی ہیں۔

ترجمۂ قرآنِ حکیم

امام احمد رضا، بریلوی نے، علم وبصیرت اور عشق ومحبت کی زبان میں
قرآنِ حکیم کا ایک معیاری ترجمہ کیا ہے۔
جو علمی، ادبی، اعتقادی، ہر حیثیت سے معیاری اور قرآن کی حقیقی جھلک کا آئینہ دار ہے۔
صدرُ الشَّریعہ، مولانا امجد علی، اعظمی، رضوی، مُصنفِ بَہارِ شریعت (متوفی ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)
کی درخواست واِصرار پر، اس ترجمہ کا آغاز ہوا۔
اور ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں اس کی تکمیل ہوئی، جس کا نام ''کَنزُ الْاِیْمَان فِی تَرْجَمَۃِ الْقُرْآن'' رکھا گیا۔
برصغیر ہندو پاک میں، اِس وقت، کنز الایمان، سب سے کثیر الاشاعت ترجمۂ قرآن ہے۔
توفیقِ الٰہی اور اپنے وسیع علم ومطالعہ کی بنیاد پر، کتبِ تفسیر وحدیث ولُغت وغیرہ دیکھے بغیر
امام احمد رضا، زبانی، فی البدیہہ، برجستہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اسے لکھتے جاتے۔
بعد میں، جب صدر الشریعہ ودیگر عُلماے کرام
اس ترجمہ کا، کتبِ تفاسیر سے تقابل کرتے، تو یہ دیکھ کر، فرطِ مسرت سے سرشار ہو جاتے کہ:
یہ فی البدیہہ ترجمہ، تفاسیرِ معتبرہ کے عین مطابق اور ان کا ترجمان ہے۔
جناب، ملک، شیر محمد خاں، اعوان آف کالا باغ (پاکستان)
اس ترجمہ پر، تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مقامِ حیرت واستعجاب ہے کہ یہ ترجمہ، لفظی ہے اور بامحاورہ بھی۔
اس طرح، گویا، لفظ اور محاورہ کا حسین امتزاج
آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے۔
پھر، انھوں نے، ترجمہ کے سلسلہ میں، بِالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ:
ترجمہ، لُغت کے مطابق ہو، اور الفاظ کے متعدد معانی میں
ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے، جو آیات کے سیاق وسباق کے اعتبار سے
موزوں ومناسب ترین ہوں۔
ناموسِ توحید ورسالت کی پاسداری میں، یہ ترجمۂ قرآن، اپنی مثال آپ ہے۔

اس ترجمہ سے قرآنی علوم و حقائق کے وہ اسرار و معارف منکشف ہوتے ہیں، جو عام طور سے، دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے۔

یہ ترجمہ، سلیس، شگفتہ، رَواں ہونے کے ساتھ

رُوحِ قرآن اور عربیت کے بہت قریب ہے۔

آپ کے ترجمہ کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ:

آپ نے، ہر مقام پر، انبیا عَلَیۡہِمُ السَّلَام کے ادب و احترام اور عزت و عصمت کو، بطورِ خاص، ملحوظ رکھا ہے۔'' (ص ۲۷۔ محاسنِ کنزالایمان۔ مطبوعہ لاہور)

آپ کے قلم سے نکلے ہوئے بعض شاہکار تفسیری حواشی بھی ہیں۔

چنانچہ، اَلزُّلَالُ الْاَنْقیٰ عَنْ بَحْرِ سَفِیْنَۃِ اَتْقیٰ (عربی) حاشیۂ خازن (عربی) حاشیۂ تفسیرِ بیضاوی (عربی) حاشیۂ اَلدُّرُّ الْمَنْثُوْر (عربی) حاشیہ مَعَالِمُ التَّنْزِیْل (عربی) حاشیۂ اَلْاِتْقَان فِی عُلُوْمِ الْقُرْآن (عربی) حاشیۂ عِنَایَۃُ الْقَاضِی (عربی) وغیرہ۔

یہ کُتب و حواشی، آپ کی قرآن فہمی پر، شاہدِ عدل ہیں۔

عُلومِ حدیثِ نبوی

فنِ حدیث میں امام احمد رضا کو، نمایاں ترین مقام، حاصل ہے۔

احادیثِ کریمہ کا ایک بحرِ بیکراں، آپ کے سینے میں موجزن تھا۔

اپنے والد ماجد، مولانا نقی علی، بریلوی اور سید شاہ، آلِ رسول، مارہروی و سید عابد سندھی اور شیخ الاسلام، احمد زَینی وحلان، مفتیِ مکہ مکرَّمہ، وغیرہ سے سندِ حدیث کی آپ کو، اجازت حاصل تھی۔

محدِّثِ اعظمِ ہند، حضرت مولانا سید محمد، اشرفی، کچھوچھوی (متوفی ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) اس موضوع پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''علم الحدیث کا اندازہ، اِس سے کیجیے کہ:

جتنی حدیثیں، فقہِ حنفی کی ماخذ ہیں، ہر وقت، پیشِ نظر اور جن حدیثوں سے فقہِ حنفی پر، بظاہر، زَد پڑتی ہے، ان کی رِوایت و دِرایت کی خامیاں

ہر وقت، اَزبر۔ علمِ حدیث میں سب سے نازک شعبہ، **علمِ اسماءُالرِّجال کا ہے۔**
اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا) کے سامنے، کوئی سند پڑھی جاتی
اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا
تو، ہر راوی کے لئے جَرح وتَعدیل کے، جو الفاظ فرمادیتے تھے
اُٹھا کر دیکھا جاتا، تو تقریب وتہذیب وتذہیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا۔
یحییٰ، نام کے سیکڑوں راویانِ حدیث ہیں۔
لیکن، یحییٰ کے طبقہ واستاد وشاگرد کا نام بتادیا
تو، اِس فن کے اعلیٰ حضرت، خود، موجد تھے کہ:
طبقہ واَسما سے بتادیتے تھے کہ راوی، ثقہ ہے، یا مجروح ———
اس کو کہتے ہیں علمِ راسخ اور علمِ حدیث سے شَغفِ کامل ———
اور علمی مطالعہ کی وُسعت اور خداداد علمی کرامت۔"
(**خطبۂ صدارت ناگپور۔** ۱۳۷۹ھ۔ مطبوعہ ماہنامہ **تجلیات**۔ ناگپور ۱۹۶۲ء)

مُنِیرُ الْعَیْنَیْن فِی حُکمِ تَقْبِیلِ الْاِبْہَامَین (اردو، مطبوعہ) اَلْھَادِ الْکَاف فِی حُکْمِ الضِّعَاف (اردو، مطبوعہ) حَاجِزُالْبَحْرَیْن اَلْوَاقِی عَنْ جَمْعِ الصَّلَاتَیْن (**اردو، مطبوعہ**) اَلْفَضْلُ الْمَوھبِی فِی مَعنیٰ اِذا صَحَّ الْحَدِیْث فَھُوَ مَذْھَبِی (اردو، مطبوعہ) صَفَائِحُ اللُّجَین فِی کَونِ التَّصَافُحِ بِکَفَّی الْیَدَیْن (اردو، مطبوعہ) اَلرُّوْضُ الْبَھِیْجُ فِی آدَابِ التَّخْرِیْج (عربی) اَلنُّجُوْمُ الثَّوَاقِب فِی تَخْرِیْج اَحادِیْثِ الْکَوَاکِب (عربی) حَاشیۃ نَسَائِی (عربی)
حاشیۃ الْبُخَاری (عربی) حاشِیۃ مُسلم (عربی) حاشیۃ طَحَاوِی (عربی)
نیز، دیگر پچیسوں کتابیں، آپ کے حواشی سے مزیَّن ہیں۔
جن سے آپ کے علمی تبحر اور تعمق فی الحدیث کا پتہ چلتا ہے۔
کُتب ورسائلِ امام احمد رضا، میں، جابجا، احادیثِ نبویہ کے حوالے ملتے ہیں۔
"امام احمد رضا اور علمِ حدیث" کے نام سے مولانا محمد عیسیٰ رضوی نے کئی جلدوں میں ایک کتاب مرتَّب کی ہے، جس میں فتاویٰ رضویہ ودیگر کتب ورسائل میں مذکور ہزاروں احادیث مع تخریج جمع ہوگئی ہیں۔ رضوی کتاب گھر، دہلی سے، اس کتاب کی طباعت واشاعت ہوچکی ہے۔
مولانا محمد حنیف، رضوی، مصباحی، صدرُ المدرسین، جامعہ نوریہ، محلّہ باقر گنج، بریلی

بانیِ امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی نے بھی یہی خدمت اپنے انداز سے انجام دی ہے۔
اور بڑی محنت و کدو کاوش کے ساتھ **''جامعُ الاحادیث''** کے نام سے، دس جلدوں میں مرکزِ اہلِ سنّت برکاتِ رضا، پور بندر، گجرات کی جانب سے، اس کی اشاعت ہو چکی ہے۔

فقہِ اسلامی

فقیہِ اسلام، امام احمد رضا کی فقاہت کا اعتراف، جلیلُ القدر عُلما و فُقَہاے عرب و عجم کو ہے۔
اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّةُ فِی الْفَتَاویٰ الرَّضْوِیَّة، بارہ ضخیم مجلدات پر مشتمل آپ کا ایسا فقید المثال فقہی شاہکار ہے، جسے بجا طور پر علوم و معارفِ دینیہ کا گنجینہ اور فقہی انسائیکلوپیڈیا قرار دیا جا سکتا ہے۔ اہلِ علم کی نظر سے، جب یہ مجموعۂ فتاویٰ گذرتا ہے تو وہ، امام احمد رضا کی فقہی بصیرت اور باریک بینی و ژَرف نگاہی دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔
فتاویٰ رضویہ کی صرف پہلی جلد، صدرُ الشریعہ، مولانا امجد علی، اعظمی، رضوی (متوفی ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) کے اِہتمام و تصحیح کے ساتھ، امام احمد رضا، بریلوی کی حیات میں طبع ہو سکی تھی۔
دوسری جلد، میرٹھ سے طبع ہوئی۔
جلدِ سوم، تا جلدِ ہشتم کی طباعت کا سہرا، سُنّی دار الاشاعت، مبارکپور، اعظم گڑھ کے سر ہے۔
باقی جلدیں، دوسری جگہوں سے متعدد حضرات کی کوششوں سے منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔
سبھی بارہ جلدیں ایک سائز میں بڑے اہتمام کے ساتھ، رضا اکیڈمی بمبئی نے شائع کی ہیں۔
رضا فاؤنڈیشن، لاہور کی سَعی و اِہتمام سے تخریج و ترجمہ کے ساتھ
فتاویٰ رضویہ کی تیس (۳۰) جلدیں، پاکستان، پھر ہندوستان سے شائع ہو چکی ہیں۔
اور امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی کی سَعی و اِہتمام سے نئی کمپوزنگ اور مکمل تصحیح کے ساتھ، بائیس (۲۲) جلدیں، ہند و پاک سے شائع ہو چکی ہیں۔
اسی طرح، **رَدُّ المحتار**، معروف بہ ''حاشیۂ شامی'' پر، امام احمد رضا کے عربی حاشیہ
جَدُّ الْمُمْتَار عَلیٰ رَدِّ الْمُحْتَار کی دو جلدوں کی طباعت و اشاعت، اہلِ سنّت کے معروف تصنیفی ادارہ، **المجمع الاسلامی، مبارکپور** ضلع اعظم گڑھ (یوپی، انڈیا) کی طرف سے ہوئی ہے۔

اس کے بعد، **مکتبۃ المدینہ، کراچی** سے، اس کی طباعت و اِشاعت ہوئی۔

پھر، بڑے اہتمام کے ساتھ، **دارُ الفقیہ، ابوظبی**، متحدہ امارات نے، اسے شائع کیا۔

مشاہیر عُلماے اسلام کا خیال ہے کہ:

ہندوستان کے اندر، صدیوں سے امام احمد رضا جیسا کوئی دوسرا متبحر فقیہ، پیدا نہیں ہوا۔

حضرت شیخ سید محمد اسمٰعیل، محافظِ کتب خانہ حرم شریف، مکہ مکرَّمہ کا بیان

دیدۂ حیرت سے پڑھنے کے لائق ہے۔

امام احمد رضا کی ایک تحقیق پر، وہ اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وَاللّٰہِ اَقُوْلُ وَالْحَق اَقُوْلُ:

اِنَّہٗ لَوْ رَأَھَا اَبُوْ حَنِیْفَۃ النُّعْمَان لَاَقَرَّتْ عَیْنَہٗ

وَلَجَعَلَ مُؤَلِّفَھَا مِنْ جُمْلَۃِ الْاَصْحَاب۔

(ص ۲۵۹۔ اَلْاِجَازاتُ الْمَتِیْنہ لِعُلَمَاءِ بَکَّۃ وَالْمَدِیْنۃ۔ مطبوعہ بریلی و لاہور)

''مَیں، خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور بالکل سچ کہتا ہوں کہ:

اگر، اِس (رسالہ) کو، امامِ اعظم، ابوحنیفہ النُّعمان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہٗ دیکھتے

تو، بِلا شبہ، یہ مسئلہ، ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا اور یقیناً، اس کے مؤلِّف کو

وہ اپنے اصحاب (امام محمد، امام ابویوسف، امام زُفر، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُم)

میں، شامل فرما لیتے۔''

اسی سے ملتا جلتا تأثر، شاعرِ مشرق، ڈاکٹر اقبالؔ کا بھی ہے۔

ڈاکٹر، عابد احمد علی، ایم، اے۔ ڈی فل (آکسفورڈ یونیورسٹی، انگلینڈ)

سابق لکچرر، شعبۂ عربی ادب، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ لکھتے ہیں:

''علی گڑھ میں، سر راس مسعود کے بلانے پر اقبالؔ اکثر جایا کرتے تھے۔

۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۵ء کا زمانہ، وہ ہے، جس میں تقریباً، ہر سال گئے ہوں گے۔

اس عرصے میں ایک بار، اُستادِ محترم، پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف نے

اقبالؔ کو کھانے پر مدعو کیا اور وہاں، محفل میں

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ذکر چھڑ گیا

تو، اقبالؔ نے مولانا کے بارے میں رائے، ظاہر کی کہ:

''وہ، بے حد ذہین اور باریک بیں عالمِ دین تھے۔فقہی بصیرت میں
ان کا مقام، بہت بلند تھا۔ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ:
وہ،اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ وَر
اور ہندوستان کے کیسے نابغۂ روزگار فقیہ تھے۔
ہندوستان کے اس دَورِ متأخرین میں، ان جیسا طبَّاع اور ذہین فقیہ
مشکل سے ملے گا۔''الخ

(ص۱۰۔**پیغاماتِ یومِ رضا**۔حصہ سوم،دائرۃ المصنّفین،اردو بازار،لاہور)

''**فتاویٰ رضویہ**'' کے فتاویٰ،کثیر التَّعداد آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ کریمہ
اور،روایاتِ اصول وفروع کی وقیع ومستند شہادتوں سے مزیَّن ومدلَّل ہیں۔
یہ مجموعۂ فتاویٰ، بہت سے علوم وفنون کا ایک بہتا ہوا سمندر ہے۔
جس سے، بڑے بڑے غَوَّاص،مسائل ومعلومات کے ہزاروں جواہر نکالا کرتے ہیں۔
اور صدیوں تک اس سے مستفید ہوتے رہنے کا یہ سلسلہ،اِنْ شَاءَ اللّٰہ جاری رہے گا۔
صدرُ الافاضل، حضرت مولانا نعیم الدین ،مرادآبادی (متوفی ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء)
ارشاد فرماتے ہیں:

''علمِ فقہ میں جو تبحر وکمال،حضرت ممدوح (امام احمد رضا) کو حاصل تھا
اس کو عرب وعجم،مشارق ومغارب کے عُلما نے گردنیں جھکا کر تسلیم کیا۔
تفصیل،تو ان کے فتاویٰ دیکھنے پر موقوف ہے۔
مگر،اِجمال کے ساتھ،دولفظوں میں یوں سمجھیے کہ:
موجودہ صدی میں دنیا بھر کا ایک مفتی تھا، جس کی طرف، تمام عالَم کے
حوادث ووقائع ،استفادہ کے لئے رجوع کیے جاتے تھے۔
ایک قلم تھا، جو دنیا بھر کو،فقہ کے فیصلے دے رہا تھا۔
وہی ، بد مذہبوں کے جواب میں لکھتا تھا ، اہلِ باطل کی تصانیف کا
بالغ رد بھی کرتا تھا۔اور زمانہ بھر کے سوالوں کے جواب بھی دیتا تھا۔
اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا) کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ:
فقہ میں ان کی نظیر،آنکھوں نے ،نہیں دیکھا۔''

("**حیاتِ صدرُالافاضل**"۔ مرتّبہ مولانا غلام معین الدین نعیمی۔ مطبوعہ لاہور)

امام احمد رضا کے تفقُّہ کے بارے میں ایک گفتگو کے دَوران

احسنُ العلما، سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری، سجادہ نشیں خانقاہِ عالیہ برکاتیہ، مارہرہ، مطہّرہ (وصال ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء) نے، پروفیسر، محمد مسعود احمد، مجدّدی، مظہری (وصال ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ/ اپریل ۲۰۰۸ء) سے کراچی میں ارشاد فرمایا کہ:

تاجُ العلما، سید شاہ، اولادِ رسول، محمد میاں، قادری، برکاتی، سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہّرہ (وصال ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء) فرمایا کرتے تھے کہ

اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا) کو، مَیں، علاّمہ ابنِ عابدین شامی، رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ پر فوقیت دیتا ہوں۔ کیوں کہ:

جو جامعیت، اعلیٰ حضرت کے یہاں ہے، وہ ابنِ عابدین شامی کے یہاں، نہیں ہے۔"

اِس خیال کی تائید کے لئے امام احمد رضا کی ایک تحقیق و تطبیق، ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

برادرِ مکرّم، حضرت مولانا محمد احمد اعظمی، مصباحی، صدر المدرسین، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور تحریر فرماتے ہیں۔

دُرِّ مختار، بَابُ الْمِیَاہ سے ذرا پہلے، فروع میں، یہ مسئلہ، مذکور ہے۔

وَ مَحْوُ بَعْضِ الْکِتَابَۃِ بِالرِّیْقِ یَجُوزُ وَقَد وَرَدَ النَّھْیُ

فِی مَحْوِاسْمِ اللّٰہِ تَعَالیٰ بِالْبُزَاقِ وَعَنْہُ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلام

اَلْقُرآنُ اَحَبُّ اِلیٰ اللّٰہِ تَعَالیٰ مِنَ السَّمٰواتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَنْ فِیْھِنَّ۔

(دُرِّ مُخْتَار عَلیٰ ھَامِشِ رَدِّ الْمُحْتَار۔ ج ۱۔ ص ۱۲۰)

کسی تحریر کو تھوک سے مٹانا، جائز ہے۔

البتہ، رب تعالیٰ کا نام، تھوک سے مٹانے کے بارے میں ممانعت آئی ہے۔

اور نبی ﷺ سے مَروی ہے:

قرآن، اللہ تعالیٰ کے نزدیک، آسمانوں اور زمین اور ان سب لوگوں سے افضل ہے

جو، آسمانوں اور زمین میں ہیں۔"

(اس سے، اس بات کی طرف، اشارہ، مقصود ہے کہ قرآن کا مٹانا، ممنوع ہے۔)

اِس حدیث میں قرآن کو آسمانوں اور زمین اور ان میں رہنے والے، سب سے افضل بتایا گیا ہے۔ اب سوال، یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا، قرآن، رسول اللہ ﷺ سے بھی افضل ہے، یا نہیں؟
بعض عُلماے کرام، اِثبات کے قائل ہیں، بعض نفی کے۔
علاَّمہ شامی فرماتے ہیں۔ ظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ:
قرآن، حضور ﷺ سے بھی افضل ہے۔ اور مسئلہ، اختلافی ہے۔
زیادہ احتیاط، اس میں ہے کہ توقُّف کیا جائے۔ (رَدُّ المختار۔ ج ۱۔ ص ۱۲۰)
امام احمد رضا، جَدُّ الممتار میں وَ الاَحوَطُ الوَقفُ کے تحت فرماتے ہیں:

لَاحَاجَةَ اِلیٰ الْوَقْفِ۔ وَالْمَسْئَلَةُ وَاضِحَةُ الْحُکمِ عِنْدِی۔ بِتَوْفِیْقِ اللّٰہِ تَعَالیٰ۔ فَاِنَّ الْقُرانَ اِنْ اُرِیْدَبِہٖ الْمُصْحَفُ اَعْنِی الْقِرطَاس وَالْمَداد فَلَاشَکَّ اَنَّہٗ حَادِثٌ وَ کُلُّ حَادِثٍ مَخْلُوقٌ، فَالنَّبِیُّ ﷺ اَفْضَلُ مِنہٗ۔
وَ اِنْ اُرِیْدَبِہٖ کَلامُ اللّٰہِ تَعَالیٰ اَلَّذِی ھِیَ صِفَتَہٗ
فَلَاشَکَّ اَنَّ صِفَاتہ تَعَالیٰ اَفْضَلُ عَنْ جَمِیْعِ الْمَخْلُوْقَات۔
وَ کَیْفَ یُسَاوِی غَیْرہٗ مَالَیْسَ بِغَیْرِہٖ، تَعَالیٰ ذِکْرُہٗ۔
وَبِہٖ یَکُونُ التَّوْفِیْقُ بَیْنَ الْقَوْلَیْن۔ (جَدُّالْمُمْتَار۔ قلمی ۱/۲۳)

"توقُّف کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرے نزدیک، خدا کی توفیق سے مسئلہ کا حکم، واضح ہے۔
اس لئے کہ قرآن سے، اگر، مصحف یعنی کاغذ اور روشنائی، مراد ہے
تو، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ حادث ہے اور ہر حادث، مخلوق ہے۔
اور جو بھی مخلوق ہے، اُس سے نبی ﷺ افضل ہیں۔
اور اگر، قرآن سے مراد، کلامِ باری تعالیٰ ہے، جو، اس کی صفت ہے۔
تو، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ:
صفاتِ باری تعالیٰ، جمیع مخلوقات سے افضل ہیں۔ اور مخلوق، جو غیرِ خدا ہے
بھلا، اس کے (صفت کے) برابر کیوں کر ہو، جو غیرِ ذات نہیں۔ اس کا ذکر، بلند ہو۔"
ہماری اِس توجیہ سے، دونوں مختلف قولوں میں تطبیق بھی ہو جائے گی ———
یعنی، جن عُلما نے قرآن کو افضل بتایا۔ قرآن سے ان کی مراد

کلامِ الٰہی، صفتِ خداوندی ہے۔ صفاتِ باری تعالیٰ، بلاشبہ، تمام مخلوق سے افضل ہیں۔
اور جن عُلما نے، نبیِ کریم ﷺ کو، قرآن سے افضل بتایا۔ قرآن سے ان کی مراد "مصحف" ہے، جو کاغذ اور روشنائی کا مجموعہ ہے۔ یقیناً، سیدِ عالم ﷺ اس سے افضل ہیں۔

یہ ہے امام احمد رضا کی فقاہت فی الدین اور دِقّتِ نظر۔

مسئلے کا حل بھی اور کلماتِ عُلما میں تطبیق بھی، جو بجائے خود، ایک مشکل فن ہے۔"

(ص ۴۰، ۴۱۔ **امام احمد رضا کی فقہی بصیرت!** جَدُّ الممتار کے آئینے میں۔
از مولانا محمد احمد، اعظمی، مصباحی۔ مطبوعہ المجمع الاسلامی، مبارک پور ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء)

فقہِ اسلامی کے موضوع پر، امام احمد رضا نے کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ چھوڑا ہے۔
جس کی ایک مختصر اور، ناتمام فہرست، درجِ ذیل ہے:

جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰی رَدِّ الْمُحْتَار۔ **کامل پانچ جلدیں** (عربی) کِفْلُ الْفَقِیْهِ الْفَاهِم فِی اَحْکَام قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم (عربی) حَاشِیَةُ الْحَمَوِی شَرح الْاَشْبَاهِ وَالنَّظَائِر (عربی) حَاشِیَةُ مِیْزَانِ الشَّرِیْعَةِ الْکُبْرٰی (عربی) حَاشِیَةُ کِتَاب الْخِرَاج (عربی) حَاشیةُ مُعِین الْحُکَّام (عربی) حَاشیةُ هِدَایَه (عربی) حَاشِیَةُ فَتْح الْقَدِیْر (عربی) حَاشیةُ اَلْبَدَائِع وَالصَّنَائِع (عربی) حَاشیةُ اَلْجَوْهَرَةِ النَّیِّرَة (عربی) حَاشیةُ مَرَاقِی الْفَلَاح (عربی) حَاشیةُ اَلْبَحْرِالرَّائِق (عربی) حَاشیةُ طَحْطَاوِی (عربی) حَاشِیةُ فَتَاوٰی هِنْدِیَة (عربی) حَاشِیةُ بَزَّازِیَّة (عربی) حَاشِیَةُ فَتَاوٰی سِرَاجِیَّه (عربی) حَاشیةُ خُلاصَة الْفَتَاوٰی (عربی) حَاشِیةُ فَتَاوٰی عَزِیْزِیَّة (عربی) کَاسِرُالسَّفِیْهَ الْوَاهِم فِی اِبْدَالِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم (عربی) اَلنَّهْیُ الْاَکِیْدُ فِی نَهْیِ الصَّلوٰةِ وَرَاءَ عِدیَ التَّقْلِیْدِ (اردو) سُرُوْرُ الْعِیْدِ السَّعِیْد فِی حلِّ الدُّعَاءِ بَعدَ صَلوٰةِ الْعِیْد (اردو) اَلنَّیِّرَةُ الْوَضِیَّة شَرْحُ الْجَوهَرَةِ الْمُضِیَّة (اردو) اَلْعَطَایَا النَّبُوِیَّة فِی الْفَتَاوٰی الرَّضْوِیَّة (بارہ جلدیں، اردو) اَلسَّنِیَّةُ الْاَنِیْقَة فِی فَتَاوٰی اَفْرِیقه (اردو) اَحْکَامِ شَرِیعة (اردو) وغیرہ۔

فتاویٰ نویسی

جزئیاتِ فقہ، امام احمد رضا کی نوکِ زبان پر رہتے اور ہر مسئلہ پر آپ کی گہری نظر ہوتی۔
ابتدا ہی سے آپ کو فتویٰ نویسی سے دل چسپی تھی۔
سب سے پہلے، آپ نے آٹھ (۸) برس کی عمر میں وراثت کا ایک مسئلہ، تحریر فرمایا تھا۔
آپ کے والد ماجد، حضرت مولانا نقی علی، بریلوی نے دیکھا
تو فرمایا: انہیں ابھی نہ لکھنا چاہیے، مگر، ایسا مسئلہ کوئی بڑا لکھ کر لائے، تو جانیں۔''
صرف تیرہ (۱۳) سال، دس (۱۰) ماہ، چار (۴) دن کی عمر میں تمام مروَّجہ علوم وفنون کی تکمیل
اپنے والد ماجد سے کی اور سندِ فراغت، حاصل کرنے کے بعد
اسی دن آپ نے ایک سوال کا جواب، تحریر فرمایا تھا۔
آپ کے والد ماجد کو، اتنا اعتماد ہوا کہ: اسی روز، مسندِ اِفتا، آپ کے سپرد کر دی۔
جس کا وقار، آپ نے پوری توجہ و دل چسپی اور ذمہ داری سے، تا دمِ زیست، برقرار رکھا۔
ہند و بیرون ہند سے ہزاروں سوالات آپ کے پاس آتے تھے۔
اور ایک ایک وقت میں، پانچ پانچ سو (۵۰۰) جمع ہو جایا کرتے تھے۔
جن کے نہایت مدلَّل و محقَّق، تفصیلی اور تسلی بخش جوابات دیے جاتے۔
آپ اپنے دَور کے سب سے عظیم اور بے مثال فقیہ و مفتی تھے۔
ایک بار، آپ کی طبیعت، سخت علیل تھی۔ ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا۔
آپ، شہر سے باہر ایک کوٹھی میں قیام پذیر تھے۔ ایک روز، تیس خطوط آئے۔
بعدِ مغرب آپ نے وہ خطوط سُنے اور بیک وقت، چار حضرات کو جوابات لکھوانے، شروع کر دیے۔
ہر ایک کو، ایک ایک فقرہ بتا دیتے۔
وہ لکھ لیتا، تو، اسی ترتیب سے، ہر ایک کو، اس سے اگلا فقرہ بتا دیتے۔

اس طرح، تمام خطوط کے جوابات لکھوا دیے۔ یہ خطوط، مذہبی وفقہی سوالات پر مشتمل تھے۔
محدّثِ اعظم، حضرت مولانا سید محمد محدّث، اشرفی، کچھوچھوی (متوفی ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء)
فرماتے ہیں:

''عادتِ کریمہ تھی کہ استفتا، ایک ایک مفتی کو تقسیم فرمادیتے۔
اور پھر، ہم لوگ، دن بھر، محنت کر کے جوابات، مرتّب کرتے۔
پھر، عصر ومغرب کے درمیان، مختصر ساعت میں
ہر ایک سے، پہلے، اِستفتا، پھر فتویٰ، سماعت فرماتے۔
اور بیک وقت، سب کی سنتے۔ اسی وقت، مصنّفین، اپنی تصنیف دکھاتے۔
زبانی سوال کرنے والوں کو بھی اجازت تھی کہ جو کہنا ہو، کہیں اور جو سُنانا ہو، سنائیں۔
اتنی آواز میں اس قدر جُدا گانہ باتیں اور صرف ایک ذات کو
سب کی طرف، توجہ فرمانا۔ جوابات کی تصحیح وتصدیق واصلاح، مصنّفین کی
تائید و تصحیحِ اغلاط، زبانی سوالات کے جوابات، عطا ہو رہے ہیں
اور فلسفیوں کے اِس خبط کی کہ:
''لَایَصْدُرُ عَنْ وَاحِدٍ اِلَّاالْوَاحِد'' کی دھجیاں اُڑ رہی ہیں۔
جس ہنگامۂ سوالات و جوابات میں بڑے بڑے اکابرِ علم وفن
سر تھام کر چُپ ہو جاتے ہیں کہ کس کی سنیں، کس کی نہ سنیں؟
وہاں، سب کی سنوائی ہو رہی تھی اور سب کی اصلاح فرمادی جاتی تھی۔
یہاں تک کہ ادبی خطا پر بھی نظر پڑ جاتی، تو اس کو بھی درست فرمادیا کرتے تھے۔
یہ چیز، روز پیش آتی تھی کہ تکمیلِ جواب کے لئے جزئیاتِ فقہ کی تلاش میں
جو لوگ تھک جاتے، تو عرض کرتے۔
اسی وقت فرمادیتے کہ رَدُّ الْمُحتَار، جلد فلاں کے صفحہ فلاں میں
ان لفظوں کے ساتھ، جزئیہ، موجود ہے۔
دُرِّ مختار کے فلاں صفحہ، سطر میں، یہ عبارت، موجود ہے۔
عالمگیری میں، بقیدِ جلد و صفحہ و سطر، یہ الفاظ، موجود ہیں۔ ارشاد فرمادیتے۔
اب جو کتابوں میں جا کر دیکھتے، تو صفحہ و سطر وہی پاتے

جو، زبانی، اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا) نے فرمادیا تھا۔''

(خطبۂ صدارت، یومِ رضا۔ ناگپور۔ ۱۳۷۹ھ۔ **مطبوعہ ماہنامہ ''تجلیات'' ناگپور۔** ۱۹۶۶ء)

حضرت شاہ ابوالحسن زید، فاروقی، مجدّدی (درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، چتلی قبر، دہلی) تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا سید محمد میاں صاحب، شیخ الحدیث، مدرسہ امینیہ، دہلی

اَحیاناً، اِس عاجز کے پاس، تشریف لاتے تھے۔ ایک دن انھوں نے فرمایا:

''مولانا احمد رضا خاں صاحب کے فتاویٰ کے بعض اَجزا، چھپ گئے ہیں۔

اگر، وہ اَجزا، آپ کو دستیاب ہو جائیں، تو میرے واسطے لے لیں''۔۔۔۔۔۔

عاجز نے، ان سے استفسار کیا: آپ کیوں لینا چاہتے ہیں؟

فرمایا: ان کے فتاویٰ میں کتابوں کے حوالے، بکثرت ہوتے ہیں۔''

(ص ۶۔ **''امام احمد رضا نمبر''** ہفت روزہ، ہجوم، نئی دہلی۔ دسمبر ۱۹۸۸ء)

اس موضوع پر آپ کی وُسعتِ معلومات اور تبحر و مہارت کا

اعلیٰ معیار جاننے سمجھنے کے لئے فتاویٰ رضویہ و دیگر مذکورہ کتابوں کا مطالعہ، کافی ہے۔

امام احمد رضا نے ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء میں، سب سے پہلے، رضاعت سے متعلق

ایک فتویٰ لکھا۔ ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء سے آپ کو فتویٰ نویسی کی باضابطہ اجازت مل گئی۔

اور ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء سے مستقل طور پر، فتویٰ نویسی کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔

اپنے ایک مکتوب میں آپ، تحریر فرماتے ہیں:

''بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالیٰ فقیر نے ۱۴؍ شعبان ۱۲۸۶ھ کو، تیرہ (۱۳) برس کی عمر میں

پہلا فتویٰ لکھا۔ اگر، سات (۷) دن اور زندگی، بِالخیر ہے

تو، اس شعبان ۱۳۳۶ھ کو، اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے

بِفَضْلِہٖ تَعَالیٰ، پورے پچاس (۵۰) سال ہوں گے۔

اس نعمت کا شکر، فقیر کیا ادا کر سکتا ہے۔''

(ص ۲۸۰۔ **حیات اعلیٰ حضرت** از مولانا ظفر الدین، قادری، رضوی، عظیم آبادی۔ مطبوعہ کراچی)

اِستفتا کی کثرت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''فقیر کے یہاں، علاوہ، دیگر مشاغلِ دینیہ کثیرہ کے، کارِ فتویٰ، اس درجہ، وَافر ہے کہ:

دس مفتیوں کے کام سے، زائد ہے۔ شہر و دیگر بِلاد و اَمصار و جُملہ اَقطار ہندوستان و بنگال

وپنجاب ومالابار وبَر ماواَرکان وچین وغزنی وامریکہ وافریقہ، حتی کہ سرکارِ حرمین محترمین سے
استفتا آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو، جمع ہو جاتے ہیں۔''
(ص ۱۴۹۔ **فتاویٰ رضویہ**۔ جلد چہارم۔ مطبوعہ مبارکپور)

عقائد وکلام

اسلامی عقائد کی تاریخ میں متعدد اَدوار آئے ہیں اور ان میں نئے نئے فتنے، جنم لیتے رہے ہیں۔ عجمی و یونانی فلسفوں کی مُوشگافیاں بھی رنگ لاتی رہی ہیں اور ان کے اثر سے اسلامی تاریخ دوچار ہوتی رہی ہے۔ پچھلی تاریخ میں، مندرجہ ذیل خیالات، بڑی قوت سے اُبھرے تھے:

حضرت علی، شریکِ نبوت ہیں۔ قرآنِ عظیم، پورا محفوظ نہیں۔ قرآن، مخلوق ہے۔ عرش، قدیم ہے۔ زکوٰۃ دینا، فرض نہیں۔ بندہ، مجبورِ محض ہے۔ بندہ، اپنے افعالِ نیک و بد کا خالق ہے۔ حوضِ کوثر ومَلکُ المَوت کی کوئی حقیقت نہیں۔ صِفاتِ الٰہی، مخلوق اور حادث ہیں۔ حق تعالیٰ، مکان میں ہے اور وہ، جسم رکھتا ہے۔ جنت ودوزخ، دونوں، فنا ہو جائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن! عُلماے حق، ان طوفانوں کے سامنے، سَدِّ سکندری بن کر حائل ہو گئے۔
اور ان کے، رَدّ واِبطال میں اپنی دینی وعلمی وفکری اور مالی توانائیاں، صَرف کر دیں۔
قید وبند کی صعوبتیں اٹھائیں، مگر، اپنے موقف سے ایک انچ، پیچھے نہ ہٹے۔
بعض نظریات کو حکومت کی پشت پناہیاں بھی حاصل رہیں۔
مگر، بِالآخر، حق کے سامنے، انہیں، سپر انداز ہونا پڑا۔
یہ دینی وفکری گمراہیاں، جس قوت سے اُبھریں اور جن چور دروازوں سے
اسلامی قلعہ میں داخل ہو کر، اس کی بنیادیں، کھوکھلی کرنے کے درپے تھیں
اس سے زیادہ، قوتِ علم، تدبیر، عزم وحوصلہ اور مسلسل تگ ودَو کے ساتھ
عُلماے کرام نے، ان کا مقابلہ کیا اور انھیں، پسپا ہونے پر مجبور کیا۔
مذکورہ اَفکارِ باطلہ اور اس طرح کی دوسری گمراہیاں، نئے نئے لبادے اوڑھ کر
اسلامی عقائد اور مسلم معاشروں میں گھسنا چاہتی تھیں، جن کا سلسلہ، طویل ہے۔
ان میں سے چند نئے اور باطل نظریات، ذیل میں، درج کیے جاتے ہیں:

علمِ باری تعالیٰ کو، اس کی مشیت پر موقوف رکھنا۔ اِمکانِ کذبِ باری تعالیٰ۔ تنقیصِ شانِ انبیا ومرسلین۔ امکانِ نظیرِ خاتم النّبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم۔ شیطان کے علم کو، نبیِ اکرم کے علم سے بڑھانا۔ نبیِ اکرم کے زمانۂ اقدس اور بعد میں کسی نئے نبی کی بعثت سے خاتمیتِ محمدی میں فرق نہ آنا۔ عمل میں امتی کا، نبی سے بڑھ جانا۔ صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر، مدارِ نجات رکھنا۔ اپنی رائے سے غلط تفسیرِ قرآن کرنا۔ ائمّۂ فقہ سے مسلمانوں کو آزاد کرکے اپنی فقہ، ان پر مسلّط کرنا۔ غیر مسلموں سے، ہر طرح کے تعلقات رکھنا۔ اسلامی شعائر کا اِستخفاف۔ وغیرہ۔

امام احمد رضا نے عقائد وکلام میں، بتوفیقِ خداوندی اپنی بصیرت و اِصابتِ فکر کا سہارا لے کر ان تمام فتنوں اور گمراہیوں کا مقابلہ کیا اور ان موضوعات پر، بے شمار فتاویٰ ورسائل، تحریر فرمائے۔ جن میں چند کے نام، یہ ہیں:

اَلۡعَقَائِدُ وَالۡکَلَام (اردو) اَلسَّعۡیُ الۡمَشۡکُوۡر (عربی) قَوَارِعُ الۡقَھَّار عَلٰی مُجَسَّمَۃِ الۡفُجَّار (اردو) اَلۡجَرۡحُ الۡوَالِجُ فِی بَطۡنِ الۡخَوَارِج (اردو) مَطۡلَعُ الۡقَمَرَیۡن فِی اِبَانَۃِ سَبۡقَۃِ الۡعُمَرَیۡن (اردو) اَلصَّمۡصَامُ الۡحَیۡدَرِی (اردو) مُبِیۡنُ الۡھُدیٰ فِی نَفۡیِ اِمۡکَانِ الۡمُصۡطَفیٰ (اردو) اَلۡفَرۡقُ الۡوَجِیۡزُ بَیۡنَ السُّنِّی الۡعَزِیۡزِ وَالۡوَھَابِیّ الرَّجِیۡز (اردو) حَاشِیۃُ شَرۡحِ فِقہِ اَکۡبَر (عربی) حَاشِیۃ خِیَالِی عَلٰی شَرحِ الۡعَقَائِد (عربی) حَاشِیۃُ عَقَائِدِ عُضُدِیَّۃ (عربی) حَاشِیَۃُ شَرۡحِ مَوَاقِف (عربی) حَاشِیۃ اَلتَّفۡرِقَۃِ بَیۡنَ الۡاِسۡلَام وَالزَّنۡدِقَۃ (عربی) حَاشِیۃ اَلۡیَوَاقِیۡت وَالۡجَوَاھِر (عربی) حَاشِیۃُ مِفۡتَاحِ السَّعادۃ (عربی) سُبۡحٰنَ السُّبُّوۡحِ عَنۡ عَیۡبِ کِذۡبِ مَقۡبُوۡح (اردو) اَلۡکَوۡکَبَۃُ الشِّھابِیَّۃ (اردو) وغیرہ۔

منطق وفلسفہ

امام احمد رضا، ایک ماہر فلسفی تھے اور علمِ فلسفہ میں بھی آپ، درجۂ امامت کو پہنچے ہوئے تھے باوجودے کہ آپ کے والدِ گرامی، مولانا نقی علی، بریلوی عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃ نے

اس سے آپ کو، باز رہنے کی تاکید کی اور فرمایا کہ:
''تم اپنے علومِ دینیہ کی طرف، متوجہ رہو، ان علوم کو، خود ہی، حاصل کر لو گے۔''
آپ نے بعض اُن مزعومات کو باطل قرار دیا
جو، حُکمائے یونان اور بوعلی سینا سے لے کر، مُلّا محمود جونپوری تک، رائج اور مقبول تھے۔
فلسفۂ قدیمہ کے رد میں آپ نے اپنی مشہور کتاب اَلْکَلِمَةُ الْمُلْهَمَة تالیف فرمائی۔
اَلْجُزْءُ الَّذِی لَایَتَجَزّٰی کا بطلان، زمانۂ قدیم سے حُکما مانتے چلے آرہے ہیں۔
لیکن، امام احمد رضا، کتابِ مذکور میں ارشاد فرماتے ہیں:
ہمارے نزدیک، جُزْءِ لَا یَتَجَزّٰی، باطل نہیں۔
اور اپنے دعویٰ کی دلیل، قرآن کریم کی اِس آیت سے دی:
وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ (سورۂ سبا۔ آیت ۱۹)
ظاہر ہے کہ تمزیقِ موجود نہیں، بلکہ ممکن، مراد ہے۔
اسی طرح، فلسفۂ جدیدہ کے رَد میں ''فوزِ مبین در رَدِّ حرکتِ زمین'' تالیف فرمائی۔
اور اس میں ایک سو پانچ دلائل سے حرکتِ زمین کے نظریہ کو باطل قرار دیا۔
اور دیگر بہت سے مزعوماتِ فلسفۂ جدیدہ کے پَرخچے اُڑا دیے۔
تمام مناطقہ، صرف انسان کو حیوانِ ناطق مانتے ہیں۔
لیکن، آپ اس نظریہ کا رد کرتے ہوئے ایک جگہ، تحریر فرماتے ہیں کہ:
انسان ہی نہیں، حیوانات بھی، ناطق ہیں۔ بلکہ ہر شے، ناطق ہے۔
شجر و حجر، دیوار و در، سب، ناطق، ہیں۔ دلیل یہ ہے:
اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِی اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ (سورۂ حٰمٓ السَّجدہ۔ آیت ۲۱)
ہمیں، اللہ نے نطق دیا، جس نے، ہر چیز کو، نطق بخشا۔''
اس موضوع پر، آپ کی مندرجہ ذیل تصنیفات ہیں:
مُعینِ مُبینِ بہرِ دَورِ شمس و سکونِ زمین (اردو) اَلْکَلِمَةُ الْمُلْهَمَةُ فِی الْحِکْمَةِ الْمُحْکَمَة
(اردو) نزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین و آسمان (اردو) فوزِ مبین در رَدِّ حرکتِ زمین (اردو)
حاشیۂ مُلّا جلال (عربی) حاشیۂ میر زاہد (عربی) حاشیۂ شمسِ بازغہ (عربی)
حاشیۂ اصولِ طبعی (اردو) وغیرہ۔

شعروادب

امام احمد رضا، عربی، فارسی اور اردو کے ماہر اور قادر الکلام شاعر بھی تھے۔
متعدد زبانوں کے ماہر، مشہور محقق، ڈاکٹر محی الدین، الوائی، قاہرہ، مصر لکھتے ہیں:

قَدِیماً قِیلَ اِنَّ التَّحقِیقَ العِلمِیَّ الاَصِیل
وَ الخیالَ الذِّھنِیَّ الخَصِیب لَایَجتَمِعَانِ فِی شَخصٍ وَاحِدٍ۔
وَلٰکِنَّ المَولٰنا احمدرضا خاں
کَانَ قَد بَرھَنَ عَلیٰ عَکسٍ ھذٰہٖ النَّظرِیَۃ التَّقلِیدِیَّۃ۔
فَکَانَ شَاعِراً ذَا خِیَالٍ خَصِیبٍ وَتَشھدُ لَہٗ بِذَالِکَ دَوَاوِینُہٗ الشِّعرِیَۃ
بِاللُّغَاتِ الفَارِسِیَّۃ وَالاُردَوِیَّۃ وَالعَرَبِیَّۃ۔

(جریدہ ''صوت الشرق'' قاہرہ۔ شمارہ فروری ۱۹۷۰ء)

ترجمہ: پرانا مشہور مقولہ ہے کہ:
شخصِ واحد میں، دو چیزیں، تحقیقاتِ علمیہ اور نازک خیالی نہیں پائی جاتیں۔
لیکن، مولانا احمد رضا خاں کی ذات
اس تقلیدی نظریہ کے خلاف، بہترین دلیل ہے۔
آپ، عالمِ محقق ہونے کے ساتھ، بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے۔
جس پر آپ کے عربی، فارسی اور اردو کلام پر مشتمل دواوین، شاہدِ عدل ہیں۔''
آپ کا، صرف ایک دیوان ہے، جو ''حدائقِ بخشش'' کے نام سے ہندو پاک
اور، ہر اردو خواں حلقے میں معروف و مقبول ہے۔
اس ''حدائقِ بخشش'' کے بے شمار ایڈیشن، ہندو پاک سے نکل چکے ہیں۔
نعت گوئی ایک مشکل ترین صنفِ سخن ہے
جس میں منصبِ رسالت کی رعایت، قدم قدم پر ضروری ہے۔
کیوں کہ اوپر بڑھنے میں شانِ الوہیت اور نیچے آنے میں شانِ رسالت
میں گستاخی کا سنگین خطرہ، شاعر کے سامنے، ہمیشہ، دو دھاری تلوار بن کر

لٹکتا رہتا ہے۔ امام احمد رضا اپنی شاعری کے بارے میں فرماتے ہیں:

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ
رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو نقشِ قدمِ حضرتِ حسّاں، بس ہے

جب قرآن کی روشنی میں احکامِ شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرتِ حسّان کے نقشِ قدم پر آپ نے اپنی نعت گوئی کا سفرِ شوق، طے کیا ہے، تو پھر منزلِ مقصود تک پہنچنا، یقینی اور لازمی امر ہے۔

نعت، غزل، قصیدہ، مثنوی، مستزاد، قطعہ، رباعی، وغیرہ، متعدد اصناف سخن میں آپ نے بَراعت و مہارت اور تمام ادبی و شعری خصوصیات ولوازِم کے ساتھ، طبع آزمائی کی۔

فصاحت و بلاغت، دل کشی و رعنائی، جلال و جمال، لطافت و نزاکت، تشبیہات واستعارات، نُدرتِ تخیُّل، جِدَّتِ تمثیل، قَوافی کا زور، تسلسلِ بیان، تنوُّعِ مضامین، والہانہ عقیدت واحترام، یہ تمام خوبیاں اپنے پورے کمال کے ساتھ، آپ کے کلام میں موجود ہیں۔

نعتیہ شاعری میں بہت سے کم علم شُعَرا، ٹھوکر کھا جاتے ہیں اور ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو شرعی حیثیت سے، ناپسندیدہ اور غلط ہوتی ہیں۔

لیکن، آپ کا کلام، اِس طرح کے معایب ونقائص سے، یکسر پاک ہے۔

نعتیہ شاعری میں ادبی کمال اور شاعرانہ حُسن پایا جانا عام طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا۔ لیکن، آپ فرماتے ہیں:

جو کہے شعر و پاسِ شرع، دونوں کا حُسن کیوں کر آئے؟
لا! اسے پیشِ جلوۂ زمزمۂ رضا کہ یوں

مشہور ادیب و شاعر، عابد نظامی اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں:

''غالباً ۱۹۵۹ء کے نصفِ آخر کا، ذکر ہے کہ:

مجھے، ملتان کے ایک جلسۂ یومِ حسین کی تقریب میں شرکت کے لئے جانا پڑا۔ یہ جلسہ، ٹاؤن ہال میں ہوا۔ شُرکائے جلسہ، مولانا ماہرالقادری مولانا محمد جعفر، ندوی، پھلواروی، مولانا کوثر نیازی مولانا باقر علی خاں، امیرِ جماعت اسلامی، ملتان کی کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

اور رات کو، یہ دل چسپ مذاکرہ، چھڑ گیا کہ:

اردو کا سب سے بڑا نعت گو شاعر، کون ہے؟

اُردو کے بڑے بڑے شاعروں کے اشعار، مقابلے میں پیش ہونے لگے۔

یہ مباحثہ، کافی دیر تک، جاری رہا۔

بِالآخر، سب نے، اِس بات پر، اتفاق کیا کہ:

مولانا احمد رضا خاں، بریلوی سے اچھے نعتیہ اشعار (زیادہ تعداد میں)

اردو کے کسی شاعر نے، نہیں کہے۔

میں، اُس وقت تک مولانا کے نام سے، تو ضرور، واقف تھا

مگر، کلام سے واقف نہ تھا۔

بعد میں ان کا کلام "حدائقِ بخشش" دیکھا، تو اس بات کی تصدیق ہوگئی۔"

(ص ۱۱۱۔ "**مقالاتِ یومِ رضا**"۔ اول۔ مطبوعہ لاہور)

حضرت شاہ ابوالحسن زید، فاروقی، مجدِّدی (درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، چتلی قبر، دہلی)

تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب، عثمانی (دہلی) سے، اکثر، عاجز کی ملاقات

ہوا کرتی تھی۔ ایک دن، مفتی صاحب نے چند اشعار

ایک خاص کیفیت سے، نعت شریف کے، پڑھے۔

پھر، فرمایا: یہ اشعار، مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ہیں۔

نعت گوئی میں آپ کا بلند مقام ہے۔"

(ص ۶۔ "**امام احمد رضا نمبر**"۔ **ہفت روزہ، ہجوم، نئی دہلی**۔ دسمبر ۱۹۸۸ء)

ڈاکٹر، حامد علی، رام پوری، لیکچرر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

آپ کی عربی شاعری کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"علّامہ رضاؔ نے مخصوص حالات و کیفیات سے متأثر ہو کر، اپنے جذبات کی

نظم میں ترجمانی کی اور جتنا بھی لکھا، خوب لکھا اور اَغیار تک سے، دادِ تحسین پائی۔

جَزالَت و اِنسجام، سلاست و سادگی اور بے ساختگی و روانی

آپ کے عربی کلام کی خصوصیات ہیں۔

عربی تراکیب کی بندش اور مناسب و برمحل الفاظ کے استعمال پر

آپ کو مکمل قدرت، حاصل تھی۔

تشبیہات واستعارات، وغیرہ، لفظی ومعنوی صنائع اور ضربُ الامثال کا
بےتکلُّف اور مناسب انداز میں استعمال ہے۔

آپ کا کلام، تصنُّع اور شعری عیوب سے پاک ہے۔
آپ، نظم میں مشکل پسندی کے قائل، نہیں تھے۔
اور زیادہ تر، برجستہ ہی موزوں ومقفّیٰ لکھتے۔
آپ پر، عربیت کا غلبہ، اِس قدر تھا کہ:

آپ کا اردو کلام، نہ صرف ہزاروں عربی الفاظ وتراکیب پر مشتمل ہے
بلکہ اردو کلام کے ضمن میں عربی اشعار، مصرعوں اور جملوں کا
بےارادہ استعمال ہوا ہے۔
جیسا کہ ''حدائقِ بخشش'' کے مطالعہ سے، ظاہر ہوتا ہے۔
آپ کی اردو شاعری، اُردوئے معلیٰ کا اعلیٰ شاہکار ہے۔
اسی لئے، میں، بلاخوفِ تردید کہہ سکتا ہوں کہ:
آپ کے اردو کلام سے بھی، درحقیقت، وہی لطف اندوز ہوسکتا ہے
جسے، عربی وفارسی پر عبور ہو، یا کم ازکم، اردو زبان کا اچھا فاضل ادیب ہو۔''

(ص۴۴۹۔''**امام احمد رضا نمبر**''ماہنامہ اُلمیزان، بمبئی، ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء)

شعبۂ اردو، جامعہ ازہر، مصر کے استاذ، ڈاکٹر حازِم عبدالرحیم محفوظ نے
امام احمد رضا کے عربی اشعار، جمع کرکے، انھیں کتابی شکل میں شائع کردیا ہے
اور رضویات کے موضوع پر عربی زبان میں مسلسل لکھ رہے ہیں۔
اور دیگر مصری اَصحابِ علم وقلم کو، رضویات کی طرف، متوجہ کررہے ہیں۔
نعت گوئی کے تعلق سے امام احمد رضا کے یہ کلمات وارشادات
آبِ زر سے لکھے جانے لائق ہیں:

''حقیقتاً، نعت شریف لکھنا، نہایت مشکل ہے۔
جس کو لوگ، آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔
اگر، بڑھتا ہے، تو، الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے، تو تنقیص ہوتی ہے۔
البتّہ، حمد، آسان ہے کہ اس میں راستہ، صاف ہے، جتنا چاہے، بڑھ سکتا ہے۔

غرض، حمد میں اصلاً، حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب
سخت حد بندی ہے۔'' (ص۔۱۴۱۔ الملفوظ، حصہ دوم۔ رضا اکیڈمی۔ ممبئی)

تصوّف

امام احمد رضا، اِحسان و تصوف اور احتیاط و تقویٰ کے باب میں بھی نمایاں حیثیت کے مالک ہیں۔ کیوں کہ علم و عمل میں احکامِ شریعت کی پابندی اور اتّباعِ سنّت سے
آپ کی پوری زندگی، معمور ہے اور اَکابر و اَبرار و صالحین کے فیضانِ نظر سے آپ کا ہر گوشۂ حیات، پُر نور رہے۔
آپ کے فتاویٰ میں فکر و اعتقاد اور علم و عمل سے متعلق، مسائلِ تصوف اور رُموز و اَسرارِ طریقت، جا بجا ملتے ہیں۔ حقائق و اَسرارِ تصوف کے حل میں آپ کے قلم کی جولانی
اور فکر کی نکتہ رسی، بڑے بڑے باکمال اصحابِ تصوف کو، وَرطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے۔
محبُّ الرسول، تاجُ الفحول، حضرت مولانا عبدالقادر، بدایونی (متوفی ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء) اور اپنے والد ماجد، حضرت مولانا نقی علی، بریلوی (متوفی ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) کے ہمراہ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں آپ، بعمر بائیس (۲۲) سال، جب، مارہرہ مطہّرہ پہنچے
تو، خاتم الاکابر، حضرت سید شاہ آلِ رسول، احمدی، قادری، برکاتی، مارہروی (متوفی ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء) نے بیعت کے ساتھ ہی آپ کو اجازت و خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔
جب کہ دوسرے مریدین کو، ریاضت و مجاہدہ اور تطہیر و تزکیہ کے بعد
اگر، قسمت یاوری کرتی، تو، یہ سعادت، میسر آتی تھی۔
حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد، نوری، مارہروی (متوفی ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) نے عرض کیا:
حضور! آپ نے، انھیں، بلا ریاضت و مجاہدہ، خلافت، عطا فرمادی، اس کی کیا وجہ ہے؟
حضرت سید شاہ آلِ رسول، مارہروی نے ارشاد فرمایا:
''اور لوگ، میلا کچیلا، زنگ آلود دل لے کر آتے ہیں۔
جس کی تطہیر و تزکیہ کے لئے ریاضت و مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔
یہ مُصفّٰی و مزکّٰی قلب لے کر آئے ہیں

انھیں، ریاضت ومجاہدہ کی کیا ضرورت تھی؟
صرف، اِتّصالِ نسبت کی ضرورت تھی، جو، بیعت کے ساتھ ہی، حاصل ہو گیا۔
مزید فرمایا — مجھے، بڑی فکر تھی کہ:
بروزِ حشر، اگر، اَحکم الحاکمین نے سوال فرمایا کہ:
آلِ رسول! تو میرے لئے کیا لایا ہے؟ تو میں، کیا پیش کروں گا؟
مگر، اللہ کا شکر ہے کہ آج، وہ فکر، دور ہو گئی۔
اُس وقت، میں احمد رضا کو پیش کر دوں گا۔''
(شمارہ پنجم تا دہم ۔ترجمانِ اہلِ سنّت۔ پیلی بھیت ودیگر کتب ورسائل)
فنِ تصوف میں آپ کی بلند پایہ شخصیت کے عرفان کے لئے
مندرجہ ذیل کتب ورسائل کا مطالعہ، مفید ثابت ہوگا:
فتاویٰ رضویہ، اَلملفوظ، حدائقِ بخشش، مقالِ عُرفا باعزازِ شرع وعُلما۔
اَلْیَاقُوْتَةُ الْوَاسِطَة، اَلزُّبْدَةُ الزَّکِیَّة، نقاءُ السَّلافة۔
کشفِ حقائق واَسرارِ ودقائق، اَزہار الانوار، اَلزَّمْزَمَةُ الْقُمَرِیَّه، وغیرہ۔

تبحّرِ علمی

امام احمد رضا کے تبحّرِ علمی اور جلالتِ شان کا اندازہ، اِس سے لگایا جا سکتا ہے کہ:
پچاس سے زائد علوم وفنون میں گہری بصیرت کے حامل اور اجتہادی شان کے
آپ، مالک تھے۔ آپ کا سینہ، علوم ومعارف کا گنجینہ اور ایک بیکراں سمندر تھا۔
جس میں، ہر طرف، بیش بہا لعل وجواہر، بکھرے ہوئے تھے۔
کئی ایک علوم وفنون ایسے ہیں، جن میں آپ کی مہارت، حدِّ ایجاد تک پہنچی ہوئی تھی۔
آپ کا ایک رسالہ، فنِ تخریجِ حدیث میں اَلرَّوْضُ الْبَهِیْج فِی آدَابِ التَّخْرِیْج ہے۔
جس پر تبصرہ کرتے ہوئے، مشہور مؤرخ، مولانا رحمٰن علی لکھتے ہیں:
''اگر، پیش ازیں کتابے، دریں فن، نیافتہ شود
پس، مصنف را، موجدِ تصنیف ہذا، می تواں گفت۔

(ص ۱۷۔ ''تذکرۂ عُلماے ہند'' فارسی۔ نولکشور، لکھنؤ)

اگر (فنِ تخریجِ حدیث میں) اور کوئی کتاب، نہ ہوتی

تو، مصنف کو، اس کا موجد کہا جا سکتا ہے۔''

حضرت شاہ ابوالحسن زید، فاروقی، مجدِّدی (درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، چتلی قبر، دہلی) تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا مفتی محمد مظہر اللہ صاحب، پیش امام جامع مسجد، فتحپوری، دہلی نے

عاجز سے بیان کیا۔

میں نے، اُضحیہ کے متعلق، مولانا احمد رضا خاں صاحب سے کچھ دریافت کیا۔

آپ نے، اپنے ہاتھ سے مفصَّل جواب، تحریر کیا۔

آپ نے بھیڑ کی اتنی قسموں کا بیان کیا کہ میں متعجب رہ گیا۔

(مفتی صاحب نے تعداد بتائی تھی، لیکن، عاجز، بھول گیا)

میں نے، اس تحریر کو حفاظت سے رکھا تھا۔ ایک دن، میں اس کو دیکھ رہا تھا کہ:

مولانا مفتی کفایتُ اللہ صاحب تشریف لے آئے۔

اس تحریر کا مطالعہ کیا اور مجھ سے کہا:

اس میں کلام نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا علم، بہت وسیع تھا۔''

(ص ۶۔ ''امام احمد رضا نمبر'' ہفت روزہ، ہجوم، نئی دہلی، دسمبر ۱۹۸۸)

مولانا محمود احمد، قادری، رفاقتی، مظفر پوری، مؤلِّفِ ''تذکرۂ عُلماے اہلِ سنَّت'' لکھتے ہیں کہ:

حکیم عبد اللطیف فلسفی، خاندان اَطِبَّاے لکھنؤ کے چشم و چراغ اور طبیہ کالج، مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ کے پرنسپل تھے۔ انھوں نے، ایک موقع پر، بیان کیا کہ:

دار العلوم معینیہ عثمانیہ، اجمیر شریف کے ایک امتحان کے موقع پر

نواب صدر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمٰن، شیروانی، سابق صدر اُمورِ مذہبی حیدر آباد، دکن نے

اکابر عُلما، حضرت حکیم سید برکات احمد، ٹونکی و حضرت مولانا سید مہر علی شاہ، گولڑوی

و استاذ العلما، حضرت مولانا مشتاق احمد، کان پوری و حضرت مولانا سید سلیمان اشرف

چیئر مین اسلامک اسٹڈیز، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ سے **دریافت کیا کہ:**

حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عمامہ شریف میں کتنے پیچ ہوتے تھے؟

مولانا سید سلیمان اشرف نے فرمایا:

اس کا جواب، صرف مولانا احمد رضا بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ دیتے۔

مگر، افسوس کہ وہ اب، اس دنیا میں، نہیں۔''

(ص ۱۸۔ تقدیمِ مکتوباتِ امام احمد رضا، مکتبہ نبویہ، لاہور۔ مطبوعہ ۱۹۸۶ء)

پروفیسر محمد مسعود احمد، مجدّدی (کراچی) فرزندِ حضرت مفتی محمد مظہر اللہ، دہلوی نے امام احمد رضا کے تبحرِ علمی اور مہارت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''فاضلِ بریلوی نے، علومِ درسیہ کے علاوہ، دیگر علوم و فنون کی تحصیل کی۔
اور بعض علوم و فنون کی تو خود آپ کی طبعِ سلیم نے رہنمائی کی۔
ایسے تمام علوم و فنون کی تعداد ۴۵ ہے، جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) علمِ قرآن (۲) علمِ حدیث[۱] (۳) اصولِ حدیث (۴) فقہ (جُملہ مذاہبِ فقہیہ) (۵) اصولِ فقہ (۶) جَدل (۷) تفسیر (۸) عقائد (۹) کلام (۱۰) نَحو (۱۱) صَرف (۱۲) معانی (۱۳) بیان (۱۴) بدیع (۱۵) منطق (۱۶) مناظرہ (۱۷) فلسفہ (۱۸) تکسیر (۱۹) ہیئت (۲۰) حساب (۲۱) ہندسہ[۲] (۲۲) قرأۃ (۲۳) تجوید (۲۴) تصوف (۲۵) سلوک (۲۶) اخلاق (۲۷) اسماءُ الرِّجال (۲۸) سِیَر (۲۹) تاریخ (۳۰) لُغت (۳۱) ادب[۳] (۳۲) ارثما طیقی (۳۳) جبر و مقابلہ (۳۴) حساب سینی (۳۵) لوگارثم (۳۶) توقیت (۳۷) مناظر و مرایا (۳۸) اکر (۳۹) زیجات (۴۰) مثلّث کروی (۴۱) مثلّث مسطح (۴۲) ہیئتِ جدیدہ (۴۳) مربّعات (۴۴) جفر (۴۵) زائرجہ[۴]۔

مندرجہ بالا علوم کے علاوہ، علم الفرائض، عَروض و قَوافی، نجوم، اَوفاق، فنِ تاریخ (اعداد) نظم و نثرِ فارسی، نثر و نظمِ ہندی، خطِ نستعلیق وغیرہ میں بھی کمال، حاصل کیا۔
اس طرح، حضرت بریلوی نے جن علوم و فنون پر دسترس، حاصل کی
ان کی تعداد ۵۴ سے متجاوز ہوتی ہے۔

---

[۱] امام احمد رضا نے سندِ حدیثِ مسلسل، تین واسطوں سے حاصل کی۔ جس کا آپ نے الاجازاتُ الرَّضویۃ میں تفصیل کے ساتھ، ذکر فرمایا ہے۔ (۵۸ تا ۶۲) دو واسطے، قابلِ ذکر ہیں: ایک، حضرت شیخ عبدالحق، محدّث دہلوی رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعالیٰ عَلَیْہِ سے اور دوسرا حضرت شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ سے وابستہ ہے۔ [۲] ان ۲۱ علوم و فنون کے متعلق، حضرتِ بریلوی نے یہ صراحت کی ہے۔ فَھٰذِہٖ اِحدیٰ وَ عِشْرُون عِلماً اَخَذْتُ جُلّھَا بَلْ کُلَّھَا عَنْ اِمام الْعُلَماءِ خَاتِمُ الْمُحَقِّقِین سَیدُنا الْوَالِد قُدِّسَ سِرُّہٗ الْمَاجِد (ص ۳۲۔ اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِیْنَۃ) یہ ۲۱ علوم، میں نے اپنے والد ماجد (مولانا نقی علی خاں بریلوی) سے حاصل کیے۔ [۳] نمبر شمار ۲۲ سے ۳۱ تک کے علوم و فنون سے متعلق، تحریر فرمایا ہے کہ ان اساتذہ سے حاصل کیے (۱) شاہ آل رسول، مارہروی (م ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء (۲) مولانا نقی علی (م ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) (۳) شیخ احمد بن زینی وحلان، مکی (م ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ھ (۴) شیخ عبدالرحمٰن مکی (م ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء) (۵) شیخ حسین بن صالح (م ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۴ء) (۶) شاہ ابوالحسین احمد، النُّوری (۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء) [۴] (ص ۳۵ تا ص ۳۹۔ اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِیْنَۃ لِعُلَمَاءِ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃ۔ از مولانا حامد رضا، بریلوی)

ہمارے خیال میں عالَمِ اسلام میں مشکل ہی سے کوئی ایسا عالم، نظر آئے گا

جو، اس قدر فنون وعلوم پر، دستگاہ رکھتا ہو۔

(ص ۶۹۔ ۷۰۔ ''**فاضلِ بریلوی عُلمائے حجاز کی نظر میں**''۔ از پروفیسر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ، بارِ سوم۔ مرکزی مجلس رضا، لاہور)

وعظ و بیان

تحریر، تدریس، تقریر، یہ تینوں شعبے، اِبلاغ و تبلیغ کا مؤثر ترین ذریعہ ہیں۔

میرے استاذِ گرامی، حافظِ مِلّت، مولانا شاہ عبدالعزیز، محدِّث مبارکپوری

بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور (متوفی ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء) فرمایا کرتے تھے کہ:

''سب سے زیادہ مشکل کام، تحریر ہے۔ اس کے بعد، تدریس ہے۔

اور تقریر، سب سے آسان کام ہے۔''

امام احمد رضا نے تحریر کو، سب سے زیادہ اہمیت دی اور ان کی زندگی کا بیشتر حصہ فتاویٰ نویسی میں گذرا۔ وعظ و بیان، سال میں دو ایک بار کیا کرتے تھے۔

وہ بھی، محتاط انداز میں پورے عالمانہ وقار کے ساتھ ہوتا تھا۔

تین مواقع پر آپ کا وعظ و بیان، خاص طور سے ہوا کرتا تھا۔

اولاً: جلسۂ دستار بندیِ مدرسہ اہلِ سنّت و جماعت، مسجد بی بی جی۔ محلّہ بہاری پور، بریلی۔

ثانیاً: ۱۲ر ربیع الاول شریف، در بریلی شریف۔

ثالثاً: ۱۸ر ذوی الحجہ، عرسِ حضرت مولانا سید آلِ رسول، مارہروی قُدِّسَ سِرُّہٗ، در بریلی شریف

تدریس

علومِ دینیہ کی تحصیل کے بعد، امام احمد رضا نے، تدریس کی طرف، خاطر خواہ توجہ دی۔

تشنگانِ علوم، جوق در جوق آپ کے کاشانۂ اَقدس پر حاضر ہوتے اور چشمۂ علم و حکمت سے سیراب ہوتے۔ آپ کی تدریسی مہارت کی شہرت اُس وقت کے تمام مدارسِ دینیہ میں پھیلی ہوئی تھی اور بڑے بڑے اساتذہ، آپ کے علم وفضل کے معترف و مداح تھے۔

آپ کی درس گاہِ علم و حکمت سے ایسے ایسے مشاہیر واَعیان

اور بے مثال عُلما وفُضَلا پیدا ہوئے

جنھوں نے، اپنے اپنے میدان میں امتیازی شان پیدا کی اور بلند وقد آور شخصیت کے مالک بن کر، آفتاب و ماہتاب کی طرح، مدتُ العمر چمکتے اور دمکتے رہے۔

امام احمد رضا نے، باضابطہ کسی مدرسہ میں مدرس بن کر نہیں پڑھایا کہ:

رجسٹر داخلہ سے طلبہ کا نام، معلوم کیا جا سکے۔

اپنی تصنیفات ودیگر علمی ودینی خدمات سے جو حضرات، مشہور ہوئے

اُن کے اسمائے گرامی، حسبِ ذیل ہیں:

(۱) مولانا حسن رضا (۲) مولانا محمد رضا (۳) مولانا حامد رضا (۴) مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی (۵) مولانا سید محمد اشرفی، کچھوچھوی (۶) مولانا ظفر الدین، رضوی (۷) مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی (۸) مولانا حسنین رضا (۹) مولانا سلطان احمد، بریلوی (۱۰) مولانا سید احمد امیر، بریلوی (۱۱) مولانا حافظ یقین الدین (۱۲) مولانا عبدالکریم (۱۳) مولانا سید نور احمد، چاٹگامی (۱۴) مولانا منور حسین (۱۵) مولانا واعظ الدین (۱۶) مولانا سید محمد عبدالرشید، عظیم آبادی (۱۷) مولانا غلام محمد بہاری (۱۸) مولانا حکیم عزیز غوث (۱۹) مولانا نواب مرزا (۲۰) ابوالحسنات، مولانا سید محمد احمد، قادری (۲۱) مولانا قلندر علی، سہروردی (۲۲) مولانا سید ایوب علی، رضوی (۲۳) مولانا محمد حسین، فیروز پوری۔

وَغیرھُم۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعالیٰ عَلَیُھِمُ اَجْمَعِین۔

کتب ورسائل

ابوالبرکات، مولانا سید احمد، قادری، شیخ، الحدیث مرکزی دارالعلوم حزبُ الاحناف لاہور (متوفی ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء) فرماتے ہیں کہ:

"جب، اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کی عمر شریف، پچاس برس ہوگئی

تو، آپ نے اپنی تمام تر توجہ، تصنیف وتالیف کی طرف پھیر دی۔

اور فرمایا: ایک دَور یعنی نصف صدی گذر گئی، زمانے کے حالات، بدل گئے۔

اب، ہمیں بھی اپنی عادت میں تبدیلی کرنی چاہیے۔"

چوں کہ لوگ تحریر سے زیادہ استفادہ کرتے ہیں

اس لئے اعلیٰ حضرت، **تقریر کی بہ نسبت، تحریر کی طرف زیادہ توجہ فرمایا کرتے تھے۔"**

(ص ۲۴۔ "**یادِ اعلیٰ حضرت**" از مولانا عبدالحکیم، شرف قادری۔ مکتبہ قادریہ، لاہور)

کثیر علوم وفنون میں امام احمد رضا کی عظیم قلمی خدمات کی ایک نامکمل فہرست، درج ذیل ہے:

علم	تعداد	علم	تعداد	علم	تعداد
(۱) تفسیر	۱۶	(۲) اصولِ تفسیر وعلومُ القرآن	۱	(۳) رسمِ خطِ قرآن	۱
(۴) حدیث	۳۶	(۵) اَسانیدِ حدیث	۳	(۶) اصولِ حدیث	۰
(۷) اَسْمَاءُ الرِّجَال	۷	(۸) جَرح وتَعدیل	۲	(۹) تخریجِ احادیث	۴
(۱۰) لُغتِ حدیث	۱	(۱۱) فقہ	۲۸۰	(۱۲) اصولِ فقہ	۷
(۱۳) رسم المفتی	۳	(۱۴) فرائض	۴	(۱۵) تجوید	۴
(۱۶) عقائد وکلام	۱۲۵	(۱۷) سِیَر	۶	(۱۸) مناظرہ	۵
(۱۹) تصوف	۱۳	(۲۰) اخلاق	۳	(۲۱) سلوک	۴
(۲۲) فضائلِ رسول	۲۶	(۲۳) مناقب	۱۷	(۲۴) اَذکار	۸
(۲۵) اَوفاق	۱	(۲۶) تکسیر	۵	(۲۷) جَفَر	۸
(۲۸) توقیت	۱۷	(۲۹) تاریخ	۸	(۳۰) شعر وادب	۲۱
(۳۱) مکتوبات	۲	(۳۲) ملفوظات	۲	(۳۳) اصلاح ونصائح	۳
(۳۴) نَحو	۲	(۳۵) صَرف	۱	(۳۶) لُغَت	۳
(۳۷) عَروض	۱	(۳۸) خطبات	۱	(۳۹) تعبیر	۱
(۴۰) نجوم	۵	(۴۱) ہندسہ	۵	(۴۲) حساب	۵
(۴۳) ریاضی	۶	(۴۴) لوگارثم	۲	(۴۵) علمِ مثلَّث	۳
(۴۶) ہیئت	۱۶	(۴۷) زیجات	۷	(۴۸) منطق	۳
(۴۹) فلسفہ	۵	(۵۰) جَبر ومقابلہ	۳	(۵۱) اَرثما طیقی	۳

چودھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی کے نصفِ اول میں

امام احمد رضا نے وقت کی صحیح نباضی کی اور اپنے تجربات کی روشنی میں، یہ حکیمانہ فیصلہ فرمایا کہ:

"زمانے کے حالات، بدل گئے ہیں۔ اب ہمیں بھی اپنے اندر، تبدیلی پیدا کرنی چاہیے۔"

اور وہ یہ کہ تصنیف وتالیف کی جانب، سب سے زیادہ توجہ دی جائے۔

کیوں کہ اس کے ذریعہ اپنی تحقیقات اپنے خیالات اور پیغامات

اس طرح، محفوظ ہو جاتے ہیں کہ:
صدیوں تک آنے والی نسلیں، ان سے استفادہ کرتی رہیں گی۔
اور ہماری آواز، دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل جائے گی۔
اس طرح، ہم، اپنے دین وایمان کی تبلیغ واشاعت، اس کی نصرت وحمایت اور اپنی قوم ومِلّت کی بیش از بیش خدمات، انجام دے سکیں گے۔

غیرت وحمِیّتِ اسلامی

امام احمد رضا کی شدّت اور سختیِ مزاج کا شکوہ، بہت سے لوگوں کو ہے۔
جو، درحقیقت، غیرتِ اسلامی اور حَمِیَّتِ مِلّی تھی۔ اور وہ، ہرگز، ایسی نہیں تھی جس کا متعصّبانہ وجارحانہ شکوہ، مولانا ابوالحسن علی، ندوی (متوفی دسمبر ۱۹۹۹ء) ناظمِ دارالعلوم ندوۃُ العلما لکھنؤ کو ہے کہ:

شدید الُمعارضۃ۔ شدید الِاعُجاب بِنَفُسہٖ وَ عِلمہٖ۔
قلیل الاعتراف بِمُعَاصِرِیہ وَمُخَالِفِیُہِ ۔ شدید الُعِنَاد وَ التَّمَسُّك بِرَائِہٖ۔
(ص ۴۹۔ نُزھۃُ الُخَواطر۔ جلدِ ہشتم۔ مطبوعہ حیدرآباد، دَکن)

''بہت ہی جھگڑالو، اپنی ذات اور اپنے علم پر متکبر، اپنے معاصرین اور مخالفین کے علم وفضل کو، بہت کم ماننے والے، عِنَاد وخود رائی کے عادی تھے۔''

ایک بار، امام احمد رضا کی حِدَّت وغیرت کا تذکرہ تھا۔
ایک صاحب نے عرض کیا: ایک تو مزاج، گرم، دوسرے علم کی گرمی۔
اس پر، ارشاد فرمایا کہ:
حدیث میں ہے: اِنَّ الُحِدَّۃَ تَعُتَرِی قُرَّاءَ اُمَّتِی لِعِزَّۃِ الُقُرآنِ فِی اَجُوَافِھِم۔
میری امت کے عُلَما کو گرمی پیش آئے گی، قرآن کی عزت کے سبب جو، ان کے دلوں میں ہے۔'' (اَلملفوظ۔ حصہ چہارم)
مختلف باطل تحریکات کے پھیلتے اور بڑھتے ہوئے اثرات اور ان سے شدید قلمی ولسانی پیکار

وغیرہ آپ کی غیرتِ اسلامی وحَمِیَّتِ مِلِّی میں اضافہ کے محرِّک، ثابت ہوئے۔

امام احمد رضا کے قدم اور قلم، رضا و غضب، ہر حال میں اِعتدال و سنجیدگی کے ساتھ اٹھتے۔
اور کوئی بھی فتویٰ و فیصلہ، کبھی کسی بے اِعتدالی کی نذر نہ ہوتا۔
جس کی شہادت آپ کی سیکڑوں تحریرات دے رہی ہیں۔

مولانا کوثر نیازی (متوفی ۱۹۹۴ء) شاگردِ مولانا محمد ادریس، کاندھلوی و مولانا امین احسن اصلاحی، ایک زمانے تک، جماعتِ اسلامی کے سرکردہ رہنما اور اپنے وقت کے کثیر الاشاعت ہفت روزہ، **شہاب**، لاہور کے مدیر اعلیٰ بھی تھے۔

پھر ۱۹۷۴ء تا ۱۹۷۷ء۔ حکومتِ پاکستان کے مرکزی وزیر مذہبی امور، رہے۔

انھوں نے حق پسندی کا ثبوت ہوئے ۱۴؍ستمبر ۱۹۹۰ء کی امام احمد رضا کانفرنس، کراچی میں ایک بڑا فاضلانہ مقالہ، پیش کیا، جو روزنامہ، جنگ، کراچی میں شائع ہو کر مقبول ہوا۔

اپنے اس مقالہ کے اندر، مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں کہ:

''جس تشدُّد کی دُہائی دی جاتی ہے، وہی، ان کی ذات کی پہچان
اور پوری حیات کا عرفان ہے۔ وہ، فنافی الرسول تھے۔
اس لئے ان کی غیرتِ عشق، اِحتمال کے درجے میں بھی
توہینِ رسول کا کوئی، خفی سے خفی پہلو بھی برداشت کرنے کو تیار نہ تھی۔
دَمِ آخر یں اپنے عقیدت مندوں اور اپنے وارثوں کو، جو وصیت کی، وہ، بھی، یہی تھی کہ:
''جس سے اللہ اور اس کے رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ
پھر، وہ، تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً، اُس سے جدا ہو جاؤ۔
جس کو، بارگاہِ رسالت میں، ذرا بھی گستاخ، دیکھو
پھر، وہ، کیسا ہی بزرگ و معظَّم کیوں نہ ہو
اپنے اندر سے، اسے، دودھ کی مکھی کی طرح، نکال کر پھینک دو۔'' (وصایا شریف)

(دو پیراگراف کے بعد) **حقیقت میں جسے لوگ، امام احمد رضا کا تشدُّد، قرار دیتے ہیں**
وہ، بارگاہِ رسالت میں ان کے ادب و احتیاط کی رَوِش کا نتیجہ ہے۔
(چند سطروں کے بعد) **ادب و احتیاط کی یہی رَوِش**

امام احمد رضا کی تقریر و تحریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے۔
یہی، ان کا سوزِ نہاں ہے، جو، ان کا حرزِ جاں ہے۔
ان کا طُغرائے ایماں ہے۔ ان کی آہوں کا دھواں ہے۔
حاصلِ کون و مکاں ہے۔ برتر از این و آں ہے۔
باعثِ رشکِ قُدسیاں ہے۔ راحتِ قلوب عاشقاں ہے اور سرمۂ چشمِ سالکاں ہے۔"

(ص ۱۹۔ امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت۔ از کوثر نیازی۔ مطبوعہ کراچی۔ ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء)

مسئلۂ تکفیر

امام احمد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی پر، تکفیرِ مسلمین کا الزام
ان کے مخالفِ مسلک ہم عصروں نے لگایا اور ایک پُر زور پروپگینڈہ مُہم کے ذریعہ
آپ کو مسلمانوں کے اندر، بدنام کرنے کی کوشش کی گئی۔
جس پر آپ نے خود تبصرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"ناچار، عوام مسلمین کو، بھڑکانے اور دن دَہاڑے، ان پر اندھیری ڈالنے کو
یہ چال چلتے ہیں کہ
عُلمائے اہلِ سنّت کے فتویٰ تکفیر کا کیا اعتبار؟
یہ لوگ، ذرا ذرا سی بات پر، کافر کہہ دیتے ہیں۔
ان کی مشین میں ہمیشہ، کفر ہی کے فتوے، چھپا کرتے ہیں۔
اسمٰعیل، دہلوی کو، کافر کہہ دیا۔ مولوی اسحٰق صاحب کو، کافر کہہ دیا۔ مولوی
عبدالحئی صاحب کو، کہہ دیا۔ پھر، جن کی حیا اور بڑھی ہوئی ہے
وہ اتنا اور ملاتے ہیں کہ معاذَ اللّٰہ!
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو، کہہ دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب کو، کہہ دیا۔
حاجی امداد اللہ صاحب کو، کہہ دیا۔ مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب کو، کہہ دیا۔
یا۔ پھر، جو پورے ہی حدِ حیا سے اونچے گذر گئے ہوتے ہیں
وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ:

عیاذاً باللّٰہ عیاذاً باللّٰہ! حضرت شیخ مجدّدِ الفِ ثانی، رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کو، کہہ دیا۔
غرض، جسے، جس کا زیادہ معتقد پایا، اس کے سامنے
اسی کا نام لے لیا کہ انھوں نے، اسے، کافر کہہ دیا۔
یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگواروں نے مولانا مولوی شاہ محمد حسین
الہٰ آبادی، مرحوم ومغفور سے جاکر، جَڑ دی کہ:
مَعَاذَ اللّٰہ ، مَعَاذَ اللّٰہ، مَعَاذَ اللّٰہ
حضرت سیدنا شیخ اکبر، محی الدین ابن عربی قُدِّسَ سِرُّہٗ کو، کافر کہہ دیا۔
مولانا کو اللہ تعالیٰ، جنتِ عالیہ، عطا فرمائے۔ انھوں نے آیت کریمہ
اِنْ جَآءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا پر عمل فرمایا۔ خط لکھ کر، دریافت کیا۔
جس پر یہاں سے رسالہ اِنْجِاءُ الْبَرِی عَنْ وَسْوَاسِ الْمُفْتَرِی لکھ کر
اِرسال ہوا۔'' (ص ۷۰۔۷۱۔ **تمہید ایمان**۔ از امام احمد رضا، مطبوعہ مبارکپور)
اور اِس دَور میں بھی، اس الزام کو، اسی طرح، ملمع سازی کر کے لوگوں کے سامنے
پیش کیا جاتا ہے۔ مولانا ابوالحسن علی، ندوی، ناظمِ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ لکھتے ہیں:
کَانَ مُتَشَدِّداً فِی الْمَسَائِلِ الْفِقْھِیَّۃِ وَ الْکَلَا مِیَّۃ
مُتوسِّعاً وَ مُسَارِعاً فِی التَّکْفِیْر۔
قَدْ حَمَلَ لِوَاء التَّکْفِیْر وَالتَّفْرِیْق فِی دِیَارِ الْھِنْد
فِی الْعَصْرِ الْاَخِیْر۔ (نُزْھَۃُ الْخَوَاطِر۔ جلد ہشتم۔ مطبوعہ: حیدرآباد، دکن)
''وہ، فقہی اور کلامی مسائل میں تشدُّد پسند، دائرۂ تکفیر کو پھیلانے
اوراس میں جلد بازی کرنے والے تھے۔
آخر عہد میں ہندوستان کے طول وعرض میں تکفیر وتفریق کے علمبردار تھے۔''
اسی طرح، مولانا عبدالرزاق، ملیح آبادی، بڑی بے با کی سے لکھتے ہیں:
''یاد رہے، مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنے اوراپنے معتقدوں کے سِوا
دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر، بلکہ ابوجہل وابولہب سے بڑھ کر، اکفر سمجھتے تھے۔
(**ذکرِ ابوالکلام آزاد**۔ ص ۱۲۱، از مولانا عبدالرزاق، ملیح آبادی)
اس مسئلہ میں آپ کے حزم واحتیاط کو دیکھتے ہوئے

حضرت شیخ عبدالقادر توفیق، شلبی، طرابلسی (مدرسِ حرمِ طیبہ) تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارے سردار (مولانا احمد رضا) نے، اُس وقت تکفیر کی راہ اختیار کی
جب کہ نورِ ثبوت پایا اور ائمّۂ مجتہدین کی قطعی حجتوں پر اعتماد فرمایا۔
نہ محض اندازہ اور خبر کی بنیاد پر۔ اس دن کا خوف کرتے ہوئے، جس میں
آنکھیں، پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔'' (ملخص ترجمہ از حُسَامُ الحَرَمَین)

آپ نے جن مصنفین وعُلماے دیوبند کی عبارتوں پر شرعی گرفت کی تھی، ان پر فوراً ہی اپنا شرعی فیصلہ، صادر نہیں فرمایا، بلکہ ان کے ساتھ، خطوط، رجسٹریاں، اِنتباہ وغیرہ کا ایک طویل سلسلہ جاری رہا۔ اِتمامِ حجت کے لئے تقریباً پندرہ سال کے بعد اَلْمُعْتَمَدُ الْمُسْتَنَد (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) تحریر فرمایا۔ اپنی احتیاط فی التکفیر کا ذکر فرماتے ہوئے ایک جگہ، خود تحریر فرماتے ہیں:

''اٹھہتر (۷۸) وجوہ سے، بحکمِ فُقہاے کرام، لزومِ کفر کا ثبوت دے کر
یہی لکھ چکا تھا کہ:
ہزار بار، حَاشَ لِلّٰہِ — میں، ان کی تکفیر، ہرگز پسند نہیں کرتا — جب کیا
ان سے کوئی ملاپ تھا، اب، رنجش ہوگئی؟ — جب ان سے جائداد کی
کوئی شرکت نہ تھی، اب، پیدا ہوگئی؟ — حَاشَ لِلّٰہ —
مسلمانوں کا علاقۂ محبت، صرف محبتِ خدا ورسول ہے۔''
(**تمہید ایمان از امام احمد رضا**، مطبوعہ مبارکپور)

اسی موضوع پر، تبصرہ کرتے ہوئے
مولانا مرتضٰی حسن، دربھنگوی، ناظمِ تعلیمات، دارالعلوم، دیوبند لکھتے ہیں:

''جیسے کسی مسلمان کو، اِقرارِ توحید ورسالت، وغیرہ، عقائدِ اسلامیہ کی وجہ سے
کافر کہنا، کفر ہے، کیوں کہ اُس نے، اسلام کو، کفر بتایا۔
اسی طرح، کسی کافر کو، عقائدِ کفریہ کے باوجود، مسلمان کہنا بھی، کفر ہے۔
کیوں کہ اس نے کفر کو اسلام بتایا —
حالاں کہ کفر، کفر ہے — اور اسلام، اسلام ہے —
اس مسئلہ کو، مسلمان، خوب اچھی طرح سمجھ لیں —
اکثر لوگ، اس میں احتیاط کرتے ہیں — حالاں کہ احتیاط، یہی ہے کہ:

جو، مُنکرِ ضروریاتِ دین ہو، اسے، کافر کہا جائے ــــــ
کیا، منافقین، توحید و رسالت کا اقرار، نہ کرتے تھے؟ ــــــ
پانچوں وقت، قبلہ کی طرف، نماز، نہ پڑھتے تھے؟
مسیلمہ کذّاب وغیرہ، مُدَّعیانِ نبوت، اہلِ قبلہ، نہ تھے؟ ــــــ
انھیں بھی، مسلمان کہو گے؟''

(ص ۹۔ اَشَدُّ الْعَذَاب۔ از مولانا مرتضی حسن، دربھنگوی، سابق ناظمِ تعلیمات دارالعلوم دیو بند)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''اگر (مولانا احمد رضا) خاں صاحب کے نزدیک
بعض عُلماے دیو بند، واقعی، ایسے ہی تھے، جیسا کہ انھوں نے سمجھا
تو (مولانا احمد رضا) خاں صاحب پر، ان عُلماے دیو بند کی تکفیر، فرض تھی۔
اگر، وہ، ان کو، کافر نہ کہتے، تو، خود، کافر ہو جاتے۔''

جیسے، عُلماے اسلام نے، جب مرزا (غلام احمد، قادیانی) صاحب کے
عقائدِ کفریہ، معلوم کر لیے اور وہ، قطعاً، ثابت ہو گئے تو، اب، عُلماے اسلام پر
مرزا صاحب اور مرزائیوں کو، **کافر و مرتد کہنا، فرض ہو گیا۔**
اگر، وہ، مرزا صاحب اور مرزائیوں کو، کافر نہ کہیں
چاہے، وہ، لاہوری ہوں، یا۔ قادیانی، وغیرہ۔
تو، وہ، خود کافر ہو جائیں گے۔ کیوں کہ جو کافر کو، کافر نہ کہے، وہ خود، کافر ہے۔''

(ص ۱۳۔ اشَدُّ الْعَذَاب۔ از مولانا مولانا مرتضٰی حسن، دربھنگوی، سابق ناظمِ تعلیمات دارالعلوم، دیو بند)

مولانا کوثر نیازی (متوفی ۱۹۹۴ء) سابق مرکزی وزیر مذہبی امور، حکومتِ پاکستان
اس مسئلۂ تکفیر پر، اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''میں نے، صحیح بخاری کا درس، مشہور دیو بندی عالم، شیخ الحدیث
حضرت مولانا محمد ادریس، کاندھلوی، مرحوم و مغفور سے لیا ہے۔
کبھی کبھی، اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا خاں) کا ذکر آ جاتا
تو، مولانا کاندھلوی فرمایا کرتے۔
مولوی صاحب (اور یہ مولوی صاحب، ان کا تکیۂ کلام تھا)

مولانا احمد رضا خاں کی بخشش، تو، انھیں فتوؤں کے سبب ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

احمد رضا خاں! تمھیں، ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ:

اتنے بڑے بڑے عالموں کو بھی، تم نے معاف نہیں کیا۔

تم نے سمجھا کہ انھوں نے، توہینِ رسول کی ہے، تو، ان پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا۔

جاؤ۔ اسی ایک عمل پر، ہم نے تمھاری بخشش کر دی۔''

(روزنامہ ''جنگ'' لاہور، ۳؍اکتوبر ۱۹۹۰ء)

کم وبیش، اسی انداز کا ایک اور واقعہ

مفتیِ اعظم پاکستان، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، دیو بندی سے، میں نے سُنا۔

فرمایا: ''جب، مولانا احمد رضا خاں صاحب کی وفات ہوئی

تو، حضرت مولانا اشرف علی، تھانوی کو، کسی نے آ کر، اِطلاع دی۔

مولانا تھانوی نے، بے اختیار، دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیے۔

جب دعا کر چکے، تو، حاضرینِ مجلس میں سے کسی نے پوچھا:

وہ تو، عمر بھر آپ کو، کافر کہتے رہے

اور آپ، ان کے لئے دعائے مغفرت کر رہے ہیں؟

فرمایا (اور یہی بات، سمجھنے کی ہے) کہ:

مولانا احمد رضا خاں نے، ہم پر کفر کے فتوے، اِس لئے لگائے ہیں کہ:

انھیں یقین تھا کہ: ہم نے، توہین رسول کی ہے۔

اگر، وہ، یقین رکھتے ہوئے بھی، ہم پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتے، تو خود کافر ہو جاتے۔''

(روزنامہ ''جنگ'' لاہور۔ ۳؍اکتوبر ۱۹۹۰ء)

اپنے ایک مکتوب (مؤرخہ ۲۰؍ذوالقعدہ ۱۳۲۸ھ) میں

مولانا اشرف علی، تھانوی (متوفی ۱۳۶۲ھ؍۱۹۴۳ء) کو، مخاطب کرتے ہوئے

امام احمد رضا، تحریر فرماتے ہیں کہ:

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ، اِس فقیرِ بارگاہِ غالبِ قدیر عَزَّجَلَالُہٗ کے دل میں

کسی شخص سے، نہ ذاتی مخالفت، نہ دُنیوی خصومت۔

(کچھ سطروں کے بعد)۔اَلْحَمْدُلِلّٰہ، یہ زبانی اِدِّعا نہیں، بلکہ میری کارروائیاں

اس پر، شاہدِ عدل ہیں۔ موافق ومخالف، سب دیکھ رہے ہیں کہ:

امرِ دین کے علاوہ، جتنے ذاتی حملے، مجھ پر ہوئے، کسی کی، اصلاً، پروا، نہ کی۔

(مزید چند سطروں کے بعد) ایسے وَقائع، بکثرت ہیں۔

اوراب، جو صاحب چاہیں، امتحان فرمائیں۔

اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ، ذاتی حملوں پر، کبھی اِلتفات، نہ ہوگا۔

سرکارِدوعالَم (ﷺ) سے مجھے یہ خدمت، سپرد ہوئی ہے کہ:

عزتِ سرکار کی حمایت کروں، نہ کہ اپنی۔

میں تو، خوش ہوں کہ (لوگ) جتنی دیر، مجھے گالیاں دیتے، اِفترا کرتے، برا بھلا کہتے ہیں

اتنی دیر، محمد رسول اللہ ﷺ کی بدگوئی، منقصت جوئی سے، غافل رہتے ہیں۔

میں چھاپ چکا اور پھر لکھتا ہوں کہ:

میری آنکھ کی ٹھنڈک، اس میں ہے کہ میرے آباے کرام کی آبروئیں

عزتِ محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے سِپَر رہیں۔اَللّٰھُمَّ آمِیْن۔

(ص ۱۷۰۔ **مکتوباتِ امام احمد رضا**، مکتبۂ نبویہ لاہور۔ مطبوعہ ۱۹۸۶ء)

آپ کے سامنے، جو بات اور جو تحریر بھی پہنچی، اُسے، پہلے، آپ نے ایمانی بصیرت کے ساتھ، مطالعہ فرمایا۔ کہنے والا، چاہے، اپنے وقت کا کتنا ہی، بڑا عالم وادیب، یا لیڈر کیوں نہ ہو

اُس کی جو بات، شرعی نقطۂ نظر سے قابلِ گرفت ہوتی، اس پر، آپ، مؤاخذہ فرماتے۔

خداوندِ قدُّوس نے، بہت سے لوگوں کو، توفیقِ رجوع وہدایت بخشی۔

اور وہ، اپنی ضلالت وگمراہی اور اپنے معاصی سے تائب ہوئے۔

اہلِ سنّت کے جلیل القدر عالم، حضرت مولانا عبدالباری، فرنگی محلی، لکھنوی (متوفی رجب ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء) سے تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) خلافت کمیٹی اور آزاد خیال لیڈروں کی حمایت میں قولاً وعملاً، بعض خلافِ شرع اُمور، صادر ہوئے۔

امام احمد رضا نے خطوط کے ذریعہ، ان امور کی شناعت وقباحت سے آگاہ فرمایا۔

اوران سے حسبِ حکمِ شرع، توبہ ورجوع کا مطالبہ فرمایا۔

بتوفیقِ ایزدی، وہ، اس پر آمادہ ہوئے اور حسب ذیل توبہ نامہ، شائع فرمایا:

''میں نے، بہت گناہ، دانستہ کیے اور بہت سے نادانستہ۔
سب کی توبہ کرتا ہوں ———
اے اللہ! — میں نے، جو اُمور، قولاً و فعلاً و تحریراً و تقریراً بھی کیے —
جن کو مَیں، گناہ نہیں سمجھتا تھا —
مولوی احمد رضا خاں صاحب نے، ان کو کفر، یا ضلال، یا معصیت ٹھہرایا —
ان سب سے، اور ان کے مانند اُمور سے، جن میں میرے مرشدین
اور مشائخ سے میرے لئے کوئی قُدوَہ، نہیں ہے۔ محض، مولوی صاحب
موصوف پر، اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں — اے اللہ! میری توبہ، قبول کر''
فقیر، عبدالباری عُفِیَ عَنۂ۔

(روزنامہ، ہمدم، لکھنؤ، جمعہ، ۱۱/رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۰/مئی ۱۹۲۱ء)

مولانا محمد جلال الدین، قادری (تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات، پنجاب، پاکستان)
اپنی وقیع تاریخی کتاب (''محدِّثِ اعظم پاکستان'' از ص: ۱۰۵ تا ۱۰۷۔ جلدِ اول۔
مکتبہ، قادریہ لاہور۔ ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء) میں
انجمن خُدَّامُ الحرمین، لکھنؤ (تشکیل ۱۹۲۵ء) کی جانب سے منعقد ہونے والے
نہایت اہم اِجتماع کے دَوران، پیش آمدہ ایک تاریخی واقعہ لکھتے ہیں کہ:

''اس سلسلے کا ایک واقعہ، یوں ہے:

جب، نجدیوں نے مدینہ منورہ پر، بمباری کی تھی اور مقابر و مآثر کے اِنہدام کا سلسلہ
شروع کیا تھا، اُس وقت، لکھنؤ میں ''خُدَّامُ الحرمین'' کے نام سے ایک انجمن، قائم ہوئی تھی۔
جس کے سربراہ، مولانا عبدالباری، فرنگی محلی (م ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء) عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ تھے۔
اُس وقت، مسلمانوں میں بہت زیادہ اِضطراب و ہیجان تھا۔
حرمین شریفین کی حفاظت و صیانت کے لئے ایک بڑا اِجتماع، لکھنؤ میں بلایا گیا۔
اس میں بریلی سے جماعت رضائے مصطفیٰ کا، عُلما پر مشتمل وفد
زیرِ قیادت، حضرت حُجّۃُ الاسلام، لکھنؤ پہنچا۔ وفد کے حضرات، یہ تھے:

حضرت حُجۃُ الاسلام (مولانا حامد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی) وحضرت مفتیِ اعظم، مولانا مصطفیٰ رضا، نوری، بریلوی وحضرت مولانا سید محمد میاں، مارہروی وحضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اور حضرت مولانا حشمت علی خاں، لکھنوی۔

ودیگر عُلما واراکینِ جماعتِ رضاے مصطفیٰ۔ بریلی۔

مولانا عبدالباری، فرنگی محلی نے، اپنے مالدار ورؤسا مُریدین ومُعتقِدین کے ہمراہ

حضرت حُجۃُ الاسلام کے شاندار استقبال کا اِہتمام کیا۔

جب حُجۃ الاسلام، ٹرین سے اُتر رہے تھے، تو مولانا عبدالباری نے مصافحہ کی کوشش کی

مگر، آپ نے ہاتھ، روک لیا اور مصافحہ نہ کیا۔ بلکہ فرمایا:

''مصافحہ ہوگا، مگر، پہلے، وہ مسئلہ، شرعی طریقے سے طے ہو جانا چاہیے

جس کی وجہ سے، ہماری اور آپ کی علیٰحدگی ہوئی ہے۔

مسئلہ کے طے ہونے تک، آپ کے ہاں، قیام نہ کروں گا۔

میرے ایک دوست، یہاں پر ہیں، ان کے ہاں، میرا قیام ہوگا۔''

یہ واقعہ، ایک عظیم استقبال کے موقع پر ہوا۔ مولانا عبدالباری، فرنگی محلی، ناکام، واپس آ گئے۔ ان کے لئے یہ صورتِ حال، انتہائی ناگوار تھی۔

اس واقعہ کا پس منظر، یہ تھا کہ:

تحریکِ خلافت اور تحریک تَرکِ موالات کے دَور میں

مولانا عبدالباری، گاندھی سے بہت متأثر ہوئے۔ اسی دَور میں ان سے کچھ ایسے کلمات وحَرکات، صادر ہوئے، جو ایک مسلمان کی شان کے خلاف تھے۔

امام احمد رضا نے، انہیں، توجہ دلائی کہ آپ، ان کلمات سے توبہ کریں۔

دونوں حضرات کے درمیان، مراسلت، جاری رہی۔

(اَلطَّارِیُّ الدَّارِی لِھَفَوَاتِ عبدِالباری کے نام سے مفتیِ اعظم، مولانا مصطفیٰ رضا، بریلوی نے، اس مُراسَلت کو مرتَّب کر دیا تھا، جس کی اشاعت ۱۹۲۰ء ۱۹۲۱ء ہی میں، جماعت رضاے مصطفیٰ بریلی کی طرف سے ہو گئی تھی۔ مصباحی)

مگر، معاملہ، طے نہ ہو سکا۔ اس بِنا پر، عُلماے اہلِ سنّت، اُن سے خوش، نہ تھے۔

مولانا عبدالباری، فرنگی محلی کی ناگواری دیکھ کر حضرت صدرُالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین
مرادآبادی اور مولانا عبدالقدیر، بدایونی، ان کے پاس، تشریف لے گئے اور فرمایا کہ:
مولانا! آپ کو، ناگوار نہ ہو، اس میں، ناراضی کی کوئی بات، نہیں۔
چوں کہ امام احمد رضا کا شرعی فتویٰ، آپ کے خلاف، موجود ہے۔
آپ نے، ان کے اِنتباہ کے باوجود، اپنی غیر شرعی حرکات سے (بالکلّیہ) رجوع، نہیں کیا۔
اِس لئے حضرت حُجّۃُ الاسلام نے، اس شرعی ذِمّہ داری کی بِنا پر، محض، دین کی خاطر، ایسا کیا ہے۔
اگر، انہیں، دُنیا رکھنی، منظور ہوتی، تو لکھنؤ میں آپ کی وجاہت اور آپ کے ساتھیوں کی
کثرت کو دیکھ کر، ضرور آپ سے مصافحہ فرما لیتے۔ مگر، انھوں نے، اس کی، قطعاً، کوئی پروا، نہ کی۔
بلکہ شرعی فتویٰ کا احترام کیا اور حکمِ شرعی پر، علانیہ، عمل کر کے دکھایا ہے۔
حضرت صدرُالافاضل کی، اِس تقریر پُر تاثیر کا مولانا عبدالباری پر گہرا اَثر ہوا۔
انھوں نے، اس سے متأثر ہو کر نہایت اِخلاص سے توبہ نامہ، تحریر فرما دیا۔
جب، یہ "**توبہ نامہ**" حضرت حُجّۃُ الاسلام و حضرت مفتیِ اعظم اور ان کے رُفَقا کے پاس پہنچا
تو اُن کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ سب کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو چھلکنے لگے۔
ادھر، مولانا عبدالباری نے، فوراً، کاروں کا اِہتمام فرمایا اور حُجّۃُ الاسلام و مفتیِ اعظم
اور ان کے رُفَقا کو، نہایت محبت و احترام کے ساتھ اپنے دارُالعلوم میں لائے۔
اس موقع پر، جب حضرت حُجّۃ الاسلام اور مولانا عبدالباری کا آپس میں مصافحہ و معانقہ ہوا
تو وہ منظر، نہایت ہی پُر کیف، ایمان افروز اور قابلِ دید تھا۔
حضرت حُجّۃ الاسلام کی اِستقامت علیٰ الشریعت، حضرت صدر الافاضل کی پُر خلوص مساعی
اور حضرت مولانا عبدالباری کی لِلّٰہیت نے مل کر، ایک عجیب نورانی سماں باندھ دیا۔
بعد ازاں، مولانا عبدالباری کے زیرِ اِہتمام، محفلِ میلاد ہوئی۔
حضرت حُجّۃُ الاسلام کے ہمراہ، دار العلوم منظرِ اسلام، بریلی کے طالبِ علم
(جو بعد میں شیخ الحدیث بنے) مولانا محمد سردار احمد بھی تھے۔
حضرت حُجّۃ الاسلام کے ارشاد پر حضرت شیخ الحدیث نے مولانا عبدالباری کی خدمت میں
فتاویٰ رضویہ کی جلدِ اوّل، پیش کی، جسے مولانا عبدالباری نے نہایت مسرت و احترام کے ساتھ
قبول کیا۔" (ص ۷۔ ہفت روزہ "رضائے مصطفیٰ"۔ گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان۔

شمارہ ۱۸، جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۷۹ھ۔ ومکتوبِ مولانا تقدس علی، بریلوی، متوفی ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔ بنام محمد جلال الدین قادری، محرّرہ یکم صفر المظفر ۱۴۰۷ھ)

ابوالفیض، مولانا محمد عبدالحفیظ، حقّانی، مفتیِ شاہی جامع مسجد، آگرہ

(متوفی ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء۔ کراچی) لکھتے ہیں:

''میں، خود، فرنگی محل، مدرسہ نظامیہ (لکھنؤ) کا ادنیٰ طالب علم ہوں۔

حضرت مولانا عبدالباری (فرنگی محلی) رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ سے

خاص طور پر ''شرحِ چغمینی'' پڑھی ہے۔

مگر، زمانۂ (تحریکِ) خلافت میں کچھ باتیں، ان سے سَرزد ہوگئیں، جن پر اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا، بریلوی) نے گرفت فرمائی۔ آخر کار، وصال سے کچھ پہلے

خُدّام الحرمین (لکھنؤ) کے جلسے میں، عُلماے بریلی، شریک ہوئے۔

اس وقت، حُجّۃُ الاسلام، مولانا حامد رضا خاں صاحب نے، مولانا عبدالباری صاحب سے

مصافحہ نہ کیا اور ان کے یہاں، قیام سے بھی اِنکار کردیا اور فرمایا کہ:

اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا، بریلوی) رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نے

آپ پر، جو اعتراضات کیے ہیں، ان باتوں سے رُجُوع کیجیے۔

چنانچہ، صدرُ الافاضل، حضرت مولانا نعیم الدین، مرادآبادی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کی کوشش سے (مولانا عبدالباری نے) تحریر دی۔

اس کے بعد، حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

فرنگی محل (لکھنؤ) گئے۔ دونوں میں، مصافحہ ومعانقہ ہوا۔

حضرت مولانا حامد رضا نے، حضرت مولانا عبدالباری کے ہاتھ چومے۔

اس لئے کہ وہ، صحابی کی اولاد ہیں۔ اور وہیں، قیام فرمایا۔

فقیر، اس موقع پر حاضر تھا۔ اس خوشی میں دارُ الشِّفاء (لکھنؤ) کی برفیاں آئیں۔

با قاعدہ، فاتحہ ہُوا، اَور تقسیم ہوئیں۔''

(ص: ۹۳و۹۴، **شمع ہدایت**، از مفتی محمد عبدالحفیظ حقّانی، مطبوعہ کراچی)

اسی طرح، علی برادران (مولانا محمد علی جوہر و مولانا شوکت علی) بھی

جو، تحریکِ خلافت وتَرکِ موالات کے نشہ میں چور تھے اور ان کی زبان وقلم سے

متعدد ایسے اقوال وافعال، سَرزد ہو چکے تھے، جو، شرعاً، قابلِ مؤاخذہ تھے۔
ان کی تنبیہ، اِتمامِ حجت اور خوفِ آخرت سے ہوشیار کرنے کے لئے
حضرت امام احمد رضا، بریلوی کے خلیفۂ ارشد، صدرُ الافاضل، مولانا نعیم الدین، مرادآبادی
مولانا محمد علی، جوہر، مرحوم (متوفی ۱۹۳۱ء) کے سفرِ لندن (۱۹۳۰ء) سے پہلے
ان کی قیام گاہ پر، دہلی پہنچے اور ان کو اسلامی احکام سے روشناس کراتے
اور آخرت کے عذاب وخُسران سے ڈراتے ہوئے، رجوع وتوبۂ شرعی کی دعوت وتلقین کی۔
مولانا جوہر، صدرُ الافاضل، مرادآبادی کی دعوتِ حق سے متأثر ہوئے۔
اور ان کو گواہ بنا کر توبہ کی۔
اور، ان کے بھائی، شوکت علی، مرحوم نے بھی، مرادآباد آکر
صدرُ الافاضل کے دستِ حق پرست پر، توبہ کی۔
(دیکھیے: حیاتِ صدرُ الافاضل: مؤلّفہ مولانا غلام معین الدین، نعیمی۔ مطبوعہ لاہور)
حقیقت، یہ ہے کہ امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی نے
امتیازِ حق وباطل اور اِعلاے کلمۃُ الحق کا وہ عظیم وجلیل فریضہ، انجام دیا کہ:
مجدّدِ الفِ ثانی، شیخ احمد، فاروقی، سرہندی کی طرح
آپ اپنے عہد وعصر میں سرمایۂ مِلّت کے نگہبان بن گئے۔

مسئلۂ بشریت

امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی، بشریتِ رسول (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم)
کے بارے میں واضح وصریح الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

''جو، یہ کہے کہ: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
اللہ کے بندے، نہیں۔ وہ، قطعاً، کافر ہے۔

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہ، وَ رَسولُہٗ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔
قالَ اللّٰہُ تَعالیٰ: وَ اَنَّہ، لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ یَدْعُوْہُ۔
وَقالَ تَعالیٰ: تَبٰرَکَ الَّذِی نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلیٰ عَبْدِہٖ لِیَکُونَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْراً۔

وَقالَ تَعالیٰ: سُبحٰنَ الَّذِی اَسریٰ بِعَبدِہٖ۔

وَقالَ تَعالیٰ:وَاِنْ کُنْتُمْ فِی رَیْبٍ مِّمَّا نزَّلْنَا عَلیٰ عَبْدِنَا ۔

وَقالَ تَعالیٰ:اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہٖ الْکِتٰبَ۔

وَقالَ تَعالیٰ:فَاَوْحیٰ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَا اَوْحیٰ۔

اور جو، یہ کہے کہ: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صورتِ ظاہری، بشری ہے۔ حقیقتِ باطنی، بشریت سے، اَرفع واَعلٰی ہے۔

یا۔ یہ کہ: حضور عَلَیْہِ التَّحِیَّۃُ وَ الثَّنَا، اَوروں کی مثل، بشرنہیں، وہ، سچ کہتا ہے۔

اور جو، مطلقاً، حضور سے بشریت کی، نفی کرتا ہے، وہ، کافر ہے۔

قالَ تَعالیٰ : قُلْ سُبْحٰنَ رَبِّی هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَراً رَّسُولاً ۔وَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَعلم۔

(ص ۶۷۔ **فتاویٰ رضویہ**، جلد ۶۔ مطبوعہ سنّی دارالاشاعت، مبارک پور۔ ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی)

مسئلۂ علمِ غیب

امام احمد رضا پر، ایک بہت بڑا، اِلزام، یہ ہے کہ انھوں نے
سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علم کو، علمِ الٰہی کے مساوی، قرار دیا۔
حالاں کہ علمِ خالق سے علمِ مخلوق کی، کیا نسبت؟
اور عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہادۃ، ربِّ کائنات نے
انبیا و مرسلین اور اپنے جن محبوب بندوں کو، عِلْمِ لَدُنّی اور اِطِّلَاع عَلیٰ الْغَیْب سے نوازا
اس کا بہت سے مواقع پر ظہور رہوا، جس پر، اہلِ سنّت و جماعت کا اعتقاد و اِجماع ہے۔
مخلوق میں، افضل الخلق، سیدالانبیاء والمرسلین ﷺ کو
اللہ تعالیٰ نے، جتنا علم دیا اور انھیں، جس نورِ بصیرت و نگاہِ نبوت سے نوازا
وہ اس کا فضل و احسان اور کرم و عطا ہے۔
تو، اس کے اندر، اُس مساوات کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے
جس کا جھوٹا اِنتساب آپ کی طرف کیا جا تا ہے؟

شاہ جہاں پور کے ایک صاحب آئے اور انھوں نے، اسی مساوات کی بات
امام احمد رضا کے سامنے کہی، تو آپ نے ارشاد فرمایا:
''اس کا فیصلہ، قرآن عظیم نے فرما دیا:
فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔ (سورۂ آلِ عمران: آیت ٦١)
جو میرے عقائد ہیں، وہ، میری کتابوں میں شائع ہو چکے ہیں ——
ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی نے نبیِ کریم ﷺ کو، علمِ غیب، عطا فرمایا ہے ——
وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (سورۂ تکویر: آیت ۲۴)
یہ نبی، غیب کے بتانے میں بخیل، نہیں ——''
برابر تو در کنار، میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ:
اگر، تمام اوّلین و آخرین کا علم، جمع کیا جائے
تو، اُس علم کو، علمِ الٰہی سے، وہ نسبت، ہرگز، نہیں ہو سکتی
جو ایک قطرے کے کروڑویں حصے کو، سمندر سے ہے کہ:
یہ نسبت، متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے۔ اور وہ غیر متناہی۔
متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہے؟'' (ص ۲۵۔ اَلملفوظ۔ حصہ اول۔ مطبوعہ بریلی و ممبئی)
ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:
''علمِ ذاتی، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے خاص ہے، اس کے غیر کے لئے محال ہے۔
جو، اس میں سے ایک جُز، اگرچہ ایک ذرہ سے کم کے لئے مانے
وہ، یقیناً، کافر و مشرک ہے۔
ہم، نہ علمِ الٰہی سے مساوات مانیں، نہ غیرِ خدا کے لئے علم بِالذَّات جانیں۔
اور عطائے الٰہی سے بھی، بعض علم ہی ملنا، مانتے ہیں —— نہ کہ جمیع۔
اس سے بڑھ کر، جس امر کا اعتقاد میری طرف کوئی نسبت کرے
مُفترِی کذّاب ہے۔ اور اللہ کے یہاں، اُس کا حساب ہے۔''
(ص ۲۵۔ خَالص الاعُتقاد۔ از امام احمد رضا۔ مطبوعہ بریلی)
ایک جگہ، اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علمِ الٰہی، ذاتی ہے اور علمِ خلق، عطائی ــــ وہ، واجب، یہ ممکن ــــ
وہ، قدیم، یہ حادث ــــ وہ، نامخلوق، یہ مخلوق ــــ وہ، نا مقدور، یہ مقدور
وہ، ضروریُّ البقا، یہ جائزُ الفنا ــــ وہ، ممتنعُ التغیُّر، یہ، ممکنُ التبدُّل۔''

(ص ۱۷۔ اِنباء المصطفیٰ۔ از امام احمد رضا۔ مطبوعہ بریلی)

''بلا شبہ، حق یہی ہے کہ تمام انبیا و مُرسلین و ملائکۂ مقربین کے مجموعۂ معلوم، مِل کر بھی علمِ باری تعالیٰ سے وہ نسبت نہیں رکھتے جو ایک بوند کے کروڑ ویں حصے کو، کروڑوں سمندروں سے ہے۔''

(ص ۷۷۔ فتاویٰ رضویہ۔ جلدِ ششم۔ سُنّی دارالاشاعت۔ مبارک پور۔ ضلع اعظم گڑھ)

رَدِّ بدعات و مُنکرات

امام احمد رضا نے، اپنے گراں قدر فتاویٰ میں، جا بجا، محرَّمات و مُنکراتِ شرعیہ اور بدعات و خرافات کے خلاف لکھا ہے اور مسلمانوں کو، ان سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔

حُرمتِ سجدۂ تعظیمی کے موضوع پر ایک مستقل کتاب ''اَلزُّبدَۃُ[1] الزَّکِیَّۃ فِی تَحرِیمِ سُجُودِ التَّحِیَّۃ''۔ تحریر فرمائی، جس کے اندر آپ لکھتے ہیں۔

''مسلمان! اے مسلمان! شریعتِ مصطفوی کے تابعِ فرمان!
جان اور یقین جان کہ سجدہ، حضرت عزت عَزَّ جَلَالُہٗ کے سِوا کسی کے لئے، نہیں۔
اس کے غیر کے لئے سجدۂ عبادت تو، یقیناً، اِجماعاً، شرکِ مہین و کفرِ مبین ــــ
اور سجدۂ تحیت، حرام و گناہِ کبیرہ، بِالیقین ــــ اس کے کفر ہونے میں
اختلافِ عُلمائے دین ــــ ایک جماعتِ فُقہا سے تکفیر، منقول ــــ
اور عندالتحقیق، وہ کفرِ صوری پر محمول ــــ
ہاں! مثل صنم ــــ صلیب۔ و شمس و قمر کے لئے سجدہ، مطلقاً، اِکفار ــــ
ان کے سِوا، پیر و مزار کے لئے، ہرگز ہرگز، نہ جائز و مباح ــــ بلکہ حرام
اور کبیرہ و فَحشاء'' (اَلزُّبدَۃُ الزَّکِیَّۃ۔ از امام احمد رضا۔ مطبوعہ بریلی۔

[1] اَلزُّبدہ کے بارے میں مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں وَھِیَ رِسَالَۃٌ جَامِعَۃٌ تَدُلُّ عَلی غَزَارَۃِ عِلمِہٖ وَقوۃِ استدلالِہٖ۔ یہ ایک نہایت جامع رسالہ ہے جو ان کے وفورِ علم اور قوّت استدلال پر دلالت کرتا ہے۔''
(نُزھۃ الخواطر۔ جلد ہشتم مطبوعہ حیدر آباد دکن)

مشمولہ، **فتاویٰ رضویہ**، مترجَم۔ جلد۲۲۔ مطبوعہ پاک و ہند)

امام احمد رضا سے ایک صاحب نے عرض کیا۔ **قبر کا اونچا بنانا کیسا ہے؟**

آپ نے ارشاد فرمایا:

''**خلافِ سنّت ہے۔** میرے والد ماجد، میری والدہ ماجدہ اور میرے بھائی

کی قبر دیکھیے، ایک بالشت سے اونچی، نہ ہوگی۔ (ص۱۷۹، اَلْملفوظ، حصہ سوم)

قبر کی طرف، نماز پڑھنے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اور قبر پر نماز پڑھنا، حرام — قبر کی طرف، نماز پڑھنا، حرام —

اور مسلمانوں کی قبر پر قدم رکھنا، حرام —

قبروں پر مسجد بنانا، یا۔ زراعت وغیرہ، حرام۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔''

(ص۸۱۔ **عرفانِ شریعت**، حصہ سوم۔ از امام احمد رضا۔ مطبوعہ میرٹھ)

بوسہ و طوافِ قبر سے متعلق ایک سوال کا جواب، تحریر فرماتے ہیں:

''**مزار کا طواف کہ بہ نیت تعظیم کیا جائے، نا جائز ہے، کہ:**

تعظیم بِالطّواف، مخصوص بخانہ کعبہ ہے —

مزار کو بوسہ، نہ دینا چاہیے۔ علما، اس میں مختلف ہیں — اور بہتر بچنا ہے —

اور، اسی میں ادب، زیادہ ہے۔'' وَاللّٰہ تَعَالیٰ اَعْلَم۔

(ص۸۔ **فتاوی رضویہ**، جلد چہارم۔ مطبوعہ مبارک پور)

مزارات پر عرس کے ایام میں عورتیں، بہت جاتی ہیں، جس سے بہت سی برائیاں پھیلتی ہیں اور تماشہ بینوں کی بہار آ جاتی ہے۔ ان کے بارے میں امام احمد رضا لکھتے ہیں:

''اور جو عورتیں، قوالی، رنڈیوں کی، اور قوالی، مردوں کی سننے جاتی ہیں

ان کو، زیارتُ القبور کو، جانا حرام ہے۔''

(ص۱۲۔ جُمَلُ النّور فِی نَهْیِ النِّسَاءِ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُور۔ **مشمولہ فتاویٰ رضویہ**، مترجَم۔ جلد نہم)

امام احمد رضا نے، اعراس میں صرف قرآن خوانی، وعظ و نصیحت، ایصالِ ثواب و دیگر اُمورِ خیر کی تلقین کی ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ رقص و سرود اور شراب و کباب کی محفلیں، جمیں۔

اور آپ، یا کوئی بھی عالمِ دین، انھیں، جائز کہے۔

بزرگوں کے اعراس، کن شرائط اور حُدود وقیود کے ساتھ، جائز ہیں؟

ان کی وضاحت ونشان دہی، امام احمد رضا کی اِس تحریر سے ہوتی ہے:

''عرسِ متعارف، مذکور فی السُّوال کہ:

ہجومِ زناں وتماشائے مَردماں وآثارِ شرکیہ واِرتکابِ معاصی ونظارۂ اَجنبیہ

ولَہو ولَعِب وطوائفانِ رقاصاں وآلاتِ مزامیر وغیرہ سے خالی ہو

بِلا شبہ، جائز درست ہے کہ اِنَّ الْاُمُورَ بِمَقَاصِدِھَا۔

اور ظاہر ہے کہ غرضِ اِنعقاد، اس مجلس سے

ایصالِ ثواب وفاتحہ وقرآن خوانی ہے۔

(ص۵۔مَوَاھِب اَرْوَاحِ الْقُدُسِ لِکَشْفِ حُکْمِ الْعُرس (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

ازامام احمد رضا۔مطبوعہ، لاہور)

مزاراتِ مقدسہ کے آس پاس، ایامِ عرس میں، جوخرافات اور بے اِعتدالیاں، عموماً، پائی جاتی ہیں، ان کا، سَدِّ باب، یقیناً، ایک شرعی فریضہ ہے اور ذمہ داروں کو، اس جانب خاطر خواہ توجہ دے کر، واہیات وخرافات چیزوں سے مَراسمِ عرس کو، پاک وصاف رکھنا چاہیے۔

بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ کچھ، ناخدا ترس لوگ، فرضی اور مصنوعی قبریں بنا کر

اعلان کردیتے ہیں کہ اِس قبر میں فلاں بزرگ، تشریف لائے ہیں۔

اوراس کے بعد، عرس ودیگر لوازمِ اَعراسِ مروَّجہ، بڑی دھوم دھام سے شروع کردیتے ہیں۔

ان سب چیزوں کے بارے میں، آپ تحریر فرماتے ہیں:

''قبرِ بِلا مقبور (فرضی قبر) کی زیارت کی طرف بلانا، اس کے لئے وہ افعال

کرنا، گناہ ہے —— اور جب کہ وہ اس پر مُصِر ہے اور باعلان کرارہا ہے

تو وہ، فاسقِ معلن ہے۔

اور فاسقِ معلن کو، امام بنانا، گناہ، اور نماز، پھیرنی، واجب ہے۔

اس جلسۂ زیارتِ قبرِ بےمقبور (فرضی قبر) میں شرکت، جائز نہیں۔

زید کے اس معاملہ سے، جو خوش ہیں، خصوصاً، جو مدد ومعاون ہیں

وہ، سب، گنہگار وفاسق ہیں۔''

(ص۱۱۵۔ **فتاوی رضویہ**، جلد چہارم۔ مطبوعہ مبارک پور)

کسی درخت، یا۔ طاق میں شہید مرد کا ہونا۔ وہاں، ہر جمعرات کو شیرینی وغیرہ کا فاتحہ دلانا۔

ہار لٹکانا۔ لوبان سلگانا۔ مرادیں مانگنا۔

یہ سب چیزیں، درست ہیں، یا نہیں؟ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:

''یہ سب، واہیات وخرافات ہیں۔ جاہلانہ حماقات وبطالات ہیں۔

ان کا ازالہ (دور کرنا) لازم۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم۔''

(ص۱۱۳۔ **احکام شریعت**، حصہ اول از امام احمد رضا)

بہت سے لوگ، محض، حظِّ نفس کے لئے بڑی دلچسپی سے قوالی (مع مزامیر) کی مجالس میں

تشریف لے جاتے ہیں۔ اور سماع فرماتے ہیں۔

جب کہ یہ طرز ورَوِش، اُن بعض عُلما ومشائخِ اہلِ سنّت کے موقف کے بھی قطعاً خلاف ہے

جنھوں نے متعدد شرائط کے ساتھ، سماع کو جائز، قرار دیا ہے۔

اور رائجُ الوقت قوالیوں میں وہ شرائط، بالکل، مفقود ومعدوم ہیں۔ **اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ**۔

امام احمد رضا، ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''خالی قوالی، جائز ہے...... اور مزامیر (بانسری، باجے وغیرہ) حرام......

زیادہ غُلو، اَب، منتسبانِ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کو ہے۔

اور حضرت، سلطانُ المشائخ، محبوب الٰہی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

فوائدالفُواد شریف میں فرماتے ہیں۔ **مزامیر، حرام است**۔

حضرت مخدوم، شرف المِلَّۃ والدین یحیٰی منیری، قُدِّسَ سِرُّہٗ نے

مزامیر کو، زنا کے ساتھ، شمار فرمایا ہے۔

اَکابر اولیا نے، ہمیشہ فرمایا ہے کہ مجرَّد شہوت پر، مت جاؤ۔'' الخ۔

(احکامِ شریعت، حصہ دوم۔ از امام احمد رضا)

ایک دوسری جگہ، تحریر فرماتےہیں:

''ایسی قوالی (جس میں ڈھول، سارنگیاں وغیرہ، بجیں) حرام ہے——

حاضرین، سب گنہگار ہیں۔

اور، ان سب کا گناہ، ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے۔ اور قوالوں کا

بھی گناہ، اس عرس کرنے والے پر — بغیر اس کے کہ، عرس کرنے والے
کے ماتھے، قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ تخفیف ہو —
نہیں — بلکہ حاضرین میں، ہر ایک پر، اپنا پورا گناہ —
اور قوالوں پر، اپنا گناہ، الگ ہے — اور سب حاضرین کے برابر، جدا۔
اور ایسا عرس کرنے والے پر، اپنا گناہ، الگ — اور قوالوں کے برابر، جدا —
اور سب حاضرین کے برابر، علیحدہ۔'' الخ (**احکامِ شریعت، اول**۔ از امام احمد رضا)

احادیثِ کریمہ واَقوالِ بزرگانِ دین سے حُرمتِ مزامیر، ثابت کرنے کے بعد اسی ضمن میں آپ، ارشاد فرماتے ہیں:

''مسلمانو! جو ائمّہ طریقت، اس درجہ، احتیاط فرمائیں کہ:
تالی کی صورت کو ممنوع بتائیں — وہ اور معاذ اللہ، مزامیر کی تہمت —
لِلّٰہ انصاف — کیسا خبط بے ربط ہے۔
اللہ، اِتّباعِ شیطان سے بچائے اور ان سچے محبوبانِ خدا کی سچی اِتّباع
عطا فرمائے۔ (آمین)'' (ص ۶۱۔ **احکام شریعت، اول**۔ از امام احمد رضا۔ مدینہ پبلیشنگ کراچی)

مروّجہ تعزیہ داری، جس میں آج کل کے بہت سے جاہل سنّی بھی گرفتار ہیں اس میں بہت سی قبیح و شنیع رسمیں، رائج ہوگئی ہیں۔ بہت سی باتیں، اس کے اندر ایسی ہوتی ہیں جو مسلمانوں کے لئے باعثِ شرم ہیں۔ امام احمد رضا ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''تعزیہ آتا دیکھ کر، اِعراض و روگردانی کریں۔ اس کی جانب، دیکھنا ہی
نہیں چاہیے۔ اس کی ابتدا، سنا جاتا ہے کہ تیمور (لنگ) بادشاہِ دہلی کے وقت
سے ہوئی۔ وَاللّٰہ تَعَالیٰ اَعْلَمُ۔'' (ص ۱۵۔ **عرفانِ شریعت**۔ از امام احمد رضا)

ماہِ محرم الحرام میں مرثیہ خوانی کی مجالس میں شرکت، جائز ہے، یا نہیں؟
اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''ناجائز ہے کہ وہ، مناہی و منکرات (خلافِ شرع باتوں) سے مَملو
(بھری ہوئی) ہوتی ہیں۔ وَاللّٰہ تَعَالیٰ اَعْلَم۔''
(ص ۱۶۔ عرفانِ شریعت۔ از امام احمد رضا)

تعزیہ اور تعزیہ داری کی منظر کشی کرتے ہوئے ایک جگہ، امام احمد رضا لکھتے ہیں:

''ہر جگہ نئی تراش — نئی گڑھت — جسے اصل سے، نہ کچھ علاقہ نہ نسبت
پھر، کسی میں پریاں — کسی میں براق — کسی میں اور بیہودہ طمطراق —
پھر، کوچہ بکوچہ، دشت بہ دشت، اشاعتِ غم کے لئے ان کا گشت —
اس کے گرد، سینہ زنی — ماتم داری کی شورافگنی — حرام مرثیوں سے
نوحہ کُنی — عقل ونقل سے کٹی چھنی —
کوئی، پھیچیوں کو، جُھک کر سلام کر رہا ہے — کوئی، مشغولِ طواف —
کوئی، سجدے میں گرا ہے —
کوئی، اِس مایۂ بدعات کو، معاذ اللہ، جلوہ گاہِ حضرت امام عالی مقام سمجھ کر
اس اَبرک سے اپنی مرادیں، مانگ رہا ہے — منتیں، مانتا ہے۔
عرضیاں، باندھتا ہے۔ حاجت روا، جانتا ہے۔
پھر، باقی تماشے — باجے تاشے — مردوں، عورتوں کا راتوں رات
میل — اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل — اس پر، طُرَّہ ہیں۔
(چند سطروں کے بعد) — اب، بہارِ عشرہ کے پھول کھلے —
تاشے — باجے — بجتے چلے۔ رنگ رنگ کے کھیلوں کی دھوم۔
بازاری عورتوں کا، ہر طرف ہجوم — شہوانی میلوں کی پوری رسوم۔
جشنِ فاسقانہ، یہ کچھ — اور اس کے ساتھ، خیال، وہ کچھ کہ:
گویا، یہ ساختہ ڈھانچے، بعینہا، حضراتِ شُہدائے کرام
عَلَیۡھِمُ الرَّحۡمۃُ وَالرِّضۡوَان کے پاک جنازے ہیں۔
اے مومنو اٹھاؤ، جنازہ، حسین کا — گاتے ہوئے مصنوعی کربلا پہنچے۔
وہاں، کچھ، نوچ اُتار — باقی، توڑ تاڑ — دفن کر دیے۔
یہ ہر سال، اِضاعتِ مال کے جرم ووَبال، جُدا گانہ رہے۔
اللہ تعالیٰ، صدقہ حضراتِ شُہدائے کرام عَلَیۡھِم الرِّضۡوَان وَالثَّنا کا
مسلمانوں کو، نیک توفیق بخشے اور بدعات سے توبہ کی توفیق دے۔ آمین، آمین۔

تعزیہ داری کہ اِس طریقہ نامَرضیہ (غیر پسندیدہ) کا، نام ہے
قطعاً، بدعت وناجائز وحرام ہے۔" الخ

(ص۴۶۔۴۸۔ بَدْرُالْاَنْوَارِفِی آدابِ الْآثَار۔ ازامام احمد رضا۔ مطبوعہ مبارک پور)

طعامِ میت یعنی، دعوتِ میت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"مُردہ کا کھانا، صرف فُقَرا کے لئے ہے۔
عام دعوت کے طور پر، جو کرتے ہیں، یہ منع ہے۔ غنی، نہ کھائے
کَمَافِی فَتْحِ الْقَدِیْر وَمَجْمَعِ الْبُرکات۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم۔"

(ص۱۶۔ اَحکامِ شریعت، دوم۔ ازامام احمد رضا)

میت کے گھر، شادیوں کی طرح، اَحباب اور دوستوں کے اجتماعات اور دعوتوں کے متعلق، ایک اِستفسار کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"اے مسلمان! یہ پوچھتا ہے کہ جائز ہے، یا۔ کیا؟
پوچھ کہ، یہ ناپاک رسم، کتنے قبیح اور شدید گناہوں
سخت وشنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔"

(ص۲۔ جَلِیُّ الصَّوْتِ لِنَهْیِ الدَّعْوَةِ اِمَام الْمَوْت۔ **ازامام احمد رضا**)

ایک دوسری جگہ، تحریر فرماتے ہیں:

"یہ چیزیں (جن پر، عام مُردوں کے لئے فاتحہ، دی گئی ہو) غنی نہ لے۔۔
اور، وہ جو، اِن کا منتظر رہتا ہے۔۔ اُس کا قلب، سیاہ ہوتا ہے۔۔
مشرک، یا۔ چماروں کو، ان کا دینا گناہ۔۔ گناہ۔ گناہ۔
فقیر لے کر خود کھائے۔ غنی لے ہی نہیں۔ اور لے چکا ہو
تو، مسلمان فقیر کو دے دے۔ یہ حکم، عام فاتحہ کا ہے۔
نیازِ اولیاے کرام، طعامِ موت نہیں، وہ تبرک ہے۔ فقیر وغنی، سب لیں۔
جب کہ مانی ہوئی نذر، بطورِ نذرِ شرعی، نہ ہو۔ شرعی نذر، غیر فقیر کو، جائز نہیں۔
وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم۔" (ص۸۷۔ **احکامِ شریعت**، جلد اول۔ ازامام احمد رضا)

"باقی، جو بیہودہ باتیں، لوگوں نے نکالی ہیں۔ مثلاً: اس میں شادی کے سے تکلف کرنا، عمدہ عمدہ فرش بچھانا، یہ باتیں، بے جا ہیں۔

اور اگر، یہ سمجھتا ہے کہ ثواب، تیسرے دن پہنچتا ہے۔
یا۔ اس دن، زیادہ پہنچے گا اور روز کم، تو، یہ عقیدہ بھی اس کا، غلط ہے۔''
(ص۱۴۔ اَلْحُجَّةُ الْفَائِحَة لِطِيْبِ التَّعيينِ وَ الْفَاتِحة (۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء) از امام احمد رضا۔ مطبوعہ، لاہور)
''رہا، کھانا دینے کا ثواب، وہ، اگرچہ، اس وقت، موجود نہیں
تو کیا، ثواب پہنچانا، ڈاک، یا۔ پارسل میں کسی چیز کا بھیجنا ہوگا کہ:
جب تک، وہ شے، موجود نہ ہو، کیا بھیجی جائے؟
حالاں کہ اس کا طریقہ، صرف جنابِ باری میں دعا کرنا ہے کہ:
وہ ثواب، میت کو پہنچائے............
اگر کسی کا، یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے، نہ کیا جائے گا
ثواب نہ پہنچے گا، تو، یہ گمان اس کا، محض غلط ہے۔''
(ص۱۶۔ اَلْحَجَّةُ الْفَائِحَة از امام احمد رضا۔ مطبوعہ، لاہور)
شادی اور شبِ برأت کے موقع پر، مسلم محلوں میں مسلم بچے، آتش بازی سے
شبِ برأت کی عظمت و تقدس کو، داغ دار کرتے ہیں۔
اور اہلِ خانہ بھی، عموماً، ان کا تعاون اور حوصلہ افزائی کر کے، مرتکبِ گناہ ہوتے ہیں۔
جب کہ آتش بازی، اِضاعتِ مال اور ناجائز ہے۔ چنانچہ، امام احمد رضا، تحریر فرماتے ہیں:
''آتش بازی، جس طرح، شادیوں اور شبِ برأت میں، رائج ہے
بے شک، حرام اور پورا جُرم ہے کہ اس میں تضییعِ مال ہے۔
قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو، شیطان کا بھائی، فرمایا گیا ہے۔
قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ — **وَلاتُبَذِّرْ تَبْذِيراً o اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ**
كَانُوا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ o
(ص۲۔ هَادِئُ النَّاسِ فِی رُسُومِ الْاَعْرَاس (۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء) مطبوعہ لاہور)
آپ نے، اپنی کتابوں میں ان بہت سی غلط اور بے بنیاد روایتوں کی
جو عوام میں، رائج ہیں، ان کی تردید کی ہے، جن میں سے، دو تحریریں، درجِ ذیل ہیں۔
ایک صاحب نے پوچھا کہ:
حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلام کو، وادیِ اَیمن میں، نَعلین شریف اتارنے کا حکم ہوا تھا۔

شبِ معراج، جب حضورِ اقدس ﷺ عرش پر پہنچے

تو، نعلینِ پاک اُتارنا چاہا کہ فوراً، غیب سے ندا، آئی:

اے حبیب! تمہارے مع نعلین شریف، رونق افروز ہونے سے

عرش کی زینت و عزت، زیادہ ہوگی۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

''یہ روایت، محض باطل و موضوع ہے۔'' (ص ۹۲۔ اَلْملفوظ، حصہ دوم۔ مطبوعہ میرٹھ)

ایک واعظ صاحب نے بیان کیا کہ:

ایک بار، رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلام سے دریافت کیا کہ:

تم،، وحی، کہاں سے اور کس طرح لاتے ہو؟

آپ نے جواب میں عرض کیا کہ ایک پردہ سے آواز آتی ہے۔

آپ نے، دریافت فرمایا کہ: کبھی، تم نے، پردہ اٹھا کر دیکھا؟

انھوں نے جواب دیا کہ: یہ میری مجال نہیں کہ پردہ اٹھا سکوں۔

آپ نے فرمایا: اب کے پردہ اٹھا کر دیکھنا۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلام نے ایسا ہی کیا۔

کیا دیکھتے ہیں کہ پردہ کے اندر، خود حضور پُر نور، جلوہ فرما ہیں اور عمامہ، سر پر باندھے ہیں

اور سامنے، شیشہ رکھا ہے اور فرما رہے ہیں: میرے بندے کو، یہ ہدایت کرنا۔

یہ روایت، کہاں تک صحیح ہے؟ اگر غلط ہے، تو اس کا بیان کرنے والا

کس حکم کے تحت، داخل ہے۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

اَلْجَوَاب: یہ روایت، محض جھوٹ اور کذب و اِفترا ہے۔

اور اس کا، یوں، بیان کرنے والا، ابلیس کا مَسخرہ ہے۔

اور اگر، اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہے، تو کافر ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم۔

(ص ۲۲۔ عرفانِ شریعت۔ از امام احمد رضا۔ مطبوعہ میرٹھ)

قارئین پر، یہ بات، واضح ہو چکی ہوگی کہ:

امام احمد رضا، بریلوی نے غلط رسم و رواج، باطل خیالات، بے بنیاد روایات

بدعات و خرافات اور منکراتِ شرعیہ کی روک تھام اور ان کی بیخ کنی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

اور حتی الوسع، اس راہ میں اپنی زبان و قلم کی طاقت، صَرف کرتے رہے۔

عشقِ رسول

عشقِ رسول عَلَیْہِ التَّحِیَّۃُ وَالثَّنَا میں، امام احمد رضا، اِس درجہ، سرشار تھے کہ:
شب و روز کے بیشتر لمحات، ذِکرِ رسول ہی میں گذرتے۔
یہ آپ کا ایسا اِمتیازی وصف ہے، جو، دیگر تمام فضائل و کمالات پر، بھاری ہے۔
عشقِ رسول ہی، آپ کا وہ عظیم اور قیمتی سرمایہ ہے
جسے، وہ جان و دل سے زیادہ، عزیز رکھتے۔
آپ کی شیفتگی، والہانہ انداز اور عشقِ و وارفتگی کا صحیح اندازہ، کتب و رسائلِ رضویہ کے علاوہ، آپ کے مجموعۂ نعت "حدائقِ بخشش" کے مطالعہ کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔
امام احمد رضا کی عَملی زندگی بھی، عشقِ رسول سے عبارت تھی، اور زندگی بھر، آپ نے اِتِّباعِ سنَّت کو، ہر چیز پر مقدم رکھا۔ آپ کی نعتیہ شاعری تو، محض اظہارِ جذبات کا ایک ذریعہ ہے۔
آپ کے چند اشعار، یہاں، نقل کیے جارہے ہیں۔
جن سے، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ اور آپ کی طرف، منسوب چیزوں سے امام احمد رضا کو، کتنی گہری عقیدت و محبت اور کتنا قلبی و روحانی رَبط و لگاؤ تھا۔

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی، نازک، سیدھی نکلی شاخ | مانگوں نعتِ نبی لکھنے کو، روحِ قُدس سے ایسی شاخ

☆☆ ☆

جان ہے عشقِ مصطفیٰ اور فزوں کرے خدا | جس کو ہو، درد کا مزہ، نازِ دوا اٹھائے کیوں

☆☆ ☆

رشکِ قمر ہوں، رنگِ رخِ آفتاب ہوں | ذرَّہ جو تیرا، اے شہِ گردوں جناب ہوں

☆☆ ☆

یاد میں جس کی نہیں، ہوشِ تن و جان مجھ کو | پھر دکھادے وہ رخ، اے مہرِ فروزاں مجھ کو

میرے ہر زخمِ جگر سے یہ نکلتی ہے صدا
اے ملیحِ عربی! کردے نمک داں مجھ کو

☆☆☆

آنکھ وہ آنکھ کہ ناکامِ تمناہی رہی
ہائے وہ دل جو ترے در سے پُر ارمان گیا
دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر، جو ترے قدموں پہ قربان گیا
جان ودل، ہوش وخرد، سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضؔا! سارا تو سامان گیا

☆☆☆

سرتا بقدم ہے تنِ سلطانِ زَمَن پھول
لب پھول، دِہن پھول، ذَقن پھول، بدن پھول
صدقے میں ترے باغ تو کیا، لائے ہیں بن پھول
اس غنچۂ دل کو بھی تو ایما ہو کہ بن پھول
دندان ولب و زلف ورخِ شہ کے فدائی
ہیں، دُرِّعَدن، لعلِ یمن، مُشکِ خُتَن پھول
دل اپنا بھی شیدائی ہے، اُس ناخنِ پا کا
اتنا بھی مَہِ نَو، پہ، نہ اے چرخِ کہن ''پھول''

☆☆☆

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نورکا
تو ہے عینِ نور، ترا سب گھرانہ نور کا

☆☆☆

آہ! وہ عالَم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود
وقفِ سنگِ درجبیں، روضے کی جالی، ہاتھ میں

☆☆☆

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کِھلیں دلوں کی، ہَوا، یہ کدھر کی ہے
ہم گِرد کعبہ پھرتے تھے، کل تک اور آج وہ
ہم پر نثار ہے، یہ اِرادت، کدھر کی ہے
ہاں ہاں! رہِ مدینہ ہے، غافل! ذرا تو جاگ
او، پاؤں رکھنے والے! یہ جا، وضعِ سر کی ہے

☆☆☆

قافلہ نے سوئے طیبہ، کمرآرائی کی
مشکل آسان، الٰہی! مری تنہائی کی

☆☆☆

حاجیو! آؤ، شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے، کعبے کا کعبہ دیکھو

☆☆☆

لَحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے　　اندھیری رات سنی تھی، چراغ لے کے چلے

☆　☆☆

یا الٰہی! جب رضاؔ، خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

☆☆☆

ان مقدس اشعار میں الفاظ کا انتخاب، فکر کی معنی آفرینی، بُحور کی روانی، شاعرانہ حُسنِ بیان اظہار کی معصومیت، کیف، رنگینی، تازگی، جمال و رعنائی، لطافت و پاکیزگی، جذب و مستی اور عشق و وارفتگی کا ایک جہان، آباد ہے۔

امام احمد رضا کی ذات، عشقِ مصطفیٰ جانِ رحمت (عَـلَیْـهِ التَّحِیَّة وَالثَّنَاء) سے عبارت تھی۔ یہ تخصُّص، آپ کی زندگی کا ماحصل اور سرمایۂ افتخار تھا۔ آپ نے دوستی اور دشمنی کی بنیاد اسی کو بنایا، اور:

انھیں جانا، انھیں مانا، نہ رکھا، غیر سے کام
لِلّٰہِ الحمد، مَیں، دنیا سے مسلمان گیا

محبتِ سادات

ساداتِ کرام سے امام احمد رضا کو بے پناہ محبت تھی اور ان کے ساتھ، غایت درجہ ادب و احترام اور عقیدت و محبت سے پیش آتے تھے۔ کیوں کہ جن چیزوں کی نسبت و تعلق حضورِ اکرم ﷺ سے ہے، ان کی محبت و تعظیم بھی، در حقیقت، آپ ہی کی تعظیم کا ایک حصہ ہے۔

امام احمد رضا کی ذات، اس سلسلے میں بیشتر عُلمائے کرام سے ممتاز اور منفرد، نظر آتی ہے۔ ذیل کے واقعات، اس کے شاہدِ عدل ہیں:

”ایک کم عمر صاحبزادے، خانہ داری کے کاموں میں امداد کے لئے کاشانۂ اقدس میں ملازم ہوئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سید زادے ہیں۔ لِھٰذا، گھر والوں کو تاکید فرمادی کہ:

صاحبزادے صاحب سے کوئی کام نہ لیا جائے کہ مخدوم زادہ ہیں۔ کھانا وغیرہ اور جس شے کی

ضرورت ہو، حاضر کی جائے۔ جس تنخواہ کا وعدہ ہے، وہ بطور نذرانہ، پیش ہوتی رہے۔"

چنانچہ، حسب الارشاد، تعمیل ہوتی رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحبزادے خود ہی تشریف لے گئے۔" (ص ۲۰۱۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول۔ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی)

"ایک سید صاحب، بہت غریب، مفلوک الحال تھے۔
زندگی، عُسرت سے بسر ہوتی تھی۔ اس لئے سوال کیا کرتے تھے۔
مگر، سوال کی شان، عجیب تھی۔ **جہاں پہنچتے، فرماتے: دِلواؤ، سید کو۔**
ایک دن، اتفاقِ وقت کہ پھاٹک میں کوئی نہ تھا۔ سید صاحب، تشریف لائے
اور سیدھے، زنانہ دروازے پر پہنچ کر **صدا لگائی۔ دِلواؤ، سید کو۔**
اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا) کے پاس، اسی دن، ذاتی اِخراجاتِ علمی
یعنی، کتاب و کاغذ، وغیرہ، داد و دہش کے لئے، دوسو روپئے آئے تھے، جس میں نوٹ بھی تھے۔
اٹھنی چونی پیسے بھی تھے کہ جس چیز کی ضرورت ہو، صَرف فرمائیں۔
اعلیٰ حضرت نے آفس بکس کے اس حصہ کو جس میں، یہ سب روپے تھے، سید صاحب کی آواز سنتے ہی، ان کے سامنے لا کر، حاضر کر دیا اور ان کے روبرو، لیے ہوئے کھڑے ہو گئے۔
جناب سید صاحب، دیر تک ان کو دیکھتے رہے۔ اس کے بعد ایک چونی لے لی۔
اعلیٰ حضرت نے فرمایا: **حضور! یہ سب، حاضر ہیں۔**
سید صاحب نے فرمایا: **مجھے اتنا ہی کافی ہے۔**
غرض! جناب سید صاحب ایک چونی لے کر سیڑھی پر سے اُتر آئے۔
اعلیٰ حضرت بھی ساتھ ساتھ تشریف لائے۔ پھاٹک پر، ان کو رخصت کر کے، خادم سے فرمایا:
دیکھو! سید صاحب کو آئندہ، آواز دینے، صدا لگانے کی ضرورت، نہ پڑے۔
جس وقت، سید صاحب پر نظر پڑے، فوراً، ایک چونی، حاضر کر کے، سید صاحب کو رخصت کیا کرو۔"
سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِہٖ۔ **تعظیمِ سادات ہو، تو، ایسی ہو۔**

کیوں اپنی گلی میں وہ روادارِ صدا ہو
جو نذر لیے راہِ گدا دیکھ رہا ہو

(ص ۲۰۸۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول۔ مطبوعہ کراچی)

محدِّثِ اعظم، حضرت مولانا سید محمد محدِّث، اشرفی، کچھوچھوی (متوفی ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء)
اپنی طالب علمی کا واقعہ، خطبۂ صدارت بسلسلہ یومِ رضا، منعقدہ ناگپور میں، بیان فرماتے ہیں:

’’کارِافتاء کے لئے جب، بریلی، حاضر ہوا
تو، میرے اندر لکھنو میں رہنے کی خوبو، کافی، موجود تھی۔
شہر کے جغرافیہ میں بازار اور تفریح گاہوں کو، وہاں کے لوگوں سے
پوچھتا رہا کہ جمعہ کے دن، فرصت میں کچھ سیر سپاٹا کروں۔
جمعہ کا دن آیا تو مسجد میں سب سے آخری صف میں تھا۔
نماز ہوگئی تو مجھے دریافت کیا کہ کہاں ہیں؟ مَیں، بریلی میں بالکل، نیا شخص تھا۔
لوگ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ یہاں تک کہ:
اعلیٰ حضرت، خود کھڑے ہوگئے اور بابِ مسجد پر مجھ کو دیکھ لیا۔
تو، مصلیٰ سے اٹھ کر صفِ آخر میں آ کر مجھے مصافحہ سے نوازا۔
اور اس سے زیادہ کا ارادہ فرمایا۔ — تو میں، تھرّا کر گر پڑا۔
اعلیٰ حضرت، پھر، مصلیٰ پر تشریف لے گئے اور سُنن وَنوافل، ادا فرمانے لگے۔‘‘
(**خطبۂ صدارت**۔ ناگپور ۱۳۷۹ھ۔ ماہنامہ تجلیات، ناگپور ۱۹۶۶ء)

ایک صاحب نے سوال کیا: حضور! کوئی استاد کسی سید زادے کو مار سکتا ہے، یا نہیں؟
آپ نے ارشاد فرمایا:
’’قاضی، جو، حُدودِ الٰہیہ، قائم کرنے پر مجبور ہے۔
اس کے سامنے، اگر کسی سید پر، حد، ثابت ہوئی
تو، باوجودے کہ اُس پر حد لگانا، فرض ہے اور وہ حد لگائے گا۔
لیکن، اس کو حکم ہے کہ سزا دینے کی نیت نہ کرے۔
بلکہ دل میں یہ نیت کرے کہ شہزادے کے پیر میں کیچڑ لگ گئی ہے۔
اسے، صاف کر رہا ہوں۔ تو، قاضی جس پر سزا دینا، فرض ہے
اُس کو تو، یہ حکم، تا بہ معلم چہ رسد — ‘‘ (ص ۱۷۱۔ اَلملفوظ، مکمل)

حضرت مولانا ظفر الدین، قادری، رضوی، عظیم آبادی (متوفی ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء)
تحریر فرماتے ہیں:
’’حضرت محدّث (وصی احمد) سورتی (پیلی بھیتی) صاحب اور اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا)

کے تعلقات کو دیکھ کر ایک بار، حضرت محدّث سورتی صاحب کے آخری تلمیذ

مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی نے پوچھا کہ:

آپ کو شرفِ بیعت، حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب، گنج مراد آبادی سے حاصل ہے۔

لیکن، میں دیکھتا ہوں کہ:

آپ کا شوق، جو اعلیٰ حضرت سے ہے، وہ کسی سے نہیں۔ اعلیٰ حضرت کی یاد، ان کا تذکرہ

ان کے فضل و کمال کا خطبہ، آپ کی زندگی کے لئے روح کا مقام رکھتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

تو فرمایا کہ: سب سے بڑی دولت، وہ علم نہیں ہے، جو میں نے مولوی اسحاق، دہلوی

محشّیِ بخاری سے پائی۔ اور وہ بیعت نہیں، جو، گنج مراد آباد میں نصیب ہوئی۔

بلکہ وہ ایمان، جو، مدارِ نجات ہے، وہ میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا۔

اور میرے سینے میں پوری عظمت کے ساتھ، مدینہ کا بسانے والا، اعلیٰ حضرت ہیں۔

اسی لئے ان کے تذکرہ سے میری روح میں بالیدگی، پیدا ہوتی ہے۔

اور ان کے ایک ایک کلمہ کو اپنے لئے مَشعلِ ہدایت جانتا ہوں۔''

(ص۲۷۴، ۲۷۵۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ سوم۔ مطبوعہ: رضا اکیڈمی، ممبئی)

آپ کے اِس والہانہ ادب و احترام اور عقیدت و وَارفتگی سے بھرے ہوئے شعر سے بھی

محبتِ ساداتِ کرام کے چشمے، اُبل رہے ہیں:

تیری نسلِ پاک میں ہے، بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور، تیرا سب گھرانا، نور کا

عالمگیر اسلامی خدمات

ایک جلیلُ القدر عالم اپنے زمانے کی ضروریات اور اس کے تقاضوں کو، مَدِّنظر رکھنے

اور وقت کی صحیح نباضی کرنے کے بعد ہی کسی مسئلہ میں کوئی قطعی اور آخری فیصلہ دیتا ہے۔

یا۔ کوئی اِقدام کرتا ہے۔ کیوں کہ " مَنْ لَمْ یَعْرِفُ اَھْلَ زَمَانِهٖ فَھُوَ جَاھِلٌ" کے پیشِ نظر

اسلامی فکر و مزاج کے ساتھ، حالاتِ زمانہ کا علم اور وقت کی صحیح نباضی بھی، نہایت ضروری ہے۔

کوئی بھی ایسی شخصیت، جو کسی ملک، یا۔ معاشرے میں انقلاب برپا کرتی ہے
اس کو یہ جاننا ضروری ہے کہ ہم، کن راہوں سے گذر کر اور کس طرح اپنے مقاصد تک
پہنچ سکتے ہیں اور اپنے دشمنوں، مخالفوں اور متصادم طاقتوں کے حملوں کا جواب
کن کن طریقوں سے دے سکتے ہیں۔

امام احمد رضا، چوں کہ اپنے وقت کے متبحر عالم اور عظیم المرتبت فقیہ و امام اور مصلح و داعی تھے۔
ماہرِ علوم وفنون ہونے کے ساتھ، ذکاوت وزیرکی، تدبر ودانائی اور قیادت ورہنمائی کی دولتوں سے
پورے طور پر، بہرہ ور تھے۔ زمانے کی رفتار اور اس کے انقلابات سے پورے طور پر، باخبر تھے۔
اِس لئے اس کے تقاضوں اور مطالبات کی تکمیل کے لئے آپ نے بذاتِ خود بھی
اور آپ کے جلیلُ القدر تلامذہ وخُلفا نے بھی، ایسے ایسے عظیم کارنامے، انجام دیے
جو، ہماری اسلامی تاریخ کے روشن وتابناک اَبواب ہیں۔

سب سے پہلے امام احمد رضا کا نقطۂ نظر اور اِحتساب و اِصلاح کی روح اور طریقۂ کار
سمجھنے کے لئے یہاں، بطورِ نمونہ، آپ کا ایک مکتوب، نقل کیا جا رہا ہے
جسے آپ نے مولانا محمد علی، کان پوری ثُمَّ مونگیری (متوفی ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء) کے نام
بڑے ہی اخلاص ودل سوزی کے ساتھ، تحریر فرمایا ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفیٰ وَسَلَامٌ عَلیٰ عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفیٰ۔

بگرامی ملاحظہ، مولوی صاحب، نامی مراتب، سامی مناقب
مولوی سید محمد علی صاحب، ناظم۔ اَدَامَہُ اللّٰہُ بِالۡھُدیٰ وَالۡمَوَاھِب۔
بَعۡدَ مَاھُوَالۡمَسۡنُوۡن۔ ملتمس یہ کہ بعض خُدَّام، اَجِلَّہ عُلماے اہلِ سنَّت کے سوالات
محض بنظرِ اِتِّضاحِ حق، حاضر ہوئے ہیں۔ اخوتِ اسلامی کا واسطہ دے کر
بنہایت اِلحاح، گزارش کہ لِلّٰہِ، خالص انصاف کی نگاہ سے غورِ کامل فرمایا جائے۔
واقعی، عرض ہے کہ ان میں کوئی غرضِ نفسانیت، ملحوظ نہیں۔ صرف، تحقیقِ حق، منظور ہے۔
وَلِھٰذا، باوصف خواہشِ اَحباب، ہنوز، ان کی اشاعت نہ کی کہ:
اگر، حضرت، بتوفیقِ اِلٰہی، جَلَّ وعَلا، خود ہی اِصلاحِ مقاصد ودَفعِ مفاسد فرمالیں

تو، خواہی نخواہی، اِفشائے زَلّات کی کیا حاجت؟

مولانا! ایک ایک سوال کو، تاَمُّلِ بالغ فرما کر غور ہو کہ:

اگر، ان خادمانِ سنَّت ہی کے خیالات، حق ہیں، تو، مَعَاذَ اللّٰہ ضَرر رسانیٔ مذہبِ اہلِ سنَّت میں سَعی، کیسی سخت بات اور روزِ قیامت، کس قدر باعثِ شدتِ مؤاخذت ہے؟

مولانا! لِلّٰہِ، رُجُوع اِلیٰ الُحق بہتر ہے، یا۔ تَمادِی فِی الُبَاطِل؟

مولانا! ہم فُقَرا کو، آپ کی ذاتِ خاص سے علاقۂ نیاز ہے اور ارا کین سے جُدا ابھی۔

خود اپنے علمِ نافع، فہمِ ناصح سے تاَمُّل فرمائیں۔ ان اَخلاط کی مشارکت میں

براہِ بشریت، خطافی الفکر، واقع ہوئی ہو

تو، رُجُوع اِلیٰ الُحَق آپ جیسے عُلماے کرام وساداتِ عِظام کے زَین ہے۔

نہ مَعاذَ اللّٰہِ! عار وشَین۔

مولانا! اِس وقت، ہم فُقَرا کا، آپ کی جنابِ میں یہی خیال ہے کہ:

بوجہ سلامتِ نفس، بعض چالاک صاحبوں کی ظاہری باتوں سے دھوکا ہوا ہے۔

ورنہ، عیَاذاً بِاللّٰہ، آپ کو، ہرگز، مخالفت واِضرارِ مذہبِ اہلِ سنَّت پر اِصرار، مقصود نہیں۔

بعد تنبیہ، اِنُ شَاءَ اللّٰہ تَعَالیٰ بعض اکابر عُلما کی طرح

فوراً، بہ طیبِ خاطر، موافقتِ حق فرمائیں گے۔

مبارک وہ دن کہ ہمارے معزَّز عالِم آلِ پاک سیدِ لولاک ﷺ

اپنے جَدِّ اکرم ﷺ کے ارشاد کی طرف، مراجعت۔

اور تلبیسِ مبتدعین وتدلیسِ منضمین سے، بالکلِّیۃ، مجانبت فرمائیں۔

اِنَّ ذٰلِکَ عَلیٰ اللّٰہِ یَسِیُر۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلیٰ کُلِّ شَیٔ قَدِیُر۔

اِلٰہی! صدقہ، مصطفٰی ﷺ کا، ان کی آل کو، ان کی سنَّت، ان کی جماعت پر مستقیم فرما

اور فریب ومغالطۂ اَصحابِ بِدع وہَوا سے بچا۔...... آمین۔ یَا اَرُحَمَ الرَّاحِمِین۔

مولانا! لِلّٰہِ، چند ساعت کے لئے لحاظِ ہر این وآں سے خالی الذہن ہو کر

اپنے جَدِّ کریم عَلَیُہِ وَعَلیٰ آلِہٖ اَفُضَلُ الصَّلوٰۃِ وَالتَّسُلِیُم کی احادیث

پیشِ نظر رکھ کر، تنہائی میں نظرِ تدبر فرمائیں۔

پھر، اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی، آپ کی صلاحِ طبیعت سے بہت کچھ امیدِ حق پسندی ہے۔
توفیقِ رفیق، باد۔ بِحُرْمَةِ سَیِّدِالْاَسْیَاد، ھَادِی السَّدَادِ، قَائِدِالرَّایَةِ اِلیٰ مَنَاھِجِ الرَّشَادِ
عَلَیْهِ وَعَلیٰ آلِهٖ الْاَمْجَادِ وَصَحْبِهٖ الْاَوْتَادِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَکْمَلُ السَّلَامِ اِلیٰ یَوْمِ التَّنَادِ۔
آمِیْن۔ فقیر احمد رضا قادری عُفِیَ عَنْہٗ۔ از بریلی۔ ۲۹ر شعبان المعظم، یوم الجمعۃ ۱۳۱۳ھ

(ص ۸۸۔۸۹۔ مکتوباتِ امام احمد رضا۔ مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور۔ ۱۹۸۶ء)

اپنے ایک عزیز شاگرد، مولانا ظفرالدین، قادری، رضوی، عظیم آبادی، (متوفی ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) کے نام، ایک خط میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے امام احمد رضا، فرماتے ہیں:

''حالاتِ حاضرہ و مصائبِ دائرہ نے اسلام و مسلمین کو، جس درجہ، سراسیمہ
و پریشان کیا ہے، آپ جیسے واقف کار حضرات سے، مخفی نہیں۔
عُلمائے اہلِ سنّت و جماعت، اگر، اب بھی بیدار، نہ ہوں گے
تو (خدانخواستہ) وہ دن، دور نہیں کہ سوائے کفِ افسوس ملنے کے
اور کچھ، چارۂ کار، نہ، پائیں گے'' الخ

(محرّرہ ۱۲ر شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول۔ از مولانا ظفرالدین۔ مطبوعہ کراچی)

کلکتہ کے ایک دین دار تاجر اور اپنے خلیفہ، حاجی لعل محمد، مدراسی کے ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا نے ''تدبیرِ فلاح و نجات و اصلاح'' کے نام سے ایک فتویٰ، تحریر فرمایا۔
جو، رسالہ کی شکل میں طبع ہو کر، اسی زمانے (۱۹۱۲ء) میں عام ہوا۔

(مشمولہ: ص ۱۴۱ تا ص ۱۴۸۔ فتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد ۱۵۔ مطبوعہ پاک و ہند)

اس کے، دو نکات، ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں
جن پر، برصغیر کے مسلمان، عمل کر لیتے
تو آج، ان کی اقتصادی و معاشی حالت کچھ اور ہی ہوتی اور وہ دوسری اقوام پر غالب رہتے۔
پہلا نکتہ، یہ ہے ——— اُن اُمور کے علاوہ، جن میں حکومت، دخل انداز ہے۔
مسلمان اپنے معاملات، باہم، فیصل کریں۔
تا کہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے، خرچ ہو رہے ہیں، پس انداز ہو سکیں۔
دوسرا نکتہ، یہ ہے ——— بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد کے تونگر مسلمان

اپنے بھائیوں کے لئے بینک کھولیں۔'' (**تدبیرِ فلاح ونجات واصلاح**)

واضح رہے کہ ۱۹۱۲ء میں امام احمد رضا نے، جب یہ معاشی نِکات، پیش کیے

اُس وقت، برصغیر، میں اہلِ علم وفن کو، اقتصادیات ومعاشیات سے

فنّی اعتبار سے کوئی دل چسپی نہ تھی اور یہی حال، یہاں کی حکومت کا بھی تھا۔

۱۹۳۶ء میں انگریز ماہرِ اِقتصادیات، جے۔ایم۔کنیز (J.M. Kenes) نے

نظریۂ روزگار وآمدنی، پیش کیا۔

اسی طرح، اِس دَور میں چند بڑے شہروں میں ہی کچھ بینک تھے

اور ۱۹۴۰ء تک، یہاں ایک بھی مسلم بینک، نہ تھا۔

امام احمد رضا نے مسلمانوں کی عام ہدایات کے ساتھ، داخلی اور خارجی محاذ پر

وقت کے ہولناک فتنوں کی بیخ کنی کی اور باطل قوتوں کے بڑھتے ہوئے طوفانوں کے سَدِّ باب اور تحریکاتِ جدیدہ کی اِصلاح وارشاد و ہدایت کے لئے اپنی زبان وقلم کے ذریعہ ہر طرح کی جدو جہد اور خدمت، انجام دی۔

آپ کی فکر ونظر کا دائرہ، نہ تو کوئی ایک مخصوص شعبۂ زندگی اور میدانِ عمل تھا

نہ ہی، صرف ہندوستان تک آپ نے اپنے فیض اور اِفادیت کو محدود رکھا۔

اِلحاد ومغربیت کا بہتا ہوا دھارا، جس کی زد پر، کل، ساری دنیا تھی، آج، اکثر اَقوام وملل

اپنے دینی وثقافتی سرمایہ کو، اس طوفان میں ڈوبتا ہوا دیکھ کر کفِ افسوس، مل رہے ہیں۔

اس زَرق برق خوبصورت اور زہر آلود مغربیت سے مسلمانانِ متحدہ ہند ہی نہیں

بلکہ عالَمِ اسلام کو بچانے اور نکالنے کے لئے حضرت امام احمد رضا کے خُلفا اور تلامذہ

ہر چہار جانب پھیل گئے، جنھوں نے پوری محنت وجاں سوزی اور حکیمانہ طریقِ عمل سے عامّۃُ المسلمین اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے قلوب واَذہان سے مغربیت ولا دینیت کے پھیلتے ہوئے جراثیم کو ختم کرنے اور ان میں ایمان و یقین کی جڑیں، از سرِ نَو استوار کرنے کی ضروری اور نتیجہ خیز خدمات، انجام دیں۔

امام احمد رضا کے فیضانِ نظر سے آپ کے تلامذہ وخُلفا نے جو کارنامے انجام دیے

اُن کا ایک اِجمالی جائزہ، پیش کیا جا رہا ہے، جس سے ایک حد تک، صحیح طور پر

آپ کے خُلفا و تلامذہ کی خدمات کی جامعیت اور ہمہ گیری کا اندازہ ہو سکے گا۔

مولانا ظفر الدین، قادری، رضوی

امام احمد رضا، بریلوی نے، مولانا ظفر الدین، قادری، رضوی، عظیم آبادی (وفات ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء) کے نام، ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے:

''کلکتہ میں ایک سُنّی عالم کی بہت ضرورت ہے۔

حاجی[۱] صاحب کو، اللہ تعالیٰ برکات دے۔ تنہا اپنی ذات سے، وہ، کیا کیا کریں؟

سنّیوں کی عام حالت، یہی ہو رہی ہے کہ:

جن کے پاس، مال ہے، انھیں، دین کا کم خیال ہے۔

اور جنھیں، دین سے غرض ہے۔ اِفلاس کا مرض ہے۔

ورنہ، کلکتہ میں حمایتِ دین کے لئے، دو ہزار ماہوار بھی، کوئی چیز نہ تھی۔

مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ، جس کی نسبت، میں نے سنا کہ:

سولہ ہزار روپے سالانہ کی جائداد، اس کے لئے وقف ہے

اس کا بھی ہاتھ میں رکھنا، ضرور ہے۔''

(مکتوب محرَّرہ ۲۶/ماہِ مبارک، یومِ جمعہ۔ ۱۳۳۴ھ۔

ص ۲۷۰۔ **حیاتِ اعلیٰ حضرت**، جلد اول۔ مطبوعہ کراچی)

مولانا ظفر الدین، قادری، رضوی، عظیم آبادی نے، درجنوں کتابیں، تصنیف کیں۔

ذخیرۂ علومِ اسلامیہ میں ایک بے مثال اور قابلِ قدر اضافہ

اَحناف کی مؤیّد حدیثوں کا عظیم و جلیل القدر مجموعہ

بنام ''اَلْجَامع الرضوِی، معروف بہ صَحِیْحُ الْبِهَارِیْ'' آپ کی مشہورِ روزگار تالیف ہے۔

مدرسہ شمس الہدیٰ (قائم شدہ ۱۹۱۳ء) جو، ۱۹۲۱ء میں، گورنمنٹ کے زیرِ اہتمام آ چکا تھا

۱۹۴۸ء میں، آپ، اس کے پرنسپل، مقرر ہوئے۔

فنِ توقیت و ہیئت میں آپ کو خصوصی مہارت، حاصل تھی۔

---

[۱] حاجی لعل محمد مدراسی، خلیفۂ امام احمد رضا، کلکتہ کے مشہور تاجر تھے۔ اختر مصباحی

دیگر اسلامی مدارس میں صدارتِ مدرسین کے ساتھ، آپ نے شمس الہدیٰ، پٹنہ کے کشادہ ماحول میں علومِ اسلامیہ کے درس وتدریس کا فریضہ، انجام دیا۔

طلبہ کے ماحول، اخلاق اور اسلامی شعائر کی حفاظت کی طرف، توجہ دی کہ:

یہاں کے فُضَلا، جہاں اور جس ماحول میں بھی جائیں، اسلامی اصول وعقائد کے پابند اور اس کے سچے خادم ہوں۔ تاکہ ان پر کوئی دوسرا غیر اسلامی رنگ، غالب نہ آسکے۔

مولانا امجد علی، اعظمی، رضوی

صدر الشَّریعہ، مولانا امجد علی، اعظمی، رضوی (ولادت ۱۲۹۶ھ وفات ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء)

خلیفۂ امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ کی، سترّہ (۱۷) حصوں پر مشتمل، شہرۂ آفاق فقہی تصنیف **"بہارِ شریعت"** ہندو پاک کے تمام دینی علمی اداروں کی زینت ہے اور مسلم گھرانوں میں بڑے ذوق وشوق سے پڑھی جاتی ہے۔ کئی جلدوں پر مشتمل "فتاویٰ امجدیہ" بھی آپ کی ایک عظیم فقہی یادگار ہے۔

مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے شعبۂ دینیات کی تدوینِ نصاب کمیٹی کے آپ، رُکنِ رکین تھے۔

اس موضوع پر، ایک رپورٹ، تحریر کرتے ہوئے سید سلیمان ندوی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے:

"جدید ضرورتوں سے آگاہ، نصاب ہائے تعلیم اور درسگاہوں کے تجربہ کار عالم"۔
(ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ۔ شمارۂ فروری۔ ۱۹۲۶)

مدرسہ سعیدیہ، دادون، ضلع علی گڑھ کے سالانہ جلسۂ دستار بندی میں تقریر کرتے ہوئے صدر یار جنگ، نواب، حبیب الرحمٰن خاں، شیروانی، صدرُ الصُّدور اُمور مذہبی، حیدر آباد، دَکن نے، آپ کے بارے میں اپنا یہ تأثر، پیش کیا تھا:

"حضرات! آج کل، مدارس، بہت، طلبہ بہت۔
میں، ہندوستان کے مختلف مدارس میں، پِھرا اور دیکھا۔ مگر، واقعہ، یہ ہے کہ:
ملک کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک، پِھر جایئے۔
اور مدرس، تلاش کیجئے، تو صحیح معنوں میں مدرس، نہیں، ملیں گے۔
میرا، جو ذاتی تجربہ ہے، وہ، یہ ہے کہ:
جس کو، مدرس کہتے ہیں، وہ، ہندوستان میں چار پانچ سے زائد، نہیں۔

ان چار پانچ میں سے ایک، مولوی امجد علی صاحب ہیں۔
ان کے ہاتھ، طلبہ کا فاضل ہونا اور اسناد پانا، صاف بتا رہا ہے کہ:
ان میں ضرور، اِستعداد ہے۔ نام کے مولوی، نہیں۔''
(روداد مدرسہ حافظیہ سعیدیہ، ریاست دادوں، ضلع علی گڑھ۔ بابت ۵۸/۵۷۔ ص ۵۔ ۱۳۵۸ھ)

صدرُ الشریعہ، مولانا امجد علی، اعظمی، رضوی نے، اپنے چند شاگردوں اور خُدَّامِ درگاہِ معلیٰ
اجمیر شریف کو لے کر، قُرب وجوار کی، راجہ پرتھوی راج کی اولاد، راجپوت قوم
جس میں نَومسلم ہونے کی وجہ سے بہت سی بدعات اور مشرکانہ رسمیں، رائج تھیں۔
فرائض وواجبات سے عام ناواقفیت تھی، ان کے درمیان، مسلسل تبلیغ کی۔
پورے علاقہ میں بے شمار تبلیغی دَورے کیے۔ لوگوں کو، نرمی وملاطفت کے ساتھ سمجھایا۔
آپ کی مخلصانہ اور مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں بہت سی مشرکانہ رسموں کا خاتمہ ہوا۔
بدعات وخرافات سے اِجتناب اور دینی اَقدار وشعائر اپنانے کا جذبہ پیدا ہوا۔
پروفیسر محمد ایوب قادری (کراچی) لکھتے ہیں:

''اجمیر کے زمانۂ قیام میں نَومسلم راجپوتوں میں مولانا امجد علی نے
خوب تبلیغ کی اور اس کے بہت مفید نتائج، برآمد ہوئے۔
(ص ۱۶۔ ''**یادگارِ بریلی**''، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء۔ از پروفیسر محمد ایوب، قادری)

صدرُ الشریعہ کے نامور تلامذہ، مثلاً: محدِّثِ اعظمِ پاکستان، مولانا محمد سردار احمد
قادری، لائل پوری (وصال ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) وحافظِ مِلَّت، مولانا عبدالعزیز
مرادآبادی، محدِّثِ مبارک پوری (وصال ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء) ومجاہدِ مِلَّت
حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن، قادری، اڑیسوی (وصال ۱۴۰۱/۱۹۸۱ء)
صدرُ العلما، حضرت مولانا غلام جیلانی، میرٹھی (وصال ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء)
خَیرُ الاذکیا، مولانا غلام یزدانی، اعظمی (وصال ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۴ء)
شمس العلما، قاضی شمس الدین احمد، جعفری، جون پوری (وصال ۱۴۰۱ھ/
۱۹۸۱ء) مفتیِ اعظم کانپور، مولانا رفاقت حسین، مظفر پوری (وصال ۱۴۰۳ھ/
۱۹۸۳ء) حضرت مولانا غلام جیلانی، اعظمی (وصال ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء)
حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ، ازہری (وصال ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء) حضرت مفتی

وقارُالدین، رضوی، پیلی بھیتی (وصال ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء۔ کراچی) حضرت مولانا تقدس علی، رضوی، بریلوی (وصال ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء) حضرت مولانا ثناءُاللہ، امجدی، اعظمی (وصال ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء) حضرت مولانا محمد سلیمان اشرفی، بھاگل پوری (وصال ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء) حضرت مفتی غلام جان ہزاروی (وصال ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء) حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ، اعظمی، مجدِّدِی (وصال ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۶ء) حضرت مفتی اعجاز ولی، رضوی، بریلوی (وصال ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) حضرت مفتی محمد خلیل خاں برکاتی (وصال ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔ سِندھ) وغیرھُم، کا

علمی وتدریسی فیضان، آج بھی، ہندوپاک کے اکثر مدارس میں جاری ہے۔

مولانا نعیم الدین، مرادآبادی

صدرُالافاضل، مولانا نعیم الدین، مرادآبادی (۱۳۰۰ھ۔ وصال ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)

خلیفۂ امام احمد رضا، نہایت صائبُ الرائے، مفکر، مدبِّر اور ملکی حالات پر

غائرانہ نظر رکھنے والے معروف ومعتمد عالمِ دین تھے۔

آپ کی کئی قیمتی تصانیف ہیں۔ ہندوپاک میں آپ کے تلامذہ نے، نمایاں خدمات، انجام دیں۔ اردو زبان میں لکھی ہوئی آپ کی مختصر اور جامع تفسیرِ قرآن، مسمّٰی بہ ''خزائن العرفان'' نہایت ہی مشہور اور برصغیر ہندوپاک میں بے حد مقبول ہے۔

آریہ دَھرم کا، ۱۹۲۳ء میں بڑا زور تھا اور **شردھانند** کی تحریک **''شدھی سنگٹھن''** اپنے شباب پر تھی۔ ملک کے طول وعرض میں اِرتداد کا فتنہ پھیلا ہوا تھا۔

اور لاکھوں مسلمان، اسلام سے منحرف ومُرتد ہو رہے تھے۔

اُس وقت آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی میں نمایاں اور سرگرم حصہ لیا۔

رام چند آریہ، شردھانند اور دھرم بھکشو، وغیرہ، مشہور آریہ رہنماؤں سے مذہبی مسائل پر گفتگو کی۔ ان سے کئی مناظرے کیے۔ وہ سب، لاجواب ہوئے اور آپ، داعیانہ وفاتحانہ شان سے مسلمانوں کو اسلام کی طرف بلاتے اور ان کا سر بلند کرتے رہے۔

رام چند آریہ سے مناظرہ کی کارروائی، مطبع اہلِ سنّت، بریلی سے شائع ہو چکی ہے۔

آپ کی تبلیغ سے متأثر ہو کر بہت سے مسلمان جو کسی دنیوی لالچ، یا خوف سے
معاذَاللہ، اِرتداد کی جانب جُھک رہے تھے، یا۔ اسلام کا دامن چھوڑ چکے تھے
وہ پھر، اسلام کی طرف لوٹ آئے اور آپ کے ذریعہ، نہ جانے کتنے مسلمان
دارَین کی سعادتوں سے بَہرہ ور اور فیروزمندیوں سے سرفراز ہوئے۔
شدھی سنگٹھن کے بڑھتے ہوئے طوفان اور اس کی ہلاکت خیزی کا صحیح اندازہ
وہی لوگ کرسکتے ہیں جنھوں نے، ان مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔
یا۔ جو، حضرات، اس کا تاریخی مطالعہ رکھتے ہیں۔
اس زمانہ (۱۹۲۳ء) میں اس فتنہ کا مقابلہ اور شردھانند وغیرہ کو، زیر کرنا، بڑے ہی دل گردے کا
کام تھا۔ جسے، بڑی جرأت و ہمت کے ساتھ، آپ اور دیگر عُلماے اہلِ سنَّت نے انجام دیا۔
آپ کا قائم کردہ مدرسہ اہلِ سنَّت، اب جامعہ نعیمیہ، مرادآباد کے نام سے مشہور
اور اہلِ سنَّت کا ایک مرکزی دارالعلوم ہے۔
برسوں تک آپ نے اپنے ماہنامہ اَلسَّوَادُالاعظم، مرادآباد کے ذریعہ بھی
قوم و مِلَّت کی رہنمائی کا عظیم فریضہ، انجام دیا۔
آپ کے چند مشہور تلامذہ، یہ ہیں: ابوالحسنات، مولانا سید محمد احمد، قادری، لاہوری
(وصال ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) مولانا محمد عمر، نعیمی، مرادآبادی (وصال ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۶ء۔ کراچی)
مولانا غلام معین الدین نعیمی (وصال ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء۔ کراچی) مفتی احمد یار خاں، نعیمی (وصال ۱۳۹۱ھ/
۱۹۷۱ء) مفتی محمد حبیبُ اللہ، نعیمی (وصال ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء) ابوالبرکات، مولانا سید احمد، قادری، لاہور
(وصال ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء) مولانا نوراللہ، نعیمی، بصیرپوری (وصال ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء)
مفتی محمد حسین نعیمی (وصال ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء) پیر کرم شاہ، ازہری (وصال ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء)
مولانا غلام علی، اَوکاڑوی (وصال ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء)

سید سلیمان اشرف

پروفیسر سید سلیمان اشرف، عظیم آبادی، ثُمَّ علی گڑھی (متولد ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء۔
متوفی ۵/ربیع الاول ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء) صدر شعبۂ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
حضرت مولانا سید سلیمان اشرف کے اساتذۂ گرامی کے اسمائے گرامی، مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت مولانا قاری، نور محمد، چشتی، فخری، اَصدقی، مولانا احمد حسن، کان پوری

علّامہ ہدایتُ اللہ، جون پوری، مولانا وصی احمد، محدِّث سورتی

عَلَیْہِمُ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوان۔

حضرت مولانا، نور محمد، اَصدقی، چشتی سے نسبتِ بیعت وارادت

اور شیخ المشائخ، سید شاہ علی حسین، اشرفی، کچھوچھوی و امامِ اہلِ سنّت، مولانا الشّاہ، محمد احمد رضا قادری، برکاتی، بریلوی سے اجازت و خلافت، حاصل تھی۔

آپ کے چند مشہور تلامذہ کے نام، درجِ ذیل ہیں:

ڈاکٹر فضل الرحمٰن، انصاری، اَلمرکز الاسلامی، کراچی، پروفیسر محمود احمد، صدر شعبۂ فلسفہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، پروفیسر، رشید احمد صدیقی، سابق صدر شعبۂ اردو، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ڈاکٹر سید عابد علی، ڈائریکٹر بیت القرآن، لاہور، ڈاکٹر برہان احمد، فاروقی، لاہور

مولانا ابرار حسین گوپامئوی، سید امیر الدین، قدوائی۔

آپ کی تصنیفات: نُزْھَۃُ الْمَقَال فِی لِحْیَۃِ الرِّجَال، اَلرَّشَاد، اَلسَّبِیل، اَلنُّور، اَلْاَنْھَار اور اَلْمُبِین، آپ کے دینی و علمی وادبی ذوق و معیارِ تحقیق کا آئینہ اور مَنَارِنور ہیں۔

آپ نے عربی زبان کی خصوصیات اور اس کے محاسن کے موضوع پر ''اَلْمُبِیْن'' نام سے اردو زبان میں ایک کتاب لکھی، جو آپ کی مشہور تحقیقی اور شاہکار تصنیف ہے۔

اس اَلْمُبِیْن پر تبصرہ کرتے ہوئے، صدر یار جنگ، نواب، حبیب الرحمٰن خاں، شیروانی لکھتے ہیں:

''درس نظامی کی اِستعداد آفرینی، علمی حلقوں میں مسلَّم ہے۔

مگر ''اَلْمُبِیْن'' پڑھ کر، واضح ہوا کہ:

درسِ مذکور، نہ صرف اِستعداد آفریں تھا، بلکہ مجتہدانہ قوت بھی پیدا کرسکتا تھا۔

''اَلمبین'' میں، مؤلِّفِ محقق کے قلم نے، اُن دشوار گزار میدانوں کو

فاتحانہ طے کیا، جن کا نشان بھی، اگلی کتابوں میں، نہیں ملتا۔

اور اگر ہے تو، جیسا میں نے اوپر، عرض کیا: مجمل۔ مبہم

(ص ۲۶۴۔ مقالاتِ شیروانی۔ پرنٹنگ پریس، علی گڑھ)

مصنفِ علّام نے ''اَلمبین'' کو، سات بابوں پر تقسیم کیا ہے۔

بے مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک زبان کی حقیقت، واضح کرنے کے واسطے

جتنے پہلوؤں سے بحث کی جاسکتی ہے
وہ تمام پہلو، ان اَبواب میں، زیرِ بحث آ گئے ہیں۔
بحث میں ایک حکیم کی دِقّتِ نظر، ایک ادیب کے ذوق، ایک لُغوی کی
ہمہ گیری سے کام لیا گیا ہے۔'' (ص ۲۶۵۔ **مقالاتِ شیروانی**)
ثابت کیا گیا ہے کہ مستشرقین کی، یہ رائیں (اِرتقاے لسان سے متعلق)
ایسے قیاسات ہیں، جن کا ساتھ، واقعات اور حقائق، نہیں دیتے۔
ان مباحث کے پڑھنے سے صاف، واضح ہو جاتا ہے کہ:
مؤلِّف کے دماغ کی بلند پروازی، تحقیق کی اُس فضا میں جا پہنچی ہے
جہاں، مستشرقین کے قیاسات، پست ہو کر رہ جاتے ہیں۔
اور یہ امر، قابلِ فخر ہے کہ، جو مباحث و دلائل، جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو
ساکت و مبہوت بنا دیتے ہیں، ایک قدیم درسگاہ کا فیض یافتہ عالم
نہ صرف، یہ کہ ان سے مرعوب، نہیں ہوتا، بلکہ قوتِ اِستدلال سے
ان کی کمزوریاں، ظاہر فرما کر، طالبانِ علوم کو صحیح راہِ تحقیق دکھا دیتا ہے۔
(ص ۲۶۸۔ **مقالاتِ شیروانی**)
مؤلِّفِ علّام کا، یہ کمال ہے کہ اس مسئلہ (فلسفۂ اِشتقاق) میں
جو تفصیل، آج تک، نہ ہوئی تھی
''اَلمبین'' کے ذریعہ، ہماری آنکھوں کے سامنے آ گئی۔''
(ص ۲۶۹۔ **مقالاتِ شیروانی**)
مشہور اردو ادیب، پروفیسر رشید احمد، صدیقی لکھتے ہیں:
''اَلمبین، شائع ہوئی تو، اس کا ایک نسخہ، سر (ڈاکٹر) اقبالؔ مرحوم کو بھی بھیجا
تھا۔ اتفاق سے کچھ ہی دنوں بعد، اقبالؔ مرحوم اپنے لیکچروں کے سلسلے میں
علی گڑھ تشریف لائے۔ کھانے پر ایک جگہ، مرحومین سے ملاقات ہوئی۔
اَلمبین کا ذِکر، چھڑ گیا۔
سر اقبالؔ مرحوم نے بڑی تعریف کی۔ اور فرمایا:
مولانا (سلیمان اشرف) آپ نے، عربی زبان کے بعض ایسے پہلو پر بھی

روشنی ڈالی ہے، جس کی طرف، پہلے، کبھی، میرا ذہن، منتقل، نہیں ہوا تھا۔''

(ص ۳۶ ۔ **گنجہائے گراں مایہ**۔ از پروفیسر رشید احمد صدیقی۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر۔ نئی دہلی۔ ۲۵)

مشہور مستشرق، پروفیسر براؤن نے، اَلمُبین کو دیکھ کر کہا:

''مولانا نے عظیم موضوع پر، اردو میں یہ کتاب لکھ کر، ستم کیا۔

عربی، یا انگریزی میں ہوتی، تو کتاب کا وزن اور بڑھ جاتا۔''

فارسی شعروادب کی تاریخ میں ''اَلانہار'' مصنّفہ سید سلیمان اشرف قُدِّسَ سِرُّہٗ کے بارے میں فارسی و اردو و عربی کے محقق و ادیب، مولانا حبیب الرحمٰن خاں، شیروانی نے، رائے دی کہ:

''آپ کی کتاب، شبلی کی ''شعرالعجم'' سے بہتر ہے۔''

(ص ۱۰۰۔ **تذکرہ علمائے اہلِ سنّت**۔ از مولانا محمود احمد، قادری، رفاقتی)

مفتی اعجاز ولی خاں، رضوی، بریلوی (متولد ۱۳۳۲ھ ۱۹۱۴ء۔ متوفی ۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳ء)

شیخ الحدیث، جامعہ نعمانیہ، لاہور، آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''آپ، اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کے حسبِ ارشاد، مسلم یونیورسٹی سے منسلک ہوئے۔ آپ، رشد و ہدایت کے پیکر، صداقت دیانت کے مجسمہ تھے۔

سیاسی بصیرت میں لاثانی تھے۔''

(ص ۳۱۔ **مقالاتِ یومِ رضا**۔ لاہور۔ حصہ سوم۔ ۱۹۷۱ء)

مولانا شمس تبریز خاں، رقم طراز ہیں:

''غالبًا، مولانا انصاری (عبداللہ، دامادِ مولانا محمد قاسم، نانوتوی)

کی وفات ۱۹۲۵ء کے بعد، مولانا (حبیب الرحمٰن) شیروانی

مولانا احمد رضا خاں کے شاگرد، مولانا سلیمان اشرف صاحب کو

صدارتِ دینیات کے لئے علی گڑھ لائے۔

شعبۂ دینیات میں، جو کچھ ہوتا

وہ، مولانا شیروانی اور مولانا سلیمان اشرف ہی کی تجویز سے ہوتا۔

۱۰ ستمبر ۱۹۲۳ء کو، ان دونوں دوستوں نے مجلسِ انتظامی میں یہ تجویز رکھی کہ:

بغیر سنّی دینیات کا امتحان دیئے ہوئے

بی۔اے کا امتحان نہ ہو اور نہ سند دی جائے۔

چنانچہ، اس کے لئے ایک کمیٹی، بن گئی۔"

(ص ۱۶۸۔ **نواب صدر یار جنگ**۔ مکتبہ ندوۃ العلما، لکھنؤ)

سید سلیمان ندوی (متوفی ۱۹۵۳ء۔ کراچی) دارُالمصنّفین، اعظم گڑھ کے علمی و تحقیقی ترجمان ماہنامہ "معارف" کے اداریہ میں لکھتے ہیں:

"مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) کے بعض ارکان کی کوشش ہے کہ:

یونیورسٹی میں علومِ شرقیہ کا بھی شعبہ، قائم ہو۔ کیوں کہ مسلم یونیورسٹی کے لئے

جب روپیہ، فراہم کیا جا رہا تھا، تو مسلمانوں کو، اس کی توقع دلائی گئی تھی۔

اس لئے اب اس وعدہ کے وفا کرنے کے دن آ گئے ہیں۔

چنانچہ، اس غرض سے منتظمینِ یونیورسٹی کی دعوت پر، چند ایسے عُلما

جو، جدید ضروریات سے آگاہ اور درس گاہوں کا تجربہ رکھتے تھے، علی گڑھ میں جمع ہوئے۔

اور متواتر، سات (۷) اجلاس، ۱۱ر فروری (۱۹۲۶ء) سے ۱۷ر فروری تک، منعقد ہوتے رہے۔

مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو سمجھا اور اس کے لئے نقشۂ عمل اور ایک نصاب

میٹرک سے ایم۔اے تک، تیار کر کے، یونیورسٹی کے سامنے، پیش کر دیا۔

اس مجلس کے ارکان، حسبِ ذیل افراد تھے:

نواب صدر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، مولانا سید سلیمان اشرف، صدر علومِ شرقیہ، مسلم یونیورسٹی، مولانا مناظر احسن، گیلانی، استادِ دینیات، جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد، دکن مولانا امجد علی، صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ، اجمیر، اور یہ خاکسار۔"

مولانا عبد العزیز، میمن، راج کوٹی، استادِ ادبیات عربی، مسلم یونیورسٹی نے

خاص موقعوں پر شرکت کی۔

علومِ شرقیہ کو، تین حصوں میں تقسیم کیا گیا: عقلیات، دینیات اور ادبیات۔

اور ہر ایک کا، علٰیحدہ نصاب، ترتیب دیا گیا۔ جو، ایف۔اے کے پہلے سال سے ایم۔اے تک، ختم ہوگا۔" اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(اداریہ، بقلم سید سلیمان ندوی۔ ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ۔ شمارۂ فروری ۱۹۲۶ء)

علی گڑھ کی علمی و دینی فضا پر آپ، پوری طرح چھائے ہوئے تھے۔
جلالتِ علمی کی وجہ سے، دینیات کا کوئی مسئلہ، یا کوئی بھی اہم تجویز
مولانا سید سلیمان اشرف کی رائے کے بغیر، پاس نہ ہوتی۔
سید سلیمان، ندوی، بیان کرتے ہیں:

''ان کی سب سے بڑی خوبی، ان کی خودداری اور عزتِ نفس کا
احساس تھا۔ ان کی ساری عمر، علی گڑھ میں گذری۔
کبھی، کسی کی خوشامد نہیں کی اور نہ ان میں سے کسی سے دب کر
یا۔ جُھک کر ملے، جس سے ملے، برابری سے ملے۔
اور اپنے عالمانہ وقار کو، پوری طرح، ملحوظ رکھ کر۔
علی گڑھ کی، سیاسی انقلابات کی آندھیاں بھی، ان کو، اپنی جگہ سے ہِلا نہ سکیں۔
علی گڑھ کے عشرت خانہ میں ان کی قیام گاہ، ایک درویش کی خانقاہ تھی۔
یہاں، جو بھی آتا، جھک کر آتا۔ (ص ۱۹۔ **یادِ رفتگان** — سید سلیمان ندوی)

پروفیسر، رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں:

''(سلیمان اشرف) مرحوم میں، اپنے استاذ ہی کا، جَبروت و طَنطنہ تھا۔
ان کی شخصیت میں بھی جبروت، کارفرما تھا۔
میں نے، مرحوم کو جھک کر، یا گول مول باتیں کرتے، کبھی نہ پایا۔''
(**گنج ہائے گراں مایہ**۔ از پروفیسر رشید احمد صدیقی)

مرعوب ہونا، جانتے ہی نہ تھے۔ کسی کے علم سے، نہ کسی کی دولت سے۔
نہ کسی کے اقتدار سے۔ مذہبی عقائد میں کٹّر۔ سلوک میں بے لوث۔
جو، جتنا چھوٹا، ہوتا، اس سے اتنی ہی فروتنی سے ملتے۔
بڑا ہوتا تو، اس سے کہیں بڑا ہو کر ملتے۔ علم کا وقار، ان کے دَم سے تھا۔
معزز و محبوب مولوی، میں نے، انھیں کو پایا۔'' (گنج ہائے گراں مایہ۔ ص ۳۴)

نواب مشتاق احمد خاں، حیدر آبادی لکھتے ہیں:

بڑے جید عالم تھے اور ان کے علم و فضل کی وجہ سے طلبہ اور اساتذہ
سب، ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ شخصیت بھی بڑی بارعب تھی۔

کسی سے دبنا جانتے ہی، نہ تھے۔ عدمِ تعاون کی تحریک میں
جب مولانا محمد علی جوہر اور شوکت علی، برادران
علی گڑھ کی درسگاہ کو، جامعہ مِلّیہ میں ضم کرنا چاہتے تھے
تو مغرب کی نماز کے بعد، ان سے مولانا سلیمان اشرف کی
بڑی بحثیں ہوتی تھیں۔
اس زمانے میں مولانا محمد علی کا، ایسا رعب تھا کہ:
بہت کم لوگوں کو، ان کے سامنے، بات کرنے کی جرأت ہوتی تھی۔
مولانا سلیمان اشرف صاحب، واحد شخص تھے
جو، انھیں، تُرکی بہ تُرکی، جواب دیتے تھے۔
میں نے، ان سے دینیات پڑھی ہے اور ان کے تفسیرِ قرآن کے درس میں
بھی، شریک ہوا ہوں۔" (ص ۱۱۰۔ "**خیابانِ رضا**"۔ مطبوعہ: لاہور ۱۹۸۲ء)
مولانا، پہلے، مدرسۃُ العلوم میں اور پھر جب جامعہ اسلامیہ علی گڑھ کا قیام
عمل میں آیا، تو اس میں شعبۂ دینیات کے سربراہ، مقرر ہوئے۔
علمی دنیا اور دینی حلقوں میں ان کا نام
بڑی عزت واحترام سے لیا جاتا تھا اور ان کے علم وفضل کی بڑی دھوم تھی۔
مولانا سلیمان اشرف صاحب، ایک عرصہ تک
جامعہ علی گڑھ میں درس وتدریس میں مشغول رہے اور مسلمانوں کی
کئی نوجوان نسلوں کو، انھوں نے اسلامی زندگی کے سفر کے لئے تیار کیا۔
وہ اپنی شخصیت، علم وفضل اور کردار کی وجہ سے علی گڑھ ہی نہیں
بلکہ تمام ہندوستان میں، بڑی عقیدت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔"
(ص ۹۴۔ ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور۔ جون ۱۹۷۷ء۔ بقلم نواب مشتاق احمد، حیدرآبادی)
مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے دانشوروں، ادیبوں اور مختلف شعبوں کے اصحابِ علم وتحقیق
کی جمعیت میں پورے عالمانہ وقار کے ساتھ رہ کر، ان کی رہنمائی کرنا
طلبہ واساتذہ کو اپنی درسگاہ اور مجلسوں میں اسلام اور علومِ اسلامیہ کی طرف، راغب کرنا
اِلحاد ولادینیت سے انھیں محفوظ رکھنا، یہ تمام باتیں ایسی ہیں

جن کی شہادتیں، خود، ان کے معاصرین وتلامذہ اور دیگر اَربابِ علم نے دی ہیں۔

مولانا سید محمد احمد، قادری، لاہوری

قائدِ تحریکِ ختمِ نبوت، ابوالحسنات، مولانا سید محمد احمد، قادری (متولد ۱۳۱۴ھ۔۱۸۹۶ء متوفی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) امام احمد رضا کے فیوض سے مستفیض تھے۔

اور آپ کے والد ماجد، مولانا سید دیدار علی شاہ، اَلوَرِی، لاہوری (متوفی ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء)

امام احمد رضا کے خلیفہ تھے۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

''تحصیلِ علم سے فارغ ہوتے ہی ایک حادثہ، رونما ہوا۔

چند شر پسند افراد نے، ریاستِ الوَر کی مسجد تر پولیہ، شہید کر دی۔

اس واقعہ نے، مولانا (ابوالحسنات) کو، شُعلۂ جوالہ بنا دیا۔

آپ نے خداداد خطیبانہ صلاحیتوں سے مسلمانوں میں روح پھونک دی۔

مسجد کی وَاگزاری کے لئے زبردست تحریک، شروع ہوگئی۔......

قیامِ پاکستان کے بعد، ختمِ نبوت کے قصرِ رفیع میں نقب لگانے والے مرزائی

قادیان سے منتقل ہوکر، پاکستان پہنچ گئے اور پاکستان کے وزیرِ خارجہ، ظفراللہ کے نام سے

برائے نام قیمت کے عوض ''ربوہ'' (پنجاب، پاکستان) کی زمین، حاصل کر کے

اِرتداد پھیلانے میں مصروف ہوگئے۔

اس فتنہ کے اِنسداد کے لئے پاکستان کے تمام عُلما

سنّی، غیر مقلد، جماعتِ اسلامی اور شیعہ نے، مل کر ۱۹۵۳ء میں مجلسِ عمل، قائم کی

جس کے صدر، مولانا ابوالحسنات، محمد احمد، قادری، منتخب ہوئے۔

متفقہ طور پر خواجہ ناظم الدین کی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ:

ظفراللہ کو، وزارت کے منصب سے برطرف کیا جائے۔

اور مرزائیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت، قرار دیا جائے۔

لیکن، اَربابِ اقتدار، ٹَس سے مَس، نہ ہوئے۔

آخر، طے پایا کہ ایک وفد، کراچی جاکر، مرکزی وزیر اعظم، خواجہ ناظم الدین سے ملے

اوران سے اپنے مطالبات، پیش کرے۔

خواجہ صاحب نے معذرت کا اظہار کیا اور قائدینِ وفد کو گرفتار کرلیا۔

یہ خبر، جنگل کی آگ کی طرح، پورے ملک میں پھیل گئی۔ جگہ جگہ، احتجاجی جلسے ہونے لگے۔ جلوس نکلنے لگے۔

عوام وخواص کے مطالبے اور احتجاج کی شدت کے ساتھ، حکومت کا تشدُّد بھی بڑھ گیا۔

اور پورے ملک کے جیل خانے، فدایانِ ختمِ نبوت سے بھر گئے۔''

(ص ۴۲۶۔ تذکرۂ اکابر اہلِ سنّت۔ ۱۹۷۶ء۔ لاہور)

پھر، دوبارہ، یہی تحریک ۱۹۷۴ء میں قائدِ اہلِ سنّت، مولانا شاہ احمد نورانی، صدیقی (ممبرِ قومی اسمبلی وصدر جمعیۃ العلماء پاکستان۔ متوفی ۱۱/دسمبر ۲۰۰۳ء)

فرزندِ مبلغِ اسلام، مولانا عبد العلیم میرٹھی قُدِّسَ سِرُّہٗ، خلیفۂ امام احمد رضا کی قیادت میں اتنے زوردار طریقے سے پورے ملک میں چلی کہ:

حکومت کو مسلمانوں کے احتجاج اور ان کے مطالبات کے سامنے جھکنا پڑا۔

اور اس نے سرکاری سطح پر، قادیانیت کو ۱۹۷۴ء میں غیر مسلم اقلیت، قرار دیا۔

جس سے، ان کے استحکام اور مرکزیت کو سخت دھچکا پہنچا۔

اور، روس، امریکہ، فرانس، برطانیہ، جرمن، ہالینڈ، افریقہ وغیرہ میں پھیلے ہوئے لاکھوں قادیانی اپنے عقائد پر نظرِ ثانی کرنے کے لئے مجبور ہوئے۔

اور بہت سے قادیانی ومرزائی، اِرتداد سے تائب ہوکر، مشرَّف بہ اسلام ہوئے۔

مولانا ضیاءُالدین، مہاجرِ مدنی

قطبِ مدینہ، حضرت مولانا ضیاءالدین احمد، قادری، مہاجرِ مدنی (ولادت ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء۔ وصال ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔ مدفون، جنت البقیع، مدینہ منورہ) ضلع سیالکوٹ، پنجاب میں پیدا ہوئے۔

علاّمہ عبد الحکیم، سیالکوٹی (متوفی ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء) آپ کے اَجداد میں سے ہیں۔

جنھوں نے حضرت شیخ احمد، سرہندی کو، سب سے پہلے ''**مجدِّدِ الفِ ثانی**'' کہا تھا۔

لاہور، دہلی، پیلی بھیت میں حضرت مولانا ضیاءالدین نے تعلیم، حاصل کی۔

حضرت مولانا غلام قادر، بھیروی، پنجابی (متوفی ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۹ء) اور حضرت مولانا وصی احمد محدِّث سورتی (پیلی بھیتی۔ متوفی ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء) آپ کے خصوصی اساتذہ ہیں۔

امام احمد رضا سے نسبتِ بیعت و اِرادت، حاصل ہے۔

۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء میں سلسلۂ قادریہ کی اجازت وخلافت آپ سے ملی۔

اور سلسلۂ چشتیہ میں حضرت مولانا وصی احمد، محدِّث سورتی (متوفی ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء) خلیفۂ حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی (متوفی ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء) سے خلافت واجازت، حاصل ہے۔

پیلی بھیت کے بعد کچھ عرصہ کراچی اور پھر، نو (۹) سال تک، بغدادِ مقدسہ میں قیام کیا۔

۱۳۲۷ھ/ ۱۹۱۰ء میں، مدینہ منورہ پہنچے۔ حجازِ مقدس کے عُلما ومشائخ سے اکتسابِ فیض کیا۔

متعدد مشائخ سے اجازت وخلافت ملی۔ مدینہ منورہ ہی میں آپ نے ساری عمر گذاری اور یہیں، جنت البقیع میں آسودۂ خاک بھی ہوئے۔

مسجد نبوی، مدینہ طیبہ کے بالکل سامنے، بابِ مجیدی میں آپ کا آشیانہ علم وعمل اور عشق وعرفان کا مرکز تھا، جہاں، روزانہ، محافلِ نعت اور محفلِ میلاد کا انعقاد ہوتا تھا۔ یہاں، جو سُنّی زائر ومہمان آتا، آپ کی مجلسِ مبارک سے محبتِ رسول کی سوغات، ضرور پاتا۔

مولانا احمد مختار، صدیقی، میرٹھی

”حضرت مولانا احمد مختار، میرٹھی (متولد ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء۔ متوفی ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء) امام احمد رضا کے اَجِلَّۂ خُلفا میں سے ہیں۔ ساری عمر، تبلیغ وارشاد میں گذاری۔ برصغیر ہند کے علاوہ افریقہ، جزائرِ انڈونیشیا میں تبلیغی مراکز، قائم کیے اور ہزاروں غیر مسلموں کو، داخلِ اسلام فرمایا۔

برما کا سفر کیا تو وہاں ایک اسکول، قائم کیا۔ مانڈے میں اعلیٰ تعلیم کے لئے ایک درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ ڈربن (ساؤتھ افریقہ) میں عورتوں کو تعلیم کی طرف، متوجہ کیا۔

۱۳۲۲ھ میں افریقہ سے ”الاسلام“ نامی، گجراتی اخبار، جاری کیا۔

قومی اور ملکی معاملات سے آپ کو خصوصی دلچسپی تھی۔

۱۹۲۰ء میں خلافت تحریک میں پُرجوش حصہ لیا۔ آپ نے اور آپ کے دونوں چھوٹے

بھائیوں، مولانا نذیر احمد، خجندی، میرٹھی اور مولانا عبدالعلیم، صدیقی، میرٹھی نے
۱۹۲۱ء میں مرکزی خلافت فنڈ میں تین (۳) لاکھ کا چندہ دیا۔ ۱۹۲۲ء میں جیل بھی گئے۔''
(ص ۲۳۔ **تذکرۂ عُلمائے اہلِ سنّت**۔ از مولانا محمود احمد، قادری۔ ۱۹۷۱ء)
حجازِ مقدس میں سعودی خاندان نے، برسرِ اقتدار آنے کے بعد
مدینہ منورہ میں جنت البقیع اور مکہ مکرّمہ میں جنت المعلیٰ کے اندر، واقع
اَزواجِ مطہّرات وصحابۂ کرام کے مقابرِ متبرکہ کی توڑ پھوڑ کا سلسلہ، شروع کیا
تو عالَمِ اسلام میں، نجدیوں کے اِس اِقدام کے خلاف، ہلچل مچ گئی۔
۱۹۲۴ء میں، مسلمانانِ بمبئی نے سلطان، سعود اول کو، اس حرکت سے باز رکھنے کے لئے
آپ کی قیادت میں ایک وفد بھیجا۔ حضرت سید حبیب، صاحب، ایڈیٹر ''سیاست'' لاہور
اور مولانا فضل اللہ، مالکِ علمیہ بک ڈپو، بمبئی آپ کے رُفقائے وفد تھے۔'' (حوالۂ مذکورہ)

مولانا عبدالعلیم، صدیقی، میرٹھی

مبلغِ اسلام، مولانا عبدالعلیم، صدیقی، میرٹھی (متولد ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء متوفی ۱۳۷۴ھ
۱۹۵۴ء) کو، عربی، اردو، فارسی، فرانسیسی، جاپانی، چینی اور ملائی زبانوں پر قدرت، حاصل تھی۔
بچوں کے مشہور شاعر اور اسمٰعیل، گرلز کالج، میرٹھ کے بانی، مولوی اسمٰعیل، میرٹھی
مولانا عبدالعلیم، میرٹھی کے والد، مولانا عبدالحکیم، جوشؔ، میرٹھی (متوفی ۱۸۹۸ء) کے بھائی تھے۔
۱۹۵۱ء میں مولانا عبدالعلیم، صدیقی نے پوری دنیا کا تبلیغی دَورہ کیا۔
جس میں قابلِ ذکر ممالک، انگلستان، فرانس، اٹلی، برٹش گیانا، مُڈغاسکر، سعودی عرب
ٹرینی ڈاڈ، امریکا، کنیڈا، فلپائن، سنگاپور، ملائشیا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا اور سیلون ہیں۔
اس کے علاوہ، برما، سیلون، ملائشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، انڈوچائنا، چین، جاپان، ماریشش
جنوبی و مشرقی افریقہ کی نَوآبادیات، سعودی عرب، عراق، اردن، فلسطین، شام
اور مصر کے تبلیغی دَورے کیے۔
تمام مذاہب کے لوگوں کو، دعوتِ اسلام دی اور ہر زبان میں اسلام کا لٹریچر، شائع کیا۔
آپ کی تبلیغی کوششوں سے، بورنیو کی شہزادی Her Highiness Princess

Gladys Palmer Khairunniss of Sarawark Staateborneo

ماریشس،جنوبی افریقہ کےفرانسیسی گورنر،مَر وات

(Governor Merwate Tifafradh Slatasman)

اورٹرینی ڈاڈ کی ایک خاتون وزیر

Murifl Donawa Fatima

مشرّف باسلام ہوئے۔

بانیِ پاکستان،محمدعلی جناح،مراکش کے غازی،عبدالکریم،فلسطین کے مفتیِ اعظم سیدامین الحسینی، اِخوانُ المسلمین کے سربراہ،حسن البنّا،سیلون کے آنریبل جسٹس ایم مروانی،کولمبو کے جسٹس ،ایم ٹی اکبر، سنگاپور کے ایس این دَت اورمشہور انگریزی ڈرامہ نویس اور فلسفی جارج برناڈشا،آپ کی علمی وروحانی شخصیت سے بے حد متأثر تھے۔

ممباسہ(جنوبی افریقہ) میں جارج برناڈشا سے آپ کی ملاقات ہوئی۔آپ نے برناڈشاکےمختلف سوالات کے جوابات،اِس انداز سے دیے کہ:

دنیا کا یہ عظیم فلاسفر،آپ کے سامنے،طفلِ مکتب،نظرآنے لگا۔

آپ نے اسلام اورعیسائیت کےاصولوں کا تقابلی جائزہ

تاریخ،سائنس اورفلسفہ کی روشنی میں اس طرح، بیان کیا کہ:

برناڈشاکواسلام کی عظمت کااعتراف کرنا پڑا۔

اس گفتگو کا اُردوترجمہ ماہنامہ،ترجمانِ اہلِ سنّت ، کراچی ۔شمارۂ محرم وصفر۱۳۹۲ھ میں شائع ہو چکا ہے۔

حضرت مولانا صدیقی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نےتعلیماتِ اسلامیہ کوعام کرنے کے لئے ہرپہلوپر،توجہ دی۔متعدد مساجد،تعمیرکرائیں،جن میں حنفی جامع مسجد،کولمبو،سلطان مسجد،سنگاپور اورمسجدناگریا،جاپان،زیادہ مشہور ہیں۔

اس کے علاوہ ،عربی یونیورسٹی ، ملایا ، پاکستان نیوز ،مسلم ڈائجسٹ ،ٹرینی ڈاڈ مسلم اینوول(جنوبی افریقہ) کی بنیاد،آپ ہی نے رکھی۔

۱۹۴۹ءمیں،سنگاپورمیں تنظیم بین المذاہب کے نام سےایک ادارے کی بنیاد ڈالی۔

اور تمام دنیا کے عیسائی، یہودی، بدھ مت اور سکھ مذاہب کے پیشواؤں کو
ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے، لادینیت کا قلع قمع کرنے کی اپیل کی۔
تمام مذاہب کے رہنماؤں کی مشترکہ کانفرنس میں آپ کو
ہزاکز یٹیڈ ایمی نینس His Exaited Emininceخطاب دیا گیا۔
مصر میں تنظیم بینَ المذاہب الاسلامیہ کے نام سے آپ نے مختلف مکاتبِ فکر کی
ایک تنظیم، قائم کی۔
۱۳۶۵ھ/۱۹۴۲ء میں، حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی قُدِّسَ سِرُّہٗ
رابطہٗ اسلامیۂ ہند کے رئیسِ وفد اور ملایا، شرقی، جنوبی افریقہ اور جزائرِ شرقیہ کے مندوب کی
حیثیت سے سعودی عرب، تشریف لے گئے۔
اور سعودی حکومت کی طرف سے حُجاج پر، عائد کردہ ٹیکسوں کے خاتمہ
اور حج کے لئے دنیا بھر سے آئے ہوئے اَجِلّہ عُلما اور حکومتِ سعودیہ کے عمائدین
اور عبدالعزیز بن سعود سے مذاکرات کیے، جن کا خاصا اثر ہوا۔
ان مذاکرات کی تفصیل، عربی میں شائع ہوئی تھی، جس کے آغاز میں
اِخوانُ المسلمین (مصر) کے بانی، حسنُ البنا نے ابتدائیہ لکھا اور حضرت مولانا شاہ
محمد عبدالعلیم صدیقی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی مساعیِ جمیلہ کو خراجِ تحسین، پیش کیا۔ چنانچہ، لکھتے ہیں:

”کَمَا کَانَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَتَوْفِیْقِہٖ
اَنِ الْتَقَیْنَا مُنْذُ عامَین فِی الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَۃِ عِنْدَ الْبَیْتِ الْعَتِیْق
لِصَاحِبِ الْفَضِیْلَۃِ وَالدَّاعِیَۃِ الْاِسْلَامِی
الشَّیْخ محمد عبدالعلیم الصِّدیقی......
وَنَحْنُ نَسْأَلُ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ اَنْ یجزِی الاستادَ
الشَّیْخَ محمد عبدَالْعِلیم الصِّدیقی عَنِ الْمُسلِمِین خَیْرَالْجَزَاء“
اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، دو سال ہوئے کہ:
ہماری ملاقات، ارضِ مقدس میں، بیت اللہ شریف کے پاس
صاحبِ فضیلت، مُبلغِ اسلام، اَلشیخ محمد عبدالعلیم صدیقی سے ہوئی۔

(کچھ سطور کے بعد) ہم، اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ:
اللہ تعالیٰ، صاحبِ فضیلت، استاد شیخ محمد عبدالعلیم صدیقی کو
تمام مسلمانوں کی طرف سے، جزائے خَیر دے۔''
(۲۳۸۔۲۴۰۔**تذکرۂ اکابر اہل سنّت**۔مکتبہ قادریہ، لاہور)

میرٹھ کالج کی طالب علمی کے زمانے میں ہی آپ کو، برما مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی صدارت کے لئے تجویز کیا گیا۔ اس کانفرنس میں آپ نے
جومعرکۃُ الآرا خطبۂ صدارت دیا، وہ، برما، ملایا، سیلون اور انڈونیشیا کے گوشے گوشے میں پہنچا۔
آپ، سیاسی اور قومی تحریکات میں بھی شامل ہوئے۔
تحریکِ خلافت کے اُس دَور میں جب کہ انگریزوں کے خلاف، زبان کھولنا، مشکل ترین امر تھا، آپ، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا عبدالماجد، قادری، بدایونی مولانا عبدالباری، فرنگی محلی، مولانا نثار احمد، کانپوری، مولانا فاخر، الٰہ آبادی
اور دیگر زُعَمائے خلافت کی صفِ اول میں شامل تھے۔
اور ایک عرصہ تک آپ، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کے شانہ بشانہ، کام کرتے رہے۔
تحریکِ خلافت کے بڑھتے ہوئے سیلاب اور مسلمانانِ ہند کے سیاسی عروج کو ختم کرنے کے لئے مہاسبھائیوں نے پہلی بار، یو پی اور دیگر صُوبہ جاتِ ہند میں شدھی کا جال پھیلانا، شروع کیا تو، آپ نے ہر جگہ، تبلیغی مراکز، قائم کیے۔
بمبئی، کرناٹک، احمد آباد، گجرات، وغیرہ میں، ایسی سرگرم خدمت کی کہ:
ان جگہوں پر مسلمان، شدھی کی لعنت سے محفوظ ہوئے۔
بمبئی کے دَورانِ قیام آپ نے پُونہ میں ایک نیشنل ہائی اسکول، قائم کیا۔
جس کا الحاق، علی گڑھ یونیورسٹی سے کرایا۔
آپ کو ۱۹۲۳ء میں، سیلون کے مسلمانوں نے دعوت دی۔ آپ، وہاں پہنچے۔
اس وقت، مسلمانوں میں وہاں، کافی انتشار تھا۔ آپ نے مسلمانوں کا شیرازۂ برہم، متحد کیا۔
مختلف جماعتوں کو توڑ کر، ایک جماعت بنا دیا۔
سیلون کا ایک عیسائی وزیر، مسٹر ایف کنگھن بیری، مسلمان ہوا۔

۱۹۲۴ء میں جب کہ سبھی اسلامی ممالک، سیاسی بُحران میں گھرے ہوئے تھے
ان ایام میں آپ، مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے۔
حکومتِ مکہ نے آپ سے مسلم کانگریس، یروشلم کی کارروائیوں میں شرکت کی درخواست کی۔
سیلون کے مسلمانوں کے شدید اِصرار پر، دوبارہ، وہاں پہنچے اور تبلیغِ دین فرمائی۔
۱۹۲۸ء میں یہاں سے انگریزی اخبار ''کوکبِ اسلام'' کا اِجرا کیا۔ اس اخبار کی ادارت
مسٹر موش ہے مسیجد کرتے تھے۔ عالَمِ اسلام میں اسے بڑے ہی شوق سے پڑھا جاتا تھا۔
آپ نے جنوبی مشرقی ایشیائی ممالک کا دَورہ، ایسے وقت میں کیا
جب کہ دنیا کے مسلمانوں کے حالات، دِگرگوں تھے۔
ان پر، دوسرے مذاہب کے اثرات، زیادہ تھے۔
آپ نے طویل عرصہ تک، سیلون، برما، سیام، انڈونیشیا، فرانسیسی، ہند چینی، ملایا، چین
جاپان اور سنگاپور میں قیام فرمایا اور دنیا کے دیگر مذاہب کو، دعوتِ اسلام دی۔
قادیانیوں کی مشنریوں کے اثرات، ختم کرنے کی سعی، جاری رکھی۔
عیسائی جماعتوں نے جن ہزار ہا مسلمانوں کو عیسائی بنالیا تھا، انھیں، پھر، دعوتِ اسلام دی۔
بیشتر نے قبولِ اسلام کیا۔ اس دَورانِ قیام، آپ نے اٹھارہ ہزار مسلمانوں کو
جنھیں، عیسائی بنادیا گیا تھا، ازسرِ نَو، دینِ اسلام سے محبت پیدا کرائی۔
برما میں آپ نے ''انجمن نوجوانانِ برما'' قائم کی۔
مالے پینانگ، کولالمپور میں مسلمان، آپ کے جاں نثار تھے۔
سنگاپور کے دَوران قیام آپ نے یہاں سے مشہور انگریزی رسالہ The Islam جاری کیا۔
اس رسالہ کی عنانِ اِدارت آپ نے اپنے لائق شاگرد، ڈاکٹر ایچ ایس منشی کے ہاتھ میں دی۔
اور ایک دوسرے لائق شاگرد، سید ابراہیم الشگوف کو آپ نے آل ملایا مشنری سوسائٹی کا
صدر بنایا، جس کی آپ نے خود ہی بنیاد رکھی تھی۔
یورپی ممالک کے دَورے میں حضرت علاَّمہ میرٹھی کی تقریر سُننے میں علومِ جدیدہ کے ماہرین
کالجوں اور یونیورسٹیوں کے فُضَلا، سائنس دانوں، فلسفیوں نے دلچسپی لی۔
ان سے تاریخی ملاقاتیں ہوئیں۔ عالمانہ مباحثے ہوئے۔

اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ آپ کے سامنے، اکثر محققین کو، سرِ تسلیم، خَم کرنا پڑا۔

جنوبی افریقہ کے دَورانِ قیام، آپ ''ویٹ واٹرس رینڈ'' Witwaters Raind

یونیورسٹی میں، اہم خطبات و تقاریر کے بعد، زنجبار، دارُالسَّلام اور ممباسہ، تشریف لے گئے۔

اور یہیں، برناڈ شا سے ملاقات ہوئی تھی۔

فرانسیسی گورنر، مسٹر مرواٹ نے آپ کے ہاتھوں، اسلام، قبول کیا۔

اور انھیں کے توسُّط سے آپ نے مراکو کے مشہور لیڈر، غازی عبدالکریم سے قید میں ملاقات کی

اور یہاں سے، نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کا دَورہ کیا۔

نیوزی لینڈ میں اپنے عزیز شاگرد، مسٹر عزیز ایچ عباسی کو تبلیغ کا، کام، سپرد کیا۔

آسٹریلیا میں مشہور فاضل، ڈاکٹر محمد عالم کو مبلغ بنایا۔

۱۹۳۶ء میں ایک بار، پھر جنوبی مشرقی ایشیا کا دَورہ کیا۔

اس وقت آپ، فرانسیسی، ہندچین اور چین میں تقاریر فرما رہے تھے۔

جہاں، ہزاروں مسلمان یورپین چین اور جاپانی سامعین نے آپ کی مجالسِ تقاریر میں شرکت کی۔

کنٹپن، شنگھائی اور پیکنگ میں عرصہ تک قیام رہا۔

جاپان کے مشہور شہر ''کعب'' کی جامع مسجد کمیٹی نے آپ کو دعوت دی۔

جاپان کے مسلمان، آپ کی تقریر کے دلدادہ تھے۔

جاپان کی اورنٹیل کلچرل سوسائٹی، ٹوکیو نے آپ کو خاص طور پر مدعو کیا اور تقریریں کرائیں۔

اس کے بعد آپ، مصر آئے۔ یہاں ''اِخوانُ المسلمین''، جس کے صدر، حسن البنّا مرحوم تھے

ان کے آپ، مہمان تھے۔ اور پورے مصر میں آپ نے عربی میں تقریریں کیں۔

مصر کے بعد، سیریا، عراق، لبنان اور بعد میں تُرکی آئے۔

تُرکی و بلادِ اسلامیہ کے بعد، پھر، یورپ گئے۔ روم کے مشہور شہر، ویٹیکن سٹی، جو پاپائے روم کا

صدر مقام ہے، وہاں، قیام کیا۔ یونیورسٹیوں اور بے شمار علمی اداروں میں تقریر کرتے رہے۔

پاپائے روم سے ملاقات ہوئی۔ پاپائے اعظم کو آپ نے ایک عرض داشت بھی پیش کی۔

آپ نے انھیں، دعوت دی کہ وہ کمیونزم کے خلاف

مولانا کی مُہم میں شریک ہوں اور خدا کی وحدانیت پر، اتفاق کریں۔

روم میں قیام کے بعد، مولانا میرٹھی، اسپین، پُرتگال، جرمنی اور ہالینڈ، تشریف لے گئے۔
اس کے بعد، پھر، انگلستان کے دَورے پر، روانہ ہوئے۔
پھر، وہاں سے امریکہ گئے، جہاں آپ کی آمد کا شدت سے انتظار تھا۔
مشرقی یونائیٹڈ اسٹیٹس کے مفتیِ اعظم، حضرت عبدالرحمٰن لٹسر آپ کے شاگرد ہوئے۔
شکاگو کے دَورانِ قیام، آٹھ (۸) امریکی، مسلمان ہوئے۔
ایک دن، شہر نیویارک کے سٹی ہال میں ایک عالمانہ وپُر زور تقریر کی۔
جلسہ، برخاست ہوتے ہی، بانوے (۹۲) امریکنوں نے، اسلام، قبول کیا۔
جن میں مشہور سائنس داں، مسٹر جارج اینٹن بیوف اور ان کی بیگم، شامل ہیں۔
واشنگٹن میں مختلف علمی اداروں میں لیکچرس سننے کے بعد، چھبیس (۲۶) انگریز
جو کالجوں میں اساتذہ تھے، اپنے اہل وعیال کے ساتھ، مسلمان ہوئے۔
میچی گن یونیورسٹی کا ہونہار ماہرِ تعلیم، مسٹر عبدالباسط نعیم آپ کا خاص شاگرد ہوا۔
اور مولانا کی زیرِ سرپرستی، امریکا سے ایک بلند پایہ اسلامی میگزین، بنام The Islamic
World And U.S.A (اسلامی دنیا اور امریکا) جاری کیا۔
کناڈا میں، گیارہ علمی اداروں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں آپ نے لیکچرس دیے۔
اومنٹن کوبیک اور مونٹریل میں عرصہ تک، قیام کیا۔
امریکہ کے دَورانِ سفر ہی، برٹش ویسٹ انڈیز، تشریف لے گئے۔
علاَّمہ میرٹھی کے قائم کردہ چند اہم ترین ادارے، جو گرم جوشی سے آج بھی مصروفِ عمل ہیں
وہ، یہ ہیں: حنفی مسجد، کولمبو (سیلون) مسجد ناگیریا، جاپان، سلطان مسجد، سنگاپور، عربک یونیورسٹی، ملایا، وغیرہ۔
مشہور مذہبی جرائد واخبارات ''دی مسلم ڈائجسٹ'' ڈربن، جنوبی افریقہ
اسٹار آف اسلام، سیلون، پاکستان نیوز، جنوبی افریقہ، اسلامک ورلڈ اینڈ یو۔ ایس۔ اے
ودیگر اسکول، لائبریریاں، تبلیغی ادارے اور سوسائٹیاں، وغیرہ ہیں۔
آپ کی تصانیف میں، ہائی ڈائی لاگ وِتھ برنارڈ شا، اِسپر چول کلچر اِنْ اسلام
مسلم رُول اِنْ سائنٹِفک وسکوایز، ردِّ قادیانی، وغیرہ، مشہور ہیں۔
آپ، دنیا کے تقریباً، ہر حصہ میں پہنچے اور اسلامی سُوسائٹیاں، علمی ادارے، مسجدیں، مشنریاں

اور لائبریریاں، قائم کیں اور سیکڑوں جلسوں اور کانفرنسوں میں تقریریں کیں۔

سائنس اور فلسفہ کے ماہرین اور یونیورسٹیوں کے فُضَلا سے معرکۃُ الآرا علمی و مذہبی مباحثے کیے۔ اسلامی لٹریچرس، ہر ملک کی زبان میں شائع کراتے رہے۔

ہزاروں غیر مسلموں کو مشرَّف بہ اسلام فرمایا۔

○○○

مذکورہ حقائق و معلومات کی روشنی میں، یہ سمجھنا، اب، نہایت آسان ہو گیا ہے کہ:

امام احمد رضا کے خُلفا و تلامذہ کی دینی و علمی خدمات کا دائرہ، کتنا وسیع ہے۔

اور خود، امام احمد رضا کا جہاں تک، سوال ہے تو یہ حقیقت، دو دو چار کی طرح، واضح ہے کہ:

امام احمد رضا کا علمی دنیا میں ایک نمایاں مقام ہے

اور تحقیق و تفقُّہ کے میدان میں، دور دور تک، آپ کا کوئی ثانی اور ہم پلّہ، نظر نہیں آتا۔

عشق و عرفان کی بزم میں، آپ کے دَم سے رونق ہے۔

اور تدبر و دانائی کی اعلیٰ روایتیں بھی، آپ کی تاریخ سے وابستہ ہیں۔

سائنسی مزعومات کی بنیادیں، کبھی، آپ کی تحقیقات سے لرز اٹھتی ہیں۔

تو کبھی، ہندوانہ فلسفے اور مشرکانہ رسوم کی دھجیاں اُڑنے لگتی ہیں۔

اور بدعات و خرافات کے اِستیصال میں بھی، آپ، شمشیر برہنہ، نظر آتے ہیں۔

آپ کے قلم کی شعلہ باری سے، ریگزارِ نجد میں دُھواں اٹھ رہا ہے

تو ہندوستان کی دورَنگی وہابیت (دیوبندیت و غیر مقلّدیت) بھی اپنی خیر منا رہی ہے۔

رِفض و تشیع کے خلاف گھن گرج ہے، تو قادیانیت کے خلاف بھی، محاذ آرائی ہے۔

اِلحاد و دہریت اور نیچریت سے دَست بازو آزما رہے ہیں

تو مغربیت کے بڑھتے ہوئے طوفان کے سامنے بھی چٹان کی طرح، سینہ سپر ہیں۔

غیر مسلموں کے مذہبی افکار و رسوم کے ساتھ، اتحاد کے خلاف

آپ کا قلم اپنے تاریخی فیصلے، صادر فرما رہا ہے، تو آزادی کے حصول میں آپ کے دیوانے بھی اپنی فکر و تدبر اور ہر ممکن جدو جہد کو، داؤ پر لگائے ہوئے ہیں۔

زمانہ کی نبض پر، آپ کی انگلی ہے اور اس کے تقاضوں پر غور کرنے کی

دعوتِ عام بھی دی جا رہی ہے۔

تعلیم یافتہ طبقہ اور علمی دانش گاہوں پر، خصوصی توجہ ہے۔
اور تبلیغِ اسلام کا عظیم کام بھی پیشِ نظر ہے۔
اَلْغَرض! خداوندِ قدُّوس نے، آپ کو، بے شمار فضائل و کمالات
اور خوبیوں کا جامع، پیدا فرمایا تھا۔
یہ بے مثال شخصیت ایسی جامع، ہمہ گیر اور متعددُ الجہات ہے کہ:
اس کی محفلِ علم و دانش اور بزمِ فضل و کمال سے ہر ذوق کے طالب کو اس کی مراد
اور مطلوبہ چیز، دستیاب ہو جاتی ہے، جیسے، ایک عربی شاعر، اِس طرح، بیان کرتا ہے:

لَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکَرٍ
اَنْ یَجْمَعَ الْعَالَمَ فِی وَاحِدٍ

خدا پر، کچھ دشوار نہیں کہ وہ، دنیا بھر کی خوبیوں کو، فردِ واحد میں جمع فرما دے۔"
امام احمد رضا، بریلوی کی عظیم شخصیت، واقعی معنوں میں شعرِ مذکور کا صحیح مصداق ہے۔
آپ نے، اپنی فکر و نظر کی بلندی و باریک بینی، بصیرت و فراست اور علمی فضل و کمال سے
بیش قیمت اور لازوال دینی و ملّی خدمات، انجام دے کر
متحدہ ہندوستان کی تاریخِ اسلام کو، ایسی رونق اور درخشندگی و تابانی بخشی ہے کہ:
ہر طلوع ہونے والا خورشیدِ جہاں تاب، اپنی شعاعوں سے
آپ کی تاریخِ حیات کے قابلِ فخر کارناموں کو، نئی آب و تاب اور جِلا بخشتا رہے گا۔
جس سے تصویر کا صحیح رُخ اور اس کا حُسن نکھرتا جائے گا۔
اور آپ کی تاریخی اہمیت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ کیوں کہ:

اس کا اندازِ نظر، اپنے زمانے سے جُدا
اس کے احوال کے محرم نہیں، یارانِ طریق

وہ اپنی ذات سے ایک انجمن، ایک عہد اور ایک تاریخ ہیں۔
سچ ہے کہ صدیاں گذرتی ہیں، زمانہ کروٹیں بدلتا ہے، تب کہیں، کسی مِلّت کو
ایسے قیمتی افراد ملا کرتے ہیں، جن کے وجود سے تاریخ کو زینت ملتی ہے۔
اور وہ اپنے دَور میں کوئی اہم دینی و علمی و فکری انقلاب، برپا کرتے ہیں۔

بیعت وخلافت

جمادیٰ الاولی ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں، امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی
اپنے والد ماجد، مولانا نقی علی، بریلوی اور محبّ الرسول، مولانا عبدالقادر، بدایونی کے ہمراہ
حضرت سید شاہ آلِ رسول، احمدی، مارہروی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمتِ گرامی میں پہنچے۔
انھوں نے، آپ کو مُرید کیا اور خلافت سے بھی، اسی وقت نوازا۔
بعض عطیات وتبرکات، جو سَلف سے چلے آرہے تھے، انھیں، عنایت فرمایا۔
بہت سے وظائف کی اجازت، عطا فرمائی۔
یہ الطاف وعنایات دیکھ کر، دوسرے حاضرین ومریدین کو، رشک ہوا۔
عرض کی: حضور! اس بچے پر، اتنی نگاہِ کرم کیوں ہے؟
ارشاد فرمایا: قیامت کے روز، رب تبارک وتعالیٰ، اگر، ارشاد فرمائے گا کہ:
اے آلِ رسول! تو دنیا سے میرے لئے کیا لایا ہے؟ تو میں، احمد رضا کو پیش کردوں گا۔''
نیز، فرمایا۔ اوروں کو تیار ہونا پڑتا ہے۔ یہ بالکل تیار ہوکر آئے تھے۔
صرف اِتّصالِ نسبت کی ضرورت تھی۔ (خاندانِ برکات کی روایتِ متواترہ)
امام احمد رضا کو، قادری، چشتی، سہروردی، نقش بندی
ان تمام سلاسل طریقت میں اجازت وخلافت، حاصل تھی۔
حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد، نوری، مارہروی سے بھی آپ کو خلافت واجازت
حاصل تھی، جنھوں نے آپ کو ''**چشم وچراغِ خاندانِ برکات**'' کا خطاب، عنایت فرمایا ہے۔
جو، آپ کے جَدِّ امجد، حضرت خاتم الاکابر، مارہروی نے، انھیں، عطا فرمایا تھا۔
''حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب، مارہروی کا بیان ہے کہ:
حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری، مارہری قُدِّسَ سِرُّہٗ نے مجھ سے فرمایا کہ:
اب اِس وقت، دین داری کی علامت یہ ہے کہ جو شخص، مولانا عبدالقادر صاحب، بدایونی
اور مولانا احمد رضا خاں صاحب، بریلوی سے محبت رکھے، اُسے دین دار جانو۔
اور جو، ان دونوں سے بغض وعداوت رکھے، اسے سمجھ لو کہ بدمذہب ہے۔

یا۔کسی بدمذہب کے پھیر میں پھنسا ہوا ہے۔

اور جس مسئلہ پر، ان دونوں کا اتفاق ہو، اُسے جانو کہ یہ مسئلہ، بہت ہی مُحَقَّق ہے۔

اور جس مسئلہ سے ان دونوں کا اختلاف ہو، اُسے جان لو کہ یہ غیر مُحَقَّق اور غلط ہے۔

اور فرماتے کہ: ہمارا تو، اب یہی دستورُالعمل ہے کہ:

جو مسئلہ، مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا، اُس پر، دل، فوراً مطمئن ہو گیا۔ اور آپ کی اعلیٰ تحقیق اور غور و فکر کے کثیر در کثیر مشاہدات و واقعات نے یہ حالت کر دی کہ:

جو مسئلہ، دریافت کرتا، اُس کی نسبت لکھ دیتا کہ مسئلہ کا حکم لکھ دیجیے، دلیل کی ضرورت نہیں۔

اس لئے فقیر کا بھی دستورُالعمل یہی ہے۔''

(ص ۲۶۲۔ **حیاتِ اعلیٰ حضرت**، جلد سوم۔ مطبوعہ: رضا اکیڈمی، ممبئی)

آپ کے بعض مشہور خُلفا و تلامذہ کے نام، یہ ہیں:

(۱) مولانا حامد رضا، بریلوی (۲) مولانا مصطفیٰ رضا، نوری، بریلوی (۳) مولانا ضیاء الدین مہاجر مدنی (۴) مولانا سید محمد دیدار علی، الوَرِی، لاہوری (۵) مولانا امجد علی، اعظمی (۶) مولانا نعیم الدین مراد آبادی (۷) مولانا سید احمد اشرف، اشرفی، کچھوچھوی (۸) مولانا سید محمد محدِّث اشرفی، کچھوچھوی (۹) مولانا احمد مختار، میرٹھی (۱۰) مولانا عبدالاحد، قادری، پیلی بھیتی (۱۱) مولانا عبدالعلیم، میرٹھی (۱۲) مولانا رحیم بخش، آروِی (۱۳) ابوالبرکات، سید احمد، قادری، لاہوری (۱۴) مولانا محمد شفیع، بیسلپوری (۱۵) مولانا محمد حسنین رضا (۱۶) مولانا محمد شریف، کوٹلی لوہاران (۱۷) مولانا امام الدین (۱۸) مفتی غلام جان، ہزاروی (۱۹) مولانا احمد حسن، امروہی (۲۰) مولانا عبدالسلام، جبل پوری (۲۱) مولانا محمد عبدالباقی برہان الحق، جبل پوری (۲۲) حاجی محمد لعل خاں، مدراسی (۲۳) مولانا عبدالحیٔ فاسی، محدِّث (۲۴) سید فتح علی شاہ (۲۵) مولانا محمد حسین میرٹھی (۲۶) مولانا عمرالدین، ہزاروی (۲۷) مولانا محمد حبیب اللہ، قادری (۲۸) پروفیسر، سید سُلیمان اشرف (۲۹) مولانا حشمت علی لکھنوی، پیلی بھیتی (۳۰) مولانا میر مومن علی جنیدی (۳۱) قاری محمد بشیر الدین (۳۲) مولانا ابراہیم رضا، بریلوی۔ (۳۳) مولانا سید محمد آصف، کان پوری

(۳۴) قاضی عبدالوحید، عظیم آبادی۔ وغیرھُم۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِین۔

سفرِ آخرت

مولانا حسنین رضا، بریلوی (متوفی صفر ۱۴۰۱ھ/دسمبر ۱۹۸۰ء) نے
امام احمد رضا کے سفرِ وصال کے چشم دید حالات، اس طرح، بیان کیے ہیں:
''وصیت نامہ، تحریر کرایا۔ پھر، اس پر، خود عمل کیا۔ وصال شریف کے وقت
تمام کام، گھڑی دیکھ کر، ٹھیک وقت پر، ارشاد ہوتے رہے۔
جب، دو بجنے میں چار منٹ، باقی تھے (تو آپ نے) وقت پوچھا۔
عرض کیا گیا (اِس وقت ایک بج کر چھپن منٹ ہو رہے ہیں)
فرمایا: گھڑی، سامنے رکھ دو۔
یکا یک، ارشاد فرمایا۔ تصاویر، ہٹا دو (حاضرین کے دل میں خیال گذرا
یہاں، تصاویر کا کیا کام؟ یہ خطرہ گذرنا تھا کہ خود ارشاد فرمایا)
یہی، کارڈ، لفافہ، روپیہ، پیسہ۔
پھر، ذرا وقفہ سے (میرے) برادرِ معظّم، حضرت مولانا مولوی محمد حامد رضا
خاں صاحب سے ارشاد فرمایا: اب، بیٹھے کیا کر رہے ہو؟
سورۂ یٰسٓ شریف اور سورۂ رَعد شریف، تلاوت کرو۔
اب (آپ کی) عمر شریف سے چند منٹ رہ گئے ہیں۔ حسب الحکم
دونوں سورتیں، تلاوت کی گئیں (آپ نے) حضورِ قلب اور تیقظ سے سُنیں۔
جس آیت میں اِشتباہ ہوا، یا پوری سننے میں نہ آئی، یا سبقتِ زبان سے
زیر و زبر میں اس وقت، فرق ہوا، خود تلاوت فرما کر بتا دی۔
اس کے بعد، سید محمود علی صاحب، ایک مسلمان ڈاکٹر عاشق حسین صاحب کو
اپنے ہمراہ لائے، ان کے ساتھ اور لوگ بھی حاضر ہوئے۔
اس وقت، جو حضرات، اندر آ گئے (آپ نے) سب کے سلام کے جواب
دیے۔ سید محمود علی صاحب نے اعلیٰ حضرت قبلہ سے حال، دریافت کرنا چاہا
مگر، آپ، اس وقت، حکیمِ مطلق جَلَّ مَجدہٗ کی طرف، متوجہ تھے۔
ڈاکٹر صاحب سے اپنے مرض، یا علاج کے سلسلے میں کچھ نہ ارشاد فرمایا۔

سفر کی دعائیں، جن کا چلتے وقت پڑھنا، مسنون ہے

تمام وکمال، بلکہ معمول شریف سے زائد پڑھیں۔

پھر، کلمۂ طیبہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ" پورا پڑھا۔

جب، اس کی طاقت نہ رہی۔ اور سینہ پر، دَم آیا۔

ادھر ہونٹوں کی حرکت اور ذکرِ پاسِ انفاس کا ختم ہونا تھا کہ:

چہرۂ مبارک پر، ایک لمعہ، نور کا چمکا، جس میں جنبش تھی۔

جس طرح، آئینہ میں لمعانِ خورشید، جنبش کرتا ہے۔

اس کے غائب ہوتے ہی، وہ جانِ نور، جسمِ اطہرِ حضور سے پرواز کر گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

خود، اسی زمانے میں آپ نے، ارشاد فرمایا تھا:

"جنھیں، وہ، ایک جھلک دکھا دیتے ہیں، وہ، شوقِ دیدار میں

ایسے جاتے ہیں کہ جانا، معلوم بھی، نہیں ہوتا۔"

۲۵ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو، ٹھیک نمازِ جمعہ کے وقت

مجھے، اِس بات کا مشاہدہ ہوا کہ

محبوبانِ خدا، بڑی خوشی سے جان لیتے ہیں۔"

(ص ۱۷-۱۶۔ وصایا شریف۔ مطبوعہ بریلی)

آج، پھُولے نہ سمائیں گے، کفن میں آسیؔ

کہ لبِ گور ہے، اُس گل کی ملاقات کی

دو بج کر ۳۸ منٹ، یوم جمعۃ المبارکہ ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / بمطابق ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو دنیا کی بزمِ کمال، امام احمد رضا، بریلوی کے وجود سے خالی اور محروم ہو گئی۔

حضرت مولانا ظفر الدین، قادری، رضوی، عظیم آبادی (متوفی ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء) تحریر فرماتے ہیں:

"ایک دن، حضور (اعلیٰ حضرت) نے اثنائے تذکرہ میں فرمایا:

میں نے محدِّث (سورتی) صاحب کی تاریخِ وفات، آیۂ کریمہ سے پائی۔ جس سے ان کا مرتبہ بھی معلوم ہوتا ہے اور آیۂ کریمہ، حضور (اعلیٰ حضرت) نے تلاوت فرمائی:

يُطَافُ عَلَيْهِم بِاٰنِيةٍ مِّنْ فِضَّةٍوَ اَكْوَابٍ۔

اُسی وقت میں نے آیۂ کریمہ کے اَعداد جوڑے، تو ۱۳۳۴ھ نکلے۔

میرے دل میں ایک کھٹک تھی، جس کو کہنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔

لیکن، اعلیٰ حضرت نے اس پر مطلع ہوکر فرمایا: کیا، کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

اشارہ پاکر میں نے عرض کیا: آیۂ کریمہ وَیُطَافُ عَلَیْھِمْ ہے۔

اس پر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ:

پوری آیت، اُس بندۂ خدا کی تاریخ ہوگی، جس کا انتقال، چھ (٦) سال بعد ۱۳۴۰ھ میں ہوگا۔

اس وقت میرا ذہن، حضور کی طرف نہ گیا۔

لیکن، جب، حضور (اعلیٰ حضرت) کا وصال ۱۳۴۰ھ میں ہوا، معاً، خیال آیا کہ:

اعلیٰ حضرت نے اس دن اپنی ہی طرف، اشارہ فرمایا تھا۔ مگر، میں سمجھ نہ سکا۔

نبیرۂ حضرت محدِّث سورتی، مولانا قاری احمد صاحب، تحریر فرماتے ہیں کہ:

وصال شریف کے بعد، جب اعلیٰ حضرت کو غسل دینے کے لئے بستر سے اٹھایا گیا

تو سرہانے سے ایک کاغذ برآمد ہوا، جس پر سورۂ دَہر کی یہ آیتِ کریمہ لکھی ہوئی تھی:

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيةٍ مِّنْ فِضَّةٍوَ اَكْوَابٍ۔

نیچے لکھا ہوا تھا: اگر آیت کو، واو سمیت پڑھا جائے، تو میرے انتقال کی تاریخ نکلتی ہے۔

اور بغیر واو کے پڑھیں، تو حضرت مولانا شاہ وصی احمد سورتی کے انتقال کی تاریخ نکلتی ہے۔

حضرت محدِّث سورتی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کا انتقال، اعلیٰ حضرت کے وصال سے

چھ (٦) سال قبل ۱۳۳۴ھ میں ہوا تھا۔''

(ص ۲۷۸۔ **حیاتِ اعلیٰ حضرت**۔ حصہ سوم۔ مطبوعہ: رضا اکیڈمی، ممبئی)

❍❍❍

ایک ایمان افروز واقعہ

استاذِ گرامی، حافظِ مِلَّت، مولانا حافظ عبدالعزیز، مرادآبادی، محدِّث مبارک پوری

قُدِّسَ سِرّہٗ (متوفی ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) بانی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یو پی۔انڈیا)
تحریر، فرماتے ہیں:

''میری زندگی کا، سب سے بہترین زمانہ، دارُالخیر اجمیر شریف کی حاضری کا
وہ دَورِ طالب علمی ہے، جس میں، نو (۹) سال تک
سلطانُ الہند، حضرت خواجہ غریب نواز رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے دربار میں
حاضری، نصیب ہوئی اور اُستادِ محترم، حضرت صدرُالشریعہ عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کی
کفش برداری کا شرف، حاصل رہا۔
اس مبارک زمانہ میں اکثر عُلَما و مشائخ اور بزرگانِ دین کی زیارت، میسر آتی تھی۔
انھیں بزرگوں میں، حضرت دیوان، سید آلِ رسول صاحب، سجادہ نشیں
آستانۂ عالیہ، حضرت خواجہ غریب نواز رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے
ماموں صاحب قبلہ دہلوی، رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ہیں۔
جو، بڑے بلند پایہ بزرگ تھے۔ دیوان صاحب کے یہاں، تشریف
لایا کرتے تھے۔ موصوف کی خدمت میں (میری) حاضری ہوا کرتی تھی۔
وہ، اکثر، بزرگانِ دین کے واقعات، بیان فرمایا کرتے تھے۔
ایک دن، حضرت نے فرمایا کہ:
ماہِ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ میں ایک شامی بزرگ، دہلی، تشریف لائے۔
ان کی آمد کی خبر پا کر (میں نے) ان سے ملاقات کی۔
بڑی شان و شوکت کے بزرگ تھے۔ طبیعت میں، بڑا ہی اِستغنا تھا۔
مسلمان، جس طرح، عربوں کی خدمت کیا کرتے تھے
اُن کی بھی خدمت کرنا چاہتے تھے، نذرانہ، پیش کرتے تھے۔
مگر، وہ، قبول، نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ:
بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی، میں، فارغُ البال ہوں۔ مجھے (روپے پیسے کی) ضرورت، نہیں۔
(مجھے) ان کے اِستغنا اور طویل سفر سے تعجب ہوا۔
عرض کیا: حضرت، یہاں، ہندوستان، تشریف لانے کا سبب کیا ہے؟
فرمایا: مقصد تو، بڑا اَرزّیں تھا، لیکن، حاصل نہ ہوا، جس کا افسوس ہے۔
واقعہ، یہ ہے کہ ۲۵ / صفر ۱۳۴۰ھ کو، میری قسمت، بیدار ہوئی۔

خواب میں نبی کریم عَلَیۡہِ الصَّلَاۃُ وَالتَّسۡلِیۡم کی زیارت، نصیب ہوئی۔
دیکھا کہ حضور، تشریف فرما ہیں۔
صحابۂ کرام رِضۡوَانُ اللّٰہِ تَعَالیٰ اَجۡمَعِیۡن، حاضرِ دربار ہیں۔
لیکن، مجلس پر، سکوت، طاری ہے۔ قرینہ سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی کا انتظار ہے۔
میں نے، بارگاہِ رسالت میں عرض کیا۔ فِدَاكَ اَبِی وَ اُمِّی، کس کا انتظار ہے؟
ارشاد فرمایا: ''احمد رضا کا انتظار ہے۔''
میں نے عرض کیا: احمد رضا، کون ہیں؟
فرمایا: ہندوستان میں، بریلی کے باشندے ہیں۔''
بیداری کے بعد، میں نے تحقیق کی، تو معلوم ہوا کہ:
مولانا احمد رضا خاں صاحب، بڑے ہی جلیلُ القدر عالم ہیں اور بقیدِ حیات ہیں۔
مجھے، مولانا کی ملاقات کا شوق ہوا۔ میں، ہندوستان آیا۔
بریلی پہنچا، تو معلوم ہوا کہ اُن کا انتقال ہوگیا۔
اور وہی ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ، ان کی تاریخِ وصال تھی۔
میں نے، یہ طویل سفر، صرف ان کی ملاقات کے لئے ہی کیا۔
لیکن، افسوس کہ ملاقات، نہ ہوسکی۔''

اس سے اعلیٰ حضرت، فاضلِ بریلوی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیۡہِ کی مقبولیت
بارگاہِ رسالت میں معلوم ہوتی ہے۔
کیوں نہ ہو، عاشقانِ رسول، یوں ہی نوازے جاتے ہیں۔''
(ص ٦۔ ماہنامہ، پاسبان، الہ آباد۔ شمارہ نومبر و دسمبر ۱۹۵۵ء۔ بقلم حافظِ مِلّت، اشرفیہ، مبارک پور)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِس سوانحی تعارف کے آخر میں ایک جامع و مختصر تعارف کا
کچھ حصہ، یہاں، نقل، کردیا جائے، جسے، مشہور مؤرخ، مولانا رحمٰن علی
مؤلِّفِ ''تذکرۂ عُلماے ہند'' (متوفی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) نے تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:
...مولانا احمد رضا خاں، بریلوی کے دادا، مولانا رضا علی، بریلوی کو، عقیقہ کے دن
بشارت ہوئی اور انھوں نے کہا کہ: میں نے خواب دیکھا ہے۔
جس کی تعبیر، یہ ہے کہ: **یہ فرزند، فاضل و عارف ہوگا۔**
.....تمام درسی علومِ معقول و منقول کی تحصیل، اپنے والدِ ماجد (مولانا نقی علی، بریلوی) سے

کی ۔۱۲/شعبان ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۶ میں، فارغُ التحصیل ہوگئے۔
اور اُسی دن، رضاعت کے ایک اِستفتا کا جواب لکھا۔
ان کے والد ماجد نے فتویٰ نویسی کا کام، ان کے سپرد کیا۔
۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں، سید شاہ آلِ رسول، مارہروی سے بیعت ہوئے۔
اور تمام سلسلوں کی اجازت وخلافت اور سندِ حدیث، حاصل کی۔
۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں اپنے والدِ ماجد (مولانا نقی علی، بریلوی) کے ہمراہ
زیارتِ حرمین شریفین سے مشرَّف ہوئے۔
حرمین طیبین کے اَکابر عُلما، یعنی، سید احمد زَینی دَحلان، مفتیِ شافعیہ اور شیخ عبدالرحمٰن سراج
مفتیِ حنفیہ سے حدیث، فقہ، اصول، تفسیر اور دوسرے علوم کی سند، حاصل کی۔
ایک دن، نمازِ مغرب، مقامِ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلام میں، ادا کی۔
نماز کے بعد، شیخ حسین بن صالح جملُ اللَّیل، امام ومفتیِ شافعیہ
کسی سابق تعارف کے بغیر، مولانا احمد رضا، بریلوی کا ہاتھ پکڑ کر، آپ کو اپنے گھر لے گئے۔
دیر تک آپ کی پیشانی کو، تھامے رہے اور فرمایا:
اِنِّی لَاَجَدُ نُورَ اللّٰہِ فِی ھٰذا الْجَبِین۔(بےشک، میں، اس پیشانی میں، اللہ کا نور پاتا ہوں)
اس کے بعد، صحاحِ سِتَّہ کی سند اور سلسلۂ قادریہ کی اجازت، اپنے دستخطِ خاص سے مرحمت فرمائی۔
اور ارشاد فرمایا: تمہارا نام ''ضیاء الدین احمد'' ہے۔
سندِ مذکور میں امام بخاری عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ تک، گیارہ، واسطے ہیں۔
مکہ معظَّمہ میں شیخ جَملُ اللَّیل کے ایما سے، رسالہ ''جوہرۂ مُضِیہ'' کی شرح
جو، مناسک حج میں، شافعی مذہب کے مطابق ہے، دو، دن میں لکھی۔
یہ رسالہ، شیخ حسین بن صالح کی تصنیف ہے۔ مولانا احمد رضا، بریلوی، اس کا نام:
''اَلنَّیِّرَۃُ الْوَضِیَّۃُ فِی شَرْحِ الْجَوْھَرَۃِ الْمُضِیَّۃ'' رکھ کر، شیخ کی خدمت میں لے گئے۔
شیخ، حسین بن صالح جملُ اللَّیل نے، ان کے حق میں تحسین وآفرین فرمائی۔
مدینہ طیبہ میں مفتیِ شافعیہ کے صاحب زادے، مولانا شیخ محمد بن محمد عرب نے
ان کی ضیافت کی۔ کھانے کے دَوران، جنتُ البقیع کے مدفون کی افضلیت کا مسئلہ، پیش آ گیا۔

مولانا احمد رضا خاں، بریلوی نے کہا کہ:

امیرُ المؤمنین، عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ، **سب سے افضل ہیں۔**

اور **مولانا شیخ محمد بن محمد عرب فرماتے تھے کہ:**

حضرت ابراہیم، فرزندِ رسول اللہ ﷺ، **فضلیت رکھتے ہیں۔**

دونوں حضرات، اپنے اپنے دلائل، بیان کرتے تھے۔

آخر میں، **مولانا شیخ محمد بن محمد عرب نے فرمایا کہ: ہر دو قول، صحیح اور مدلَّل ہیں۔**

مولانا احمد رضا، بریلوی نے کہا: وَلِکُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا۔

(اور ہر طرف کو، وہی، منہ، پھیرنے والا ہے)

اُسی وقت، حرم شریف سے اذانِ عصر کی آواز آئی۔

مولانا شیخ محمد بن محمد عرب نے فرمایا: فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (بھلائیوں پر، سبقت کرو)

وہ جلسہ، برخواست ہوا۔ نماز میں شریک ہوئے۔

رات کو، یعنی نمازِ عشا کے بعد، مولانا احمد رضا **"مسجدِ خیف"** میں تنہا ٹھہر گئے۔

اور وہاں، مغفرت کی بشارت پائی۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۹۸ و ص ۹۹۔ **"تذکرۂ علمائے ہند۔"** مؤلَّفہ رحمٰن علی۔ اردو ترجمہ۔ از پروفیسر محمد ایوب قادری۔
مطبوعہ ہسٹوریکل سوسائٹی، کراچی۔ طبعِ اول، کراچی ۱۹۶۱ء)

نذرانۂ اہلِ دانش
(۱۳۹۷ھ)
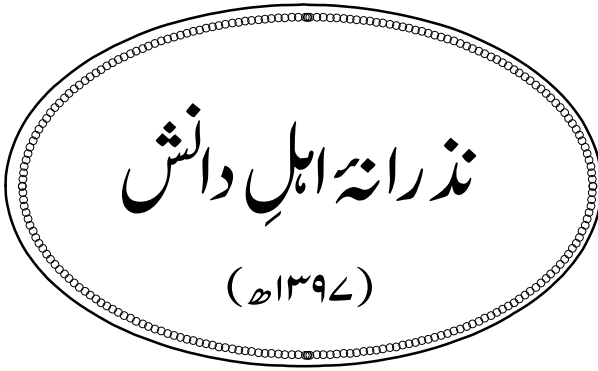
نذرانۂ اہلِ دانش

(۱۳۹۷ھ)

آناں کہ غمِ تو، برگزیدند ہمہ   در کوئے شہادت، آرمیدند ہمہ

درمعرکۂ دوکون، فتح ازعشق است   باآں کہ سپاہِ او، شہید ند ہمہ

عشق ومحبت کی قربان گاہ میں، وہ تختۂ دار پر چڑھادیا گیا——سب سمجھے کہ مرگیا۔

مگر، شہید، مَرا نہیں کرتے——وہ مرکر، جیا کرتے ہیں۔

جہاں میں اہلِ ایماں، صورتِ خورشید جیتے ہیں

اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ سر، تن سے جدا ہو چکا ہے۔جسم، بے جان پڑا ہے——

مگر، جان آفریں کہہ رہا ہے——خبردار! اس کو، مردہ نہ کہنا——یہ زندہ ہے——

اس نے، ہماری چاہت میں جان دی ہے——تم کو، کیا خبر——تم کیا سمجھو——؟

شُعَرائے اُردو کے تذکرے، چھوٹے موٹے شاعروں سے بھرے پڑے ہیں۔

مگر، جس کا ذکر، کیا جانا چاہیے تھا، اُس کا ذکر، نہ کیا گیا۔

شاعروں نے، اس لئے چھوڑا کہ وہ، عاشقِ صادق تھا—— مگر، وہ کسی کا شاگرد، نہ تھا۔

شاگرد تو، غالبؔ بھی کسی کا، نہ تھا—— مگر، وہ، عاشقِ صادق، نہ تھا——

وہ، محبت سے کھیلتا تھا، اس لئے سب نے اُس کو یاد رکھا——ظاہر پرستوں کو

شراب وکباب اور جھوٹی محبت میں بہت مزہ آتا ہے——

سچی محبت میں، ان کے لئے کوئی کشش، نہیں۔

اور——عُلما نے بھی اسے چھوڑا کہ وہ سچی محبت کی بات کرتا تھا——

وہ، اپنے محبوب کا، فدا کار و جاں نثار تھا۔

سیاست دانوں نے، اِس لئے چھوڑا کہ وہ، جذبات کی رَو میں، نہیں بہتا تھا۔

وہی کہتا تھا——جو، اُس کا مولیٰ کہتا تھا——

اور——اپنوں——نے——اِس لئے چھوڑا کہ:

وہ، صف سے باہر، نکل نکل کر، حملے کیا کرتا تھا۔——وہ، صفدر و صف شکن تھا——

وہ، غلامِ حیدرِ کرّار تھا۔

غرض، سب نے چھوڑا—— مگر، اس کے رب نے، اسے، نہ چھوڑا۔

اس کے محبوب نے، اُس کو، نہ چھوڑا——ہاتھ پکڑا، اور ایسا اُٹھایا کہ:

''**پاک و ہند**'' کے گلی کوچے، اس کے نغموں سے گونج گئے۔

سنو، سنو——ذرا، یہ آواز تو سنو:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

سب نے، آوازیں سُنیں، مگر، دھیان نہ دیا——

ادیبوں سے کہا، دیکھو، دیکھو، ذرا دیکھو——اس کی سنو——

شاعروں سے کہا——سنو، سنو، ذرا، اس کو سنو——

نہ کسی نے سُنا اور نہ دیکھا——جس کا سکّہ چلتا ہے——وہی چمکتا ہے——

بازارِ عالَم کا، یہی دستور ہے——

مگر، دستورِ عشق، نرالا ہے—— کھرے، سکّوں کی چمک اپنی طرف، متوجہ کر کے ہی رہتی ہے۔ کتنے ہی پرانے ہو جائیں——پرانے، نہیں ہوتے——اُن کا حُسن، سَدا بہار ہے۔ ہزار سال گذر جانے کے بعد بھی نکالے جاتے ہیں——اور عالی شان محلوں میں سجائے جاتے ہیں——اور پھر، ایک عالَم، اُن کی دید کے لئے اُمنڈ پڑتا ہے——

تو، جب وہ چمکا، جس کو، دبایا گیا تھا۔ سب دیکھنے لگے——سب بولنے لگے۔

لِلّٰہِ الْحَمْدُ—— کہ آج، وہ، مسندِ عزت پر بٹھا دیا گیا۔

فَرزانوں کی بستی میں، وہ، ایک دیوانہ تھا——جس نے محبت کے چراغ، روشن کیے۔

جس نے سونی محفلوں کو باغ و بہار بنا دیا——جس نے کشتِ ویراں کو لالہ زار کیا——

جس نے آندھیوں میں دیے جلائے——جس نے طوفانوں میں کشتیاں چلائیں——

وہ ـــــ یَدُ اللہ ـــــ تھا۔ اس کے ہاتھ کی بے پناہ قوت بتا رہی ہے کہ:

وہ، اس کا ہاتھ نہیں، وہ خدا کا ہاتھ ہے ـــــ میرا بندہ، جب مجھ سے قریب ہوتا ہے

تو، میں، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے، وہ پکڑتا ہے ـــــ

بے شک ـــــ وہ ـــــ خدا کا ہاتھ ـــــ تھا۔

ایک انسان کے ہاتھ میں اتنی قدرت کہاں کہ:

جدھر بڑھے، سَیلِ رواں کی طرح ـــــ اور جدھر اُٹھے، ابرِ باراں کی طرح۔

وہ ـــــ اپنے محبوب کے بدخواہوں کی طرف جھپٹتا ہے ـــــ اس کو، انسانوں سے بَیر نہیں ـــــ وہ ''**بدخواہی**'' کی طرف جھپٹتا ہے ـــــ اس کو انسانوں سے بَیر نہیں ـــــ وہ، محبت کا اسیر ہے۔ وہ، مصطفیٰ کا بندہ (غلام) ہے۔

جن کی شان، یہ تھی کہ اِدھر تلواروں کی جھنکار سے میدانِ دَغا گونج رہا ہے ـــــ

اُدھر اشکبار آنکھوں سے اپنے دشمنوں کے لئے دعا، مانگ رہے ہیں ـــــ

تو، جب وہ، ویران گھروں میں محبت کی سوغات لے کر پہنچا، تو، اس کو کیوں ٹھکرادیا گیا؟

ٹھکرانے والوں نے ٹھکرایا ـــــ لیکن ـــ اس ـــــ ''**عندلیب چمستانِ نبوت**'' کی آواز، کچھ ایسی بھائی کہ جس کو، دیکھو ـــــ اسی کے گُن گا رہا ہے۔

سنو سنو ـــــ کہنے والے کیا کہہ رہے ہیں۔''

(ص ۵۔ ''**عاشقِ رسول**'' از پروفیسر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ لاہور)

شاعرِ مشرق، ڈاکٹر محمد اقبالؔ

حضرت مولانا سید سلیمان اشرف، صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (متوفی ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء) خلیفۂ امام احمد رضا، بریلوی کی ایک مجلس کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر سید، عابد احمد علی، سابق لیکچرر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کا، یہ تحریری بیان ہے:

''غالبًا، ۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے کہ علاّمہ اقبالؔ، مسلم یونیورسٹی میں موجود تھے۔

ایک محفل، جس میں، مَیں بھی موجود تھا۔

دَورانِ گفتگو، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا تذکرہ آگیا۔

علاّمہ مرحوم نے، مولانا بریلوی کو خراجِ عقیدت و تحسین، پیش کرتے ہوئے کہا:

''ہندوستان کے دَورِ آخر میں، ان جیسا طَبَّاع و ذہین فقیہ، پیدا، نہیں ہوا۔''

سلسلۂ کلام، جاری رکھتے ہوئے علاّمہ مرحوم نے فرمایا کہ:

''میں نے، ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے، یہ رائے، قائم کی ہے۔

اور ان کے فتاویٰ، ان کی ذہانت، فطانت، جودتِ طبع، کمالِ فُقاہت

اور علومِ دینیہ میں تبحرِ علمی کے شاہدِ عدل ہیں۔''

نیز، فرمایا ـــــــ ''مولانا، ایک دفعہ، جو رائے، قائم کر لیتے تھے

اُس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے۔

یقیناً، وہ اپنی رائے کا اظہار، بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے۔

لٰھذا، انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں، کبھی کسی تبدیلی

یا۔ رجوع کی ضرورت، نہیں پڑی۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(عابد احمد علی۔ یکم اگست ۱۹۶۸ء۔ اس پورے تحریری بیان کی فوٹو کاپی

ہفت روزہ ''اُفق'' کراچی۔ ۲۲ر تا ۲۸ر جنوری ۱۹۷۹ء نے، شائع کر دیا ہے)

''غالبًا، ۱۹۲۹ء کا واقعہ ہے، انجمن اسلامیہ، سیالکوٹ کا سالانہ جلسہ

جس کے صدر، علاّمہ اقبالؔ تھے، اس میں کسی خوش الحان نعت خواں نے

مولانا احمد رضا، بریلوی کی ایک نظم، شروع کی، جس کا ایک مِصرع، یہ تھا:

رضائے خدا ہے رضائے **محمد** (ﷺ)

نظم کے بعد، آپ اپنی صدارتی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے

اور اِرتجالاً، ذیل کے دو شعر، ارشاد فرمایا:

تماشا تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش — لگائے خدا اور بجھائے **محمد**

تعجب تو یہ ہے کہ فردوسِ اعلیٰ — بنائے خدا اور بسائے **محمد**

(**نوادرِ اقبالؔ**۔ مرتَّبہ: عبد الغفار شکیل ایم۔ اے۔ شائع کردہ، سر سید بک ڈپو۔ علی گڈھ)

ابوالکلام آزاد

''مولانا احمد رضا خاں، ایک سچے عاشقِ رسول گذرے ہیں۔''

(ص ۱۲۴۔ ''**تحقیقات**'' از مفتی شریف الحق، امجدی۔ مکتبہ اَلْحَبِیْب۔ مسجدِ اعظم، الٰہ آباد)

ڈاکٹر، سرضیاءالدین

ڈاکٹر، سرضیاءالدین، وائس چانسلر، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ نے

حضرت مولانا سید سلیمان اشرف (متوفی ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء) کے توسُّط سے، بریلی پہنچ کر

امام احمد رضا سے ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء اور ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء کے درمیان، ریاضی کے ایک پیچیدہ مسئلہ میں اِستفادہ کیا۔ جس کا واقعہ، مشہور اور متعدد کتبِ سوانح میں، مذکور ہے۔

اس واقعہ کے ایک عینی شاہد، حضرت مفتی محمد عبدالباقی بُرہان الحق، جبل پوری، رضوی (متوفی ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء) تلمیذ و خلیفۂ امام احمد رضا، اِختتامِ واقعہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"باہر آکر، ڈاکٹر (سرضیاءالدین) صاحب نے، سید سلیمان اشرف سے کہا:
اتنا زبردست محقق عالم، اِس وقت، ان کے سِوا، شاید ہی کوئی ہو۔
اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل، حیران ہے۔
دینی، مذہبی، اسلامی علوم کے ساتھ، ریاضی، اقلیدس، جَبر و مقابلہ، توقیت وغیرہا، میں، اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ:
میری عقل، ریاضی کے جس مسئلے کو، ہفتوں، غور و فکر کے بعد بھی، حل نہ کر سکی۔
حضرت نے، چند منٹ میں حل کر کے رکھ دیا۔"

(ص ۵۹۔۶۰۔ **اکرامِ امام احمد رضا**۔ مطبوعہ: لاہور۔ ۱۹۸۱ء)

ڈاکٹر سرضیاءالدین کے تأثرات کا ایک حصہ، حضرت مولانا سید محمد محدِّث اشرفی، کچھوچھوی (متوفی ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) تلمیذ و خلیفۂ امام احمد رضا، بریلوی، اس طرح، بیان فرماتے ہیں:

"اپنے ملک میں، معقولات کا، جب اتنا بڑا اِکسپرٹ، موجود ہے
تو ہم نے، یورپ جا کر جو کچھ سیکھا، وقت، ضائع کیا۔"

(خطبۂ صدارت، یومِ رضا۔ ۱۳۷۹ھ ناگپور از مولانا سید محمد، محدِّث کچھوچھوی، ماہنامہ 'تجلیات' ناگپور ۱۹۶۶ء)

انھیں تأثرات کے ضمن میں حضرت مولانا ظفر الدین، رضوی، عظیم آبادی (متوفی ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) تلمیذ و خلیفۂ امام احمد رضا، بریلوی، تحریر فرماتے ہیں:

"میں، سُنا کرتا تھا کہ علمِ لدُنی بھی کوئی شے ہے۔ آج، آنکھ سے دیکھ لیا۔
میں تو، اس مسئلہ کے حل کے لئے جرمنی جانا چاہتا تھا۔

اتفاقاً، ہمارے دینیات کے پروفیسر، سید سلیمان اشرف صاحب نے
میری رہنمائی فرمادی، اور میں، یہاں، حاضر ہوگیا۔
یوں، معلوم ہوتا ہے کہ آپ اِس مسئلہ کو، کتاب میں دیکھ رہے تھے۔''
(ص ۱۵۳۔ **حیاتِ اعلیٰ حضرت**۔ از مولانا ظفر الدین، رضوی، ۔سابق پرنسپل شمس الہدیٰ، پٹنہ)

''وائس چانسلر صاحب، بصد فرحت و مسرت، واپس تشریف لے گئے۔
اعلیٰ حضرت کی صحبت کا، اِس قدر اثر ہوا کہ:
داڑھی رکھ لی۔ اور نماز روزہ کے پابند ہو گئے۔''
(ص ۲۶۔ **یادِ اعلیٰ حضرت**۔ از مولانا عبد الحکیم شرف، قادری، مکتبہ قادریہ۔ لاہور)

علاّمہ علاءُ الدین، صدیقی

چیئرمین آف اسلامی مشاورتی کونسل (پاکستان) سابق وائس چانسلر، کراچی یونیورسٹی۔کراچی۔

''جب، دین کی قدروں کو گرایا جارہا تھا
اُس وقت، مولانا الشّاہ احمد رضا قادری عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ آگے بڑھے۔
اور انھوں نے دین کی قدروں کو، ان کے صحیح مقام پر، ثبات بخشا۔
اور اعلیٰ حضرت، فاضلِ بریلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ ''**امامِ اہلِ سنّت**'' تھے۔
اس لئے مسلمانوں کو، فاضلِ بریلوی کی زندگی کو، مَشعلِ راہ بنانا چاہیے۔''
(ص ۱۷۔ **مقالاتِ یوم رضا**۔ حصہ دوم، مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۶۸ء)

مفتی، انتظام اللہ، شہابی، اکبر آبادی

''حضرت مولانا احمد رضا خاں مرحوم، اس عہد کے چوٹی کے عالم تھے۔
جُزئیاتِ فقہ میں یَدِ طُولیٰ رکھتے تھے۔ قاموسُ الکتب، اُردو، جو ڈاکٹر مولوی عبد الحق صاحب کی نگرانی میں مرتّب کی گئی ہے، اس میں، مولانا کی کُتب کا ذکر کیا اور اس پر نوٹ بھی لکھے۔
ترجمۂ کلام مجید اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ کا مطالعہ کر چکا ہوں۔ مولانا کا نعتیہ کلام، پُر اثر ہے۔
میرے دوست، ڈاکٹر سراج الحق، پی ایچ، ڈی تو مولانا کے کلام کے گرویدہ ہیں۔
اور مولانا کو عاشقِ رسول سے خطاب کرتے ہیں۔ مولانا کی دینی معلومات پر گہری نظر تھی۔''
(ص ۷۰۔ **مقالاتِ یوم رضا**، دوم۔ مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن، برقؔ، لُدھیانوی

ایم،اے،پی، ایچ، ڈی۔ فاضلِ فرنگی محل، لکھنؤ، ودارالعلوم دیوبند وجامعہ ازہر، مصر۔

''مولانا احمد رضا خاں، بریلوی، عاشقِ رسول اور مردِ مجاہد تھے۔ وقت آیا، تو بتاؤں گا کہ وہ کیا تھے؟

(ص ۳۰۔ **تذکرۂ اکابرِ اہلِ سنّت**۔ از مولانا شرف قادری۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۷۶ء)

ڈاکٹر سید عبداللہ

سابق چیئرمین دائرۃُ المعارفِ الاسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاھور

''عالم اپنی قوم کا ذہن اور اس کی زبان ہوتا ہے۔

اور وہ عالم، جس کی فکر ونظر کا محور، قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی ہو

وہ، ترجمانِ علم وحکمت، نقیبِ حق وصداقت اور محسنِ انسانیت ہوتا ہے۔

اگر، میں، یہ کہوں کہ حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں بریلوی بھی

ایسے ہی عالمِ دین تھے، تو مبالغہ نہ ہوگا، بلکہ اعترافِ حقیقت ہوگا۔

وہ، بِلا شُبہ، جید عالم، متبحر حکیم، عبقری فقیہ، صاحبِ نظر مفسرِ قرآن، عظیم محدِّث اور سحر بیان

خطیب تھے، لیکن، ان تمام درجاتِ رفیعہ سے بھی بلند تر، ان کا ایک درجہ ہے

اور وہ ہے عاشقِ رسول کا۔

یہ عشقِ رسول ہی کا فیضان تھا کہ ان کے دل میں سوز وگداز، ان کی نظر میں حیا، ان کی عقل میں سلامتی

ان کے اِجتہاد میں ثقاہت واِصابت، ان کی زبان میں تاثیر اور ان کی شخصیت میں، اثر ونفوذ تھا۔

وہ جو کہتے تھے، کرتے تھے اور جو کرتے تھے

اُس میں عشقِ رسول کی جھلکیاں، صاف، نظر آتیں۔

یہ عشقِ رسول ہی تھا، جس نے، انھیں، سُنَّتِ حَسَنہ کے اِحیا میں، عمر بھر، سرگرمِ عمل رکھا۔

حضرت شاہ امام احمد رضا صاحب، اُن اہلِ علم وعرفان میں سے ہیں

جن کی طلب وآرزو میں، زندگی کو، صدیوں انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اور

عمرہا در کعبہ و بُت خانہ می نالد حیات

تا زِ بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

(۲۶/مارچ ۱۹۷۱ء۔ ص ۳۵۔ **پیغاماتِ یومِ رضا**۔ طبع دوم، مرکزی مجلس رضا، لاہور)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری

صدر شعبۂ اُردو، کراچی یونیورسٹی

''عُلماے دین میں نعت نگار کی حیثیت سے، سب سے ممتاز نام
مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ہے۔
مولانا احمد رضا خاں ۱۸۵۶ء مطابق ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔
اور ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۴۰ھ میں وفات پائی۔
اِس لحاظ سے، وہ مولانا حالیؔ، مولانا شبلیؔ، امیرؔ مینائی اور اکبرؔ الٰہ آبادی وغیرہ کے ہم عصروں میں تھے۔ــــــان کی شاعری کا محور، آں حضرت ﷺ کی زندگی و سیرت تھی۔
مولانا، صاحبِ شریعت بھی تھے اور صاحبِ طریقت بھیــــــ
صرف، نعت وسلام اور منقبت کہتے تھے اور بڑی دردمندی و دل سوزی کے ساتھ کہتے تھے۔
سادہ و بے تکلف زبان اور برجستہ و شگفتہ بیان، ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔
ان کے نعتیہ اشعار اور سلام، سیرت کے جلسوں میں
عام طور پر پڑھے اور سُنے جاتے ہیں۔ ان کا سلام:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام　　شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

بہت مقبول ہوا۔ ایک نعت بھی، جس کا مطلع، یہ ہے:

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا　　''نہیں'' سنتا ہی نہیں، مانگنے والا تیرا

خاصی شہرت رکھتی ہے۔
مولانا احمد رضا، بریلوی کا دیوان ''حدایقِ بخشش'' شائع ہو چکا ہے۔''
(ص ۸۶۔ **اردو کی نعتیہ شاعری**۔ از ڈاکٹر فرمانؔ، فتح پوری۔ مطبوعہ لاہور)

محمد دین، کلیم

مؤرخِ لاھور

''آپ (امام احمد رضا) اپنے عہد کے زبردست عالم، اس صدی کے مجدِّد ہیں۔
فقہ میں تو آپ کو ایک منفرد مقام، حاصل تھا اور اس قدر فقہی رسائل لکھے کہ ان علمی کارناموں کی وجہ سے آپ، آسمانِ علم و فضل کے آفتاب کی حیثیت سے جلوہ گر رہیں گے۔
آپ ایک متبحر عالم، بلند پایہ فقیہ ہونے کے علاوہ، بہترین نعت گو بھی تھے۔

آپ کی نعتیہ شاعری میں ایک خاص بات ہے اور وہ یہ ہے کہ:
آپ نے اِس صنف کی شاعری میں عشقِ رسول کی نمایاں جھلک
اور رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے اپنی انتہائی عقیدت و اِرادت دکھائی ہے۔''
(ص ۴۔۵۔ **امامِ اہلِ سنّت کا، لاہور پر فیضان**۔ ماہنامہ ''عرفات'' لاہور۔ ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۵ء)

پروفیسر سلیم چشتی

''مولانا احمد رضا خاں، بریلوی نے، سرکارِ اَبد قرار، زُبدۂ کائنات، فخرِ موجودات، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں جو منظوم سلام پیش کیا ہے، اُسے، یقیناً، شرفِ قبولیت، حاصل ہو گیا۔
کیوں کہ ہندو پاک میں شاید ہی کوئی عاشقِ رسول، ایسا ہو
جس نے اس کے دو چار شعر، حفظ نہ کر لیے ہوں''۔ (ص ۱۳۱۔ ''**ندائے حق**''۔ جونپور)

نیاز فتحپوری

لکھنؤ و کراچی

''شعر و ادب، میرا خاص موضوع اور فن ہے۔ میں نے مولانا بریلوی کا نعتیہ کلام بِالاستیعاب پڑھا ہے۔ ان کے کلام سے پہلا تأثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے
وہ، مولانا کی بے پناہ وابستگیِ رسولِ عربی ہے۔ ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کے اظہار کے ساتھ، ان کے اَفکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔
مولانا کے بعض اشعار میں نعتِ مصطفوی میں اپنی اِنفرادیت کا دعویٰ بھی ملتا ہے۔
جو، ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو، شاعرانہ تعلّی معلوم ہوتا ہے۔
مگر، حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات، بالکل، حق ہیں۔
مولانا حسرت موہانی بھی مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کے مداح و معترف تھے۔
مولانا حسرت موہانی اور مولانا بریلوی میں ایک شے، قدرِ مشترک تھی ——— اور وہ
غوث الاعظم کی ذاتِ والا صفات ——— جن سے، دونوں کی گہری وابستگی تھی۔
مولانا حسرت موہانی کی زبان سے اکثر میں نے مولانا بریلوی کا یہ شعر سُنا ہے:

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع — جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

(۲۸ رنومبر ۱۹۷۵ء ماہنامہ ''**ترجمانِ اہلِ سنّت**'' کراچی)

مولانا محمد جعفر شاہ، پھلواروی

''وہ (مولانا احمد رضا، بریلوی) علومِ اسلامیہ، تفسیر، حدیث، فقہ پر عبور رکھتے تھے۔
منطق، فلسفہ اور ریاضی میں بھی کمال، حاصل تھا۔
عشقِ رسول کے ساتھ، ادبِ رسول میں اتنے سرشار تھے کہ ذرا بھی بے ادبی، برداشت نہ تھی۔''
(ص ۵۵۔ خیابانِ رضا۔ طبع اول ۱۹۸۲ء۔ عظیم پبلی کیشنز، لاہور)

ڈاکٹر ابواللّیث، صدیقی

''میں، جناب رضا بریلوی کی دینی خدمات کا مداح اور معترف ہوں۔
اور ان کو، اسلام کے مجاہدین و مبلغین کی صفِ اول میں شامل سمجھتا ہوں۔
عشقِ رسول کا جذبہ، ان کی نثر اور نظم میں ہر جگہ، موجود ہے اور چوں کہ اس کی بنیاد
جذبے کی صداقت اور موضوع کی لطافت پر ہے، اِس لئے اس کا اثر آفریں ہونا، قدرتی امر ہے۔''
(ص ۳۷۔ ''خیابانِ رضا''۔ مطبوعہ: لاہور)

پروفیسر محمد ایوب، قادری

کراچی

''مولانا احمد رضا بریلوی بن مولانا نقی علی خاں، ساکن، بریلی (روہیل کھنڈ۔ انڈیا)
نامور عالم، کثیر التصانیف، مقبول مترجمِ قرآن اور مشہور فقیہ تھے۔
مولانا بریلوی، فکری اعتبار سے مولانا فضلِ حق خیرآبادی، مولانا محبوب علی، دہلوی
اور مولانا فضلِ رسول، بدایونی سے تعلق رکھتے تھے۔
اول الذکر، دو حضرات تو، خانوادۂ ولی اللّٰہ کے نامور ارکان ہیں۔
مولانا فضلِ رسول، بدایونی نے، عُلمائے فرنگی محل (لکھنؤ) سے استفاضہ کیا ہے۔
مولانا بریلوی، شعر و شاعری کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔
ان کی بعض نعتیں، تو بڑی پیاری ہیں۔''
(۹۰۔۹۱۔ ''خیابانِ رضا'' مطبوعہ: لاہور)

ڈاکٹر اشتیاق حسین، قریشی
سابق وائس چانسلر، کراچی یونیورسٹی

''علومِ دینیہ میں، انھیں، جو دسترس، حاصل تھی، وہ فی زمانہ، فقیدُ المثال تھی۔
دوسرے علوم میں بھی، یدِ طولیٰ، حاصل تھا۔
ان کا دل، چوں کہ عشقِ نبوی میں کباب تھا، اس لئے نعت میں خلوص اور سوز ہے۔
جو بغیر عمیق جذبات کے، پیدا، نہیں ہوتا۔ (ص ۴۳۔ خیابانِ رضا۔ مطبوعہ: لاہور)

ڈاکٹر جمیل جالبی
وائس چانسلر، کراچی یونیورسٹی

''مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی، چودھویں صدی ہجری کے بلند پایہ فقیہ
متبحر عالم، بہترین نعت گو، صاحبِ شریعت و صاحبِ طریقہ، بزرگ تھے۔
ان کا امتیازی وصف، جو دوسرے تمام فضائل و کمالات سے بڑھ کر ہے
وہ ہے: عشقِ رسول ﷺ۔
ان کی تصنیفات و تالیفات میں، جو چیز، سب سے نمایاں ہے، وہ، یہی حُبِّ رسول ہے۔''
(ص ۴۷۔ معارفِ رضا، جلد چہارم، مطبوعہ: کراچی)

شیخ امتیاز علی
وائس چانسلر، پنجاب یونیورسٹی، لاھور

''حضرت مولانا احمد رضا، بریلوی اپنے عہد کے جید عالم، مقبول نعت گو اور صدہا دینی و علمی کتب و رسائل کے مصنف تھے۔ دینی علوم، خصوصاً، فقہ و حدیث پر موصوف کی نظر بڑی وسیع اور گہری تھی۔ فقہی مسائل میں ''**فتاویٰ رضویہ**'' ان کا بہت اہم علمی کارنامہ ہے۔
مولانا بریلوی کی فقہی بصیرت اور اعلیٰ اجتہادی صلاحیت کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے علاّمہ اقبالؔ نے، بجا فرمایا تھا:
''ہندوستان میں اِس دَورِ اخیر میں، ان جیسا ذہین و طبّاع، بمشکل ہی ملے گا۔''
(ص ۴۴۔ خیابانِ رضا۔ مطبوعہ: لاہور)

پروفیسر کرّار حسین
وائس چانسلر، بلوچستان یونیورسٹی

''میں، ان کی شخصیت سے، اِس وجہ سے متأثر ہوں کہ:
انھوں نے، علم و عمل میں عشقِ رسول کو، وہ مرکزی مقام دیا ہے
جس کے بغیر، تمام دین، ایک جسدِ بے روح ہے۔'' (خیابانِ رضا۔ مطبوعہ لاہور)

احسان دانش

''مولانا احمد رضا خاں بریلوی، رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ، اکیلے نہیں۔
ان کے خاندان سے شعر و ادب اور خصوصاً نعت گوئی نے، راہیں پائی ہیں۔
حسن رضا خاں کا دیوان ''ثمرۂ فصاحت'' میرے کُتب خانہ میں موجود ہے
جو، اَب کہیں، نہیں ہے۔
مولانا احمد رضا خاں، نعت کے میدان میں، نا قابلِ فراموش شخصیت ہیں۔''
(ص ۴۱۔ خیابان رضا۔ مطبوعہ: لاہور)

احمد ندیم، قاسمی

''مَیں، انھیں، صرف، بہ حیثیت نعت گو، جانتا ہوں اور میرا اندازہ ہے کہ:
نعت گوئی میں ان کا مرتبہ، دیگر نعت نویسوں کے مقابلہ میں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
مرحوم کی بے پناہ اور بے کنار عقیدت و محبت کی برکت سے، منفرد ہو جاتا ہے۔''
(ص ۴۲۔ خیابان رضا۔ مطبوعہ: لاہور)

پروفیسر محمد طاہر فاروقی
صدر شعبۂ اُردو، پشاور یونیورسٹی

''اعلیٰ حضرت، عشقِ رسول میں ڈوبے ہوئے تھے۔
اور یہی جذبہ، اُن کی نعت گوئی کی، سب سے نمایاں خصوصیت ہے۔
اِسی لئے ان کے اشعار میں ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا، صحیح عکس، نظر آتا ہے۔
(ص ۹۶۔ خیابانِ رضا۔ مطبوعہ: لاہور)

نقّاشِ فطرت، میاں ایم اسلم

لاھور

''مجدِّدِ اسلام، سیدنا حضرت امام احمد رضا بریلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ، شریعت اور طریقت میں ایک بہت بلند مقام رکھتے تھے اور امامِ وقت، مانے جاتے تھے۔''

(ص۴۷۔ خیابانِ رضاؔ۔ مطبوعہ: لاہور)

ڈاکٹر عبادت، بریلوی

کراچی

''مولانا احمد رضا خاں صاحب، بہت بڑے عالمِ دین، مفکرِ اسلام اور عاشقِ رسول تھے۔ ان کا نام، عُلمائے اسلام کی تاریخ میں، ہمیشہ، زندہ رہے گا۔

انھوں نے اپنی تصانیف سے علومِ اسلامی میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔''

(ص۴۷۔ خیابان رضاؔ۔ مطبوعہ: لاہور)

سید شانُ الحق حقی

کراچی

''میرے نزدیک، مولانا کا نعتیہ کلام، ادبی تنقید سے مُبرّا ہے۔

اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں۔ ان کی مقبولیت اور دل پذیری ہی، اس کا سب سے بڑا ادبی کمال اور مولانا کے مرتبے پر، دال ہے۔'' (ص۶٦۔ خیابان رضاؔ۔ مطبوعہ: لاہور)

پروفیسر سید سخی احمد، ہاشمی

''مولانا احمد رضا خاں رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ علم و فضل، زُہد و تقویٰ اور عشقِ رسول (ﷺ) کے لحاظ سے اپنے مُعاصرین میں اپنی الگ حیثیت سے ممتاز ہیں۔

ان کی بے شمار کُتب و رسائل، جن کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز بتائی جاتی ہے ان کے علم و فضل پر گواہ ہیں۔

ان کے حالاتِ زندگی، ان کے زُہد و تقویٰ پر، شاہد ہیں۔

اور ان کے اشعار، عشقِ رسول ﷺ سے بھرپور۔

ان کی شخصیت نے، اپنے زمانے کو بہت متأثر کیا۔'' (ص٦٧۔ خیابان رضاؔ۔ مطبوعہ: لاہور)

ڈاکٹرِ غلام مُصطفیٰ خاں
صدر شعبۂ اُردو، سندھ یونیورسٹی،کراچی

''حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ احمد سعید، دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م ۱۲۷۷ھ) کے بعد
حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے اپنی کتابوں اور تقریروں میں
عشقِ رسول (ﷺ) ہی کو، اپنا مرکزی موضوع بنایا۔
اور اس موقف سے، ذرا بھی ہٹنا، گوارا، نہیں کیا۔
اور میرا خیال ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب، غالبًا، واحد عالمِ دین ہیں
جنھوں نے، اُردو نظم و نثر، دونوں میں اُردو کے بے شمار محاورات، استعمال کیے ہیں۔
اور اپنی علمیت سے اُردو شاعری میں چار چاند لگا دیے ہیں۔
وہ، عشقِ رسول (ﷺ) ہی کو، اصل تصوف سمجھتے تھے۔ ایک جگہ کہتے ہیں:

راہِ عرفاں کے جو ہم، نادیدہ رو، محرم نہیں　　مصطفیٰ ہیں مسندِ ارشاد پر، کچھ غم نہیں

(خیابانِ رضا۔ مطبوعہ: لاہور)

حکیم، محمد سعید، دہلوی
کراچی

''مولانا احمد رضا خاں، بریلوی، دینی علوم میں ایک انفرادی اور جامع حیثیت کے مالک تھے۔ وہ، فقیہ بھی تھے، عالم بھی اور شاعر بھی۔
ان کی تصنیفات کی تعداد، ایک اندازہ کے مطابق، آٹھ سو کے لگ بھگ ہے۔
انھوں نے، دین کے جس شعبے اور علم و فن کے جس گوشے پر قلم اٹھایا
اُس میں ان کی ایک انفرادی شان، نمایاں، نظر آتی ہے۔
اگر چہ، انھوں نے، براہِ راست، سیاست میں حصہ نہیں لیا
لیکن، جہاں کہیں، انھوں نے سیاسی تحریکات کو مذہب سے متصادم پایا
وہاں، اس کے خلاف، بے باکانہ قلمی جہاد کیا۔
مولانا، شریعت و طریقت، دونوں کے رُموز سے آگاہ تھے۔
اگر، ایک طرف، ان کے فتاویٰ نے

عرب وعجم میں ان کی دینی وعلمی بصیرت کی دھاک بٹھادی تھی

تو دوسری طرف، عشقِ رسول نے، ان کی نعتیہ شاعری کو، فکروفن کی بلندیوں پر پہنچادیا تھا۔''

(ص ۹۴۔ خیابانِ رضاؔ۔ مطبوعہ: لاہور)

فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت، یہ ہے کہ:

وہ، احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لئے سائنس اور طِبّ کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں

اور، اس حقیقت سے اچھی طرح، باخبر ہیں اکہ:

لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لئے کن علمی مصادر کی طرف، رجوع کرنا چاہیے۔

اس لئے ان کے فتاویٰ میں بہت سے علوم کے نِکات ملتے ہیں۔

مگر، طِبّ اور اس کے دیگر شعبے، مثلاً: کیمیا اور علم الاحجار کو تقدم، حاصل ہے۔

اور جس وُسعت کے ساتھ، اس علم کے حوالے، ان کے یہاں ملتے ہیں

ان سے، ان کی دِقّتِ نظر اور طبی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

وہ، اپنی تحریروں میں، صرف مفتی نہیں، بلکہ محقق طبیب بھی معلوم ہوتے ہیں۔

ان کے تحقیقی اسلوب ومعیار سے، دین وطب کے باہمی تعلق کی بھی، بخوبی، وضاحت ہوجاتی ہے۔''

(ص ۱۰۰۔ سال نامہ معارفِ رضاؔ۔ شمارہ نہم۔ مطبوعہ: کراچی)

میاں، محمد شفیع (م، ش) — لاھور

اعلیٰ حضرت نے، عشقِ رسول کی عوامی تحریک، جاری فرماکر

طول وعرضِ ہند میں جس طرح، مسلمانوں کے سینے میں، حُبِ رسول کی جوت جگائی

اس کے نتائج، ہمارے سامنے ہیں۔ (ص ۹۵۔ خیابانِ رضاؔ۔ مطبوعہ: لاہور)

سید الطاف، بریلوی — کراچی

''اعلیٰ حضرت کو، انگریزوں سے اِس قدر نفرت تھی کہ:

انھوں نے، تمام عمر، لفافے پر، ڈاک کا ٹکٹ اُلٹا لگایا۔

یعنی، تاج والا حصہ، نیچے کی طرف رکھا۔'' (ص ۱۲۰۔ خیابانِ رضاؔ۔ مطبوعہ: لاہور)

حفیظ، جالندھری

''ان کے قلم سے چند اَبیاتِ نعت نے میرے قلب میں محبتِ حضور کی روشنی میں توانائی بخشی — **میں، اُن کو، عُشّاقِ رسول ﷺ کے زُمرے میں، صفحہ اول پر، دیکھتا ہوں۔''**

(ص ۶۲۔ خیابانِ رضا۔ مطبوعہ: لاہور)

رئیس، امروہوی

کراچی

''ان جیسا عاشقِ رسول، نعت گو، منقبت سرا، محدّث، عالم، مصنف اور فقیہ و شارحِ قرآن مجید، کہاں پیدا ہوتا ہے؟

ان کی تصانیف نثر اور ان کی شاعری، کیف و سُرور سے لبریز ہے۔

جس سے عجیب طرح کا اِنشراحِ صدر ہوتا ہے۔ روح پر، اہتزازی کیفیت، طاری ہو جاتی ہے۔

وہ، ایک صُوفیِ باصفا اور عالمِ جلیل تھے۔

ایسی کم یاب شخصیتیں، تاریخ ساز بھی ہوتی ہیں، عہد آفریں بھی۔''

(ص ۶۵۔ خیابانِ رضا۔ مطبوعہ: لاہور)

نعیم صدیقی

لاھور

''مولانا کی جو نعتیں پڑھنے، یا سننے میں آئی ہیں، ان میں خصوصی طور پر لِلّٰھِیت کی روح، کارفرما ہے۔ زبان پر قدرت ہے، ان کا تخیل، نئی نئی کونپلیں نکالتا ہے۔ اور تشبیہات و تلمیحات سے، وہ خوب کام لیتے ہیں۔'' (ص ۱۱۶۔ خیابانِ رضا۔ مطبوعہ: لاہور)

پروفیسر مختار الدین احمد

ڈین فیکلٹی آف آرٹس، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

''آپ کی ذات، اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ کی زندہ تصویر تھی۔

اللہ و رسول سے محبت کرنے والے کو اپنا عزیز سمجھتے اور اللہ و رسول کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھتے۔

اپنے مخالف سے کبھی، کج خلقی سے پیش نہ آتے۔

کبھی، دشمن سے سخت کلامی نہ فرمائی، بلکہ حِلم سے کام لیا۔
لیکن، دین کے دشمن سے کبھی، نرمی، نہ برتی۔
اعلیٰ حضرت کی زندگی کا، ہر گوشہ، اتّباعِ سُنَّت کے انوار سے منور ہے۔
آپ نے بعض مُردہ سنّتوں کو زندہ کیا۔'' (ص ۳۳۵۔ امام احمد رضا نمبر ''المیزان'' بمبئی۔ ۱۹۷۶ء)

پروفیسر عبد الشکور شآد

کابل یونیورسٹی، افغانستان

''عموماً، پٹھان (جنھیں، ہم، پشتون کہتے ہیں) اور خاص کر، اشرفُ البلاد، قندھار کے رہنے والے، اس بات پر بہت ہی خوش ہیں کہ:

علاّمہ ضیاء الدین احمد رضا خاں، بریچی، جیسی علمی ہستی، ان سے قومیت
اور خاندان کی تاریخی حیثیت سے، وطنیت کا رابطہ رکھتی ہے۔
اس بریچی خاندان اور بِالخصوص علاّمۂ موصوف کی تحقیقی کاوشیں، اِس قابل ہیں کہ:
تاریخِ ثقافتِ اسلامیۂ ہندو پاک میں بِالتفصیل، ثَبت ہوں۔
اور تاریخِ علم و فرہنگِ اَفاغِنہ و آریانہ دائرۃ المعارف کو لازم ہے کہ:
ان کے اسمِ گرامی کو، ساری مؤلّفات کے ساتھ، اپنے اوراق میں محفوظ کرلے۔''
(۱۰ رصفر ۹۱ھ۔ ص ۳۳۔ پیغاماتِ یومِ رضا۔ مطبوعہ: لاہور)

سید اَوصاف علی

ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی

''مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی رحلت کو، کم و بیش، نصف صدی سے زیادہ عرصہ گذرا ــــ
افسوس ہے کہ اس قلیل مدت میں ہم نے، ایسے با کمال عالم اور بے مثل شخصیت کو، بھُلا دیا۔
اس کی سب سے بڑی وجہ، غالبًا، اُن کی راسخ الاعتقادی ہے۔
جس کے آگے، کسی مخالف کے افکار کا چراغ، نہ جل سکا۔''
(ص ۳۰۔ امام احمد رضا نمبر، ماہنامہ المیزان۔ بمبئی۔ ۱۹۷۶ء)

پروفیسر عزیز احمد

ہل یونیورسٹی، انگلینڈ

''اعلیٰ حضرت، مولانا احمد رضا خاں، بریلوی کی تصانیف کے کمالاتِ علمیہ

اور خدماتِ دینیہ پر تحقیقات کی حوصلہ افزائی کرنا، اور اس سے عوام و خواص کو صحیح طور پر متعارف کرانا، صرف اہلِ سنّت و جماعت ہی کی خدمت کرنا نہیں، بلکہ اصل میں آقائے نامدار، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لائے ہوئے صحیح دین کی اشاعت کرنا اور حضرت امامِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے مذہب کی نمائندگی کرنا ہے۔"

(ص ۲۴۶، تبصرہ۔ **فاضلِ بریلوی! عُلمائے حجاز کی نظر میں**۔ از پروفیسر مسعود احمد۔ مطبوعہ: لاہور)

حافظ مظہر الدین
راولپنڈی

"اعلیٰ حضرت کے نغموں سے عشق و مستی کا جہان، آباد ہے۔ دلوں کو نئی زندگی مل رہی ہے۔ عشق کو فروغ، حاصل ہو رہا ہے اور محبت، زمزمہ خواں بن کر، رُوحوں کو، سوز آشنا بنا رہی ہے۔"

(ص ۴۴۔ **پیغامات یومِ رضا**۔ مطبوعہ: لاہور)

ماہر القادری
ایڈیٹر ماھنامہ "فاران" کراچی

"مولانا احمد رضا، بریلوی مرحوم، دینی علوم کے جامع تھے۔ یہاں تک کہ ریاضی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ دینی علم و فضل کے ساتھ، شیوہ بیان شاعر بھی تھے۔

اور ان کو یہ سعادت، حاصل ہوئی کہ:

مجازی راہِ سخن سے ہٹ کر، صرف نعتِ رسول کو اپنے افکار کا موضوع بنایا۔

مولانا احمد رضا خاں کے چھوٹے بھائی، مولانا حسؔن رضا خاں، بڑے خوش گو شاعر تھے۔

اور مرزا داغؔ سے نسبتِ تلمذ رکھتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ غزل کا، یہ مطلع:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں   تیرے دن، اے بہار! پھرتے ہیں

جہاں، استاذ داغؔ کو، حسؔن بریلوی نے سُنایا

تو، داغؔ نے، بہت تعریف کی اور فرمایا "مولوی ہو کر، ایسے شعر کہتا ہے۔"

(ص ۴۴۔۴۵۔ ستمبر ۱۹۷۳ء۔ **ماہنامہ، فاران، کراچی**)

ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی
صدر شعبۂ اردو، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

”حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے نامِ نامی سے بچپن ہی سے واقفیت ہے۔ آپ کے علم و فضل، تقویٰ و تقدس، حمیتِ دینی اور حرارتِ ایمانی کا ذکر، اکثر اپنے بزرگوں سے سُنا۔

فقیہِ اسلام اور مترجمِ قرآن کی حیثیت سے، حضرت کو، جو مقام و مرتبہ، حاصل ہے

اس کا اعتراف، تمام اہلِ نظر نے کیا ہے۔

آپ کے کلام میں جو والہانہ سرشاری، سپردگی اور سوز و گداز کی جو کیفیت ملتی ہے

وہ، اُردو نعت گو شعرا میں اپنی مثال آپ ہے۔

آپ کی نظموں اور غزلوں کا ایک ایک حرف، عشقِ رسول میں ڈوبا ہوا ہے۔

لیکن، ہر جگہ، شرعی حُدود کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

نعتیہ شاعری، بڑی نزاکت اور ذمہ داری کا، کام ہے۔

اکثر شُعَرا سے، اس راہ میں لغزش ہو جاتی ہے۔“

(ڈاکٹر صاحب کا مکتوب، بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری، لاہور)

مولانا محمد کرم، ازہری

مدیرِ ماہنامہ ”ضیائے حرم“ لاہور

”اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امامِ اہلِ سنَّت، مولانا احمد رضا خاں بریلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کی زندگی کے یہ چند سال، جس کا گوشہ گوشہ، علم و عمل کے نور سے منور ہے

جس کا لمحہ لمحہ، ذکرِ خدا اور یادِ مصطفیٰ سے معمور ہے۔.......

جو پھیلا، تو کائنات کی پہنائیوں کو شرمسار کرتا گیا اور جو سمٹا، تو عشق بن کر رہ گیا۔

یہی آپ کا ایمان تھا کہ:

جب، عشقِ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم جانِ ایمان و روحِ دین ہے

تو اس کی اشاعت میں آپ نے اپنی ساری عمر، صَرف کر دی۔

اسی کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں اور قابلیتیں، وقف کر دیں۔“

(ص ۳۲۔ مقالاتِ یومِ رضا، حصہ دوم۔ مطبوعہ: لاہور)

ڈاکٹر سلام سندیلوی

صدر شعبۂ اُردو، گورکھپور یونیورسٹی

حضرت امام احمد رضا نے اپنی نعت میں خلوص کی مہک بھر دی ہے۔

یہ خلوص، ان کے ذاتی تجربہ پر مبنی ہے۔ انھوں نے، ہر نفس میں بوئے محمد کو محسوس کیا ہے۔

اوراسی کی موجیں، ہم کو، ان کی شاعری میں رقصاں، نظر آتی ہیں۔“

(ص ۴۶۴۔امام احمد رضا نمبر۔ماہنامہ المیزان۔بمبئی۔۱۹۷۶ء)

جہاں تک، امام احمد رضا کی شاعری کا تعلق ہے، وہ، رسمی اور روایتی، نہیں ہے۔

آپ کو، مذہب سے زبردست علاقہ تھا۔ آپ کو بزرگانِ دین سے عقیدت تھی۔

آپ، حُبِّ رسول میں غرق تھے، اِس لئے آپ کی مذہبی شاعری میں صداقت، موجود ہے۔

آپ کی شخصیت اور شاعری میں فاصلہ، نہیں ہے۔

بلکہ آپ کی شخصیت، آپ کی شاعری ہے اور آپ کی شاعری، آپ کی شخصیت ہے۔

شخصیت اور شاعری میں اِس قدر گہری ہم آہنگی، اُردو کے چند ہی شُعرا کے یہاں ملے گی۔“

(ص ۴۶۶۔امام احمد رضا نمبر۔ماہنامہ المیزان، بمبئی۔۱۹۷۶ء)

حافظ بشیر احمد، غازی آبادی

ایک عام غلط فہمی، یہ ہے کہ حضرت فاضلِ بریلوی نے

نعتِ رسولِ مقبول میں شریعت کی اِحتیاط کو، ملحوظ نہیں رکھا۔

یہ سراسر، غلط فہمی ہے، جس کا حقائق سے، دور کا بھی تعلق، نہیں۔

ہم، اس غلط فہمی کی اصلاح کے لئے آپ کی ایک نعت، نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

کہہ لے گی سب کچھ، ان کے ثناخواں کی خامشی چُپ ہو رہا ہوں کہہ کے، میں، کیا کیا کہوں تجھے

لیکن، رضؔا نے ختم سخن اس پہ کر دیا خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں تجھے

”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“ کی، کیسی فصیح و بلیغ تائید ہے۔

جتنی بار پڑھیے کہ ”خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں تجھے“

دل، ایمانی کیفیت سے سرشار ہوتا چلا جائے گا۔“

(’جنگ‘ کراچی۔بحوالہ اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر۔ص ۳۷۔مطبوعہ: لاہور ۱۹۷۵ء۔از سید نور محمد قادری)

ڈاکٹر حامد علی خاں

شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

”اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے فاضلِ بریلوی پر انعامات کی بارش فرمائی

اور بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ خدا نے آپ کو قوی حافظہ اور ذہن رَسا، عطا فرمایا۔
نیز، اپنے فضل و کرم سے اپنی عطا کردہ صلاحیتیوں کو صحیح راہ پر لگانے کی توفیق، مرحمت فرمائی۔
اسے، تائیدِ غیبی ہی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ:
آپ اپنے وقت کے فاضلِ اجل اور جُملہ علوم و فنون میں ماہر و کامل ہوئے۔
مروّجہ علوم میں سے، ہر علم میں آپ کو، یدِ طولیٰ، حاصل تھا۔''
(ص ۴۴۷۔ **امام احمد رضا نمبر**۔ ماہنامہ المیزان، بمبئی۔ ۱۹۷۶ء)

تاج محمد صدیقی

پشاور

امام احمد رضا نے، مجدّدِ دِماۃِ حاضرہ کے مقام پر فائز ہو کر، دینِ اسلام اور خصوصاً، مذہبِ اہلِ سنّت و جماعت کی جو ناقابلِ فراموش، بے لَوث خدمت سرانجام دی ہے، رہتی دنیا تک، اہلِ اسلام آپ کے اس احسانِ عظیم کو یاد رکھیں گے۔
پشاور میں ایک مجلس میں سید محمد یوسف شاہ، بنوری، دیوبندی (کراچی) کے والد بزرگوار مولانا سید زکریا شاہ صاحب، بنوری، پشاوری نے فرمایا:

''اگر، اللہ تبارک و تعالیٰ، ہندوستان میں احمد رضا خاں، بریلوی کو پیدا نہ فرماتا، تو، ہندوستان میں حنفیت، ختم ہو جاتی۔''[1]

(مکتوب، محرّرہ ۱۱/ ربیع الاول ۹۱ھ۔ ص ۹۹۔ ۱۰۰۔ ''**فاضلِ بریلوی اور ترکِ موالات**'' از پروفیسر مسعود احمد۔ مطبوعہ: لاہور)

جسٹس، شمیم حُسین، قادری

چیف جسٹس، لاہور ہائی کورٹ

''فاضلِ بریلوی، عاشقِ رسول تھے اور یہی عشق کا مسلک، عام کرنے کی ضرورت ہے کہ:
سرورِ کائنات کی محبت، نہ صرف اس دنیا میں ہماری مشکلات کا حل ہے
بلکہ اگلی دنیا میں بھی، نجات کا باعث ہے۔''
(ص ۱۸۔ **مقالاتِ یومِ رضا**، حصہ دوم۔ مطبوعہ: لاہور)

ڈاکٹر سید نظرِ حسنین، زیدی

ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی، سندھ

---

[1] کراچی میں ایک عالم دین نے، جن کا تعلق، مسلکِ دیوبند سے ہے، فرمایا تھا کہ تبلیغی جماعت کے بانی، مولانا محمد الیاس، کاندھلوی فرماتے تھے کہ: اگر کسی کو محبتِ رسول عَلَیْہِ التَّحِیَّۃُ وَالثَّنَا سیکھنی ہو، تو، مولانا بریلوی سے سیکھے۔ مسعود احمد

”پاک و ہند کے ممتاز عُلما میں فاضلِ بریلوی، مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت، نمایاں نظر آتی ہے کہ وہ، علم و فضل کے علاوہ، دَلائے رسول و آلِ رسول کے لحاظ سے بھی امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ نہ صرف، پاک و ہند، بلکہ عُلماے حجاز نے بھی ان کی فضیلتِ علمی کا اعتراف کیا ہے۔“

(ص ۱۱۸۔ **فاضل بریلوی اور ترکِ موالات**۔ طبعِ چہارم، لاہور)

افتخار اعظمی

لکھنؤ

”مولانا احمد رضا بریلوی کے مسلک سے اختلاف، ممکن ہے۔
لیکن، اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ، غیر معمولی ذہین اور متبحر عالم تھے۔
وہ عالمِ دین کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے، اِس لئے ان کی شاعرانہ تخلیقات کی طرف بہت کم توجہ دی گئی۔ حالاں کہ ان کا نعتیہ دیوان، اس پایہ کا ہے کہ:
انھیں، طبقۂ اولیٰ کے نعت گوشُعرا میں جگہ دی جانی چاہیے۔
انھیں، فن اور زبان پر پوری قدرت، حاصل ہے۔
ان کے یہاں، تصنع اور تکلف نہیں، بلکہ بے ساختگی ہے۔
کیوں کہ رسولِ پاک سے انھیں بے پناہ عقیدت تھی۔
اِس لئے ان کا نعتیہ کلام، شدتِ احساس کے ساتھ، خلوصِ جذبات کا بھی آئینہ دار ہے۔“

(ص ۱۴۔ **اَرمغانِ حرم**۔ از افتخار اعظمی، مطبوعہ: لکھنؤ)

پروفیسر، اصغر سودائی

پرنسپل اقبال کالج، سیالکوٹ

خدائے ارض و سما، ہماری قومِ برگشتہ میں کچھ ایسے پختہ فکر اور صاحبِ عمل حضرات ضرور، پیدا کرتا رہا ہے، جن کا مُنتہائے زندگی، خدا اور رسول کے فرمودات کو عملی جامہ پہنا کر ایسے معاشرہ کی تشکیل ہو، جو صحیح معنوں میں اسلامی مُعاشرہ کہلا سکے۔
اعلیٰ حضرت، انھیں چند شخصیات میں سے ایک تھے۔
اور ان کی زندگی، اخلاصِ عمل اور طہارتِ فکر کا بہترین مرقع تھی۔“

(ص ۴۳۔ **پیغاماتِ یومِ رضا**۔ مرکزی مجلس رضا۔ لاہور)

بہزاؔد، لکھنوی

''حضرت، عالمِ باعمل اور فاضلِ بے بدل ہونے کے ساتھ، صُوفیِ کامل بھی تھے۔
عاشقِ رسول ایسے تھے کہ ان کی زندگی کی کوئی سانس، ذکرِ رسول سے کبھی، خالی، نہیں گذری۔

درودوسلام، جس کو مسلمان، تقریباً بُھلا چکے تھے، اُنھیں کی کاوشوں سے عام ہوا۔
اور عام ہونے کے ساتھ ہی، جماعتِ اہلِ سنّت کے قلوب کو
وِجدان اور کیف سے اب تک، معمور کر رہا ہے۔''

(ص ۴۵۔ پیغاماتِ یومِ رضاؔ۔ طبعِ دوم، لاہور)

شاعؔر، لکھنوی

''رضاؔ بریلوی کی نعت، دوسری حیثیت سے (وہ نعت، جو ''عشق'' سے چل کر ''ایمان'' پر ختم ہوتی ہے) تعلق رکھتی ہے۔ اِسی لئے ان کی نعت گوئی اپنے معیار کے اعتبار سے ایک انفرادی و امتیازی شان کی مالک، نظر آتی ہے۔ **وہ، نعت کہتے وقت، قرآن، پیشِ نظر رکھتے ہیں۔**

قرآن، سیرتِ مصطفیٰ کا آئینہ ہے اور آئینہ کو، رُوبرو رکھنے کے بعد فکر کی رفتار میں کسی لغزش کا امکان ہی، نہیں رہتا۔ ان کا یہ مصرع، ان کی نعتوں کا معیار پرکھنے کے لئے بہت کافی ہے:

'قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی۔''

رضاؔ بریلوی کی نعتیہ شاعری، جذبے کی پختگی کے علاوہ، ایسی بے شمار فنی خوبیوں کی حامل ہے جن کی مثال، اس دَور کے شُعرا میں، بہت کم ملتی ہے۔''

(ص ۲۴۔ ''**تاریخِ نعت گوئی میں حضرت رضاؔ بریلوی کا منصب۔**'' از شاعؔر لکھنوی۔ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور)

محمد حلیم سابق چیف جسٹس سُپریم کورٹ، حکومتِ پاکستان

''یوں تو، تمام علوم وفنونِ اسلامی پر، امام احمد رضا کی پوری پوری گرفت تھی، مگر، خصوصیت کے ساتھ، علمِ فقہ پر، امام احمد رضا کی فکر کی رسائی اور گیرائی، قابلِ ستائش اور حیران کُن ہے۔
ان کی نگاہِ نکتہ شناس اور فہمِ دقیقہ سنج نے فقہ میں، جو رسائی پائی ہے اور جہاں تک وہ پہنچی ہے اس کی داد، اس طرح دی گئی کہ:

آپ کو، امامِ اعظم ابوحنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کی آنکھوں کی ٹھنڈک، امام ابوحنیفۂ ثانی اور مجدّدِ ملّت کے گراں قدر خطابات والقاب کے ذریعہ، خراجِ تحسین، پیش کیا گیا۔''

(ص۵۲۔ سالانہ مجلّہ ''**معارفِ رضا**''۔ کراچی۔۱۹۹۱ء)

میر خلیل الرحمٰن

چیف ایڈیٹر، روزنامہ جنگ، کراچی

''ماضی قریب میں اُبھرنے والے اکابرینِ اسلام کی شخصیتوں میں
اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا کی شخصیت، بڑی نمایاں، نظر آتی ہے۔
ان کی شخصیت کو، اُس ہشت پہلو ہیرے سے مشابہ، قرار دیا جاسکتا ہے
جس کے ہر پہلو سے روشنی اور رنگ برنگ کرنیں، پھوٹتی نظر آتی ہیں۔''

(ص۲۱۔ سالانہ **مجلّہ معارفِ رضا**۔ کراچی۔۱۹۸۹ء)

وسیم سجاد

چیئرمین سینیٹ، حکومتِ پاکستان

''امام احمد رضا کی سیرت وکردار اور بلند پایہ تصانیف
اسلام دشمن عناصر کے مذموم عزائم کو خاک میں ملانے میں ہماری بہترین رہنمائی کرسکتی ہیں۔
آج، اس بات کی ضرورت ہے کہ:
ہم، امام احمد رضا، بریلوی کی جلائی ہوئی شمعِ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں
قومی یک جہتی اور بھائی چارے کو فروغ دینے کے لئے کام کریں ——
یہ رَمزِ مسلمانی بھی ہے، اور وقت کی ایک اہم ضرورت بھی۔''

(ص۱۳۔ سالانہ **مجلّہ معارفِ رضا**۔ کراچی۔۱۹۹۰ء)

ڈاکٹر محمد فاروق عبدالستار

مُشیرِ بلدیۂ کراچی

''اعلیٰ حضرت، فاضلِ بریلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کی تاریخ ساز شخصیت
اربابِ علم ودانش کی نظر میں پوشیدہ نہیں۔
ان کی قرآن فہمی، علمِ حدیث پر، ان کی گہری نظر
دیگر علومِ اسلامیہ اور علومِ جدیدہ وقدیمہ پر، ان کی حیرت انگیز دسترس

ان کی اب تک کی شائع شدہ تصانیف سے اُبھر کر سامنے آئی ہے۔
جو، ان کی قد آور شخصیت کے اعلیٰ مقام کو، اُجاگر کرتی ہے۔
یہی وجہ ہے کہ حرمین شریفین اور بلادِ اسلامیہ کے علاوہ، اب، بین الاقوامی سطح پر
اُن کی بلند قامت علمی شخصیت کو تسلیم کیا جا رہا ہے۔''

(ص ۱۸۔ سالانہ مجلّہ **معارفِ رضا**۔ کراچی۔ ۱۹۸۹ء)

پروفیسر سید عبدالقادر

حیدر آباد، دکن

''علومِ حدیث میں آپ کو نمایاں مقام، حاصل ہے۔
احادیثِ کریمہ کا ایک بحرِ زخّار، آپ کے سینۂ مبارک میں موجزن تھا۔
جس موضوع پر بھی آپ کا قلم اٹھتا تھا، اسلامی مزاج، افکار و نظریات کی حمایت
اور کفر و بُطالت کی تردید میں احادیثِ کریمہ کا انبار لگا دیتے تھے کہ؛
پڑھنے والے کا کلیجہ، ٹھنڈا، اور آنکھیں، روشن ہوں۔''

(ص ۱۲۹۔ **معارفِ رضا**۔ کراچی۔ ۱۹۸۵ء)

پروفیسر، کرم حُسین، حیدری

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی۔ اسلام آباد

''جب تک میں نے امام احمد رضا کی زندگی اور کارناموں کا مطالعہ نہیں کیا تھا
میں ان کی عظمت سے آگاہ نہ تھا، لیکن، جب میں نے اُن کی زندگی کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا
تو، مجھے قائل ہونا پڑا کہ وہ، اس دَور کے بہت بلند مرتبہ امام تھے۔''

(ص ٦٧۔ سالانہ مجلّہ **معارفِ رضا**۔ کراچی۔ ۱۹۸۵ء)

ڈاکٹر محمد حسن

ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد

''مولانا، جس قدر، زود نویس تھے، اس کا پتہ، ان کی لاتعداد، تصانیف سے چلتا ہے۔
اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ علم کا سمندر، ان کے سینہ اور دماغ میں موجزن تھا۔
اور اس کا بہاؤ، اِس قدر تیز تھا کہ روکنے اور رکنے کی گنجائش، نہیں تھی۔

شیخِ اکبر فرماتے ہیں: ''جو تصانیف میں نے کی ہیں، ان سے میرا مقصد، مصنف بننا، نہیں ہے بلکہ، اگر، میں یہ تصانیف نہ کرتا، تو مجھے، جل جانے کا خطرہ تھا۔

بالکل یہی بات، مولانا پر، صادق آتی ہے۔''

(ص ۶۶۔ **مقالاتِ یومِ رضا**، حصہ دوم۔ مطبوعہ: لاہور)

ڈاکٹر، سرورؔ، اکبر آبادی

کراچی

''آپ کے دل سے نکلنے والے ایک ایک لفظ اور ایک ایک شعر نے عاشقانِ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہ علیہ وسلم کے دلوں میں، دیوانگی و شیفتگی اور وارفتگی و ربودگی کی تڑپ، کُوٹ کُوٹ کر بھر دی۔

اور ایک ایسی شمع، فروزاں کر دی، جس کی روشنی میں آنے والی نسلوں کے شُعَرا بھی اپنی منزلِ مقصود تک، بآسانی پہنچنے میں کامیاب و کامران ہوں گے۔''

(ص ۵۔ **امام احمد رضا نمبر**۔ ہفت روزہ، ہجوم۔ نئی دہلی۔ دسمبر ۱۹۸۸ء)

حفیظ تائب

لاہور

''اُردو نعت کی تاریخ پر، سب سے گہرے اثرات، امام احمد رضا نے مرتَّب کیے ہیں۔

اور جدید نعت نگاری کو بُنیادیں بھی، آپ ہی نے فراہم کی ہیں۔

نعت گوئی میں آپ کی انفرادی اور اجتہادی کاوشوں کی بدولت ہی، دَورِ موجود کے نعت نگاروں کے سامنے، اِس فنِ عظیم کے نئے آفاق، منکشف ہوئے ہیں۔''

(ص ۴۲۔ ماہنامہ، **حجاز جدید**۔ نئی دہلی۔ نومبر ۱۹۹۱ء)

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

صدر شعبۂ عربی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

''مولانا احمد رضا خاں، بریلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ ایک پہلودار، بلکہ ہمہ جہات شخصیت کے مالک تھے اور اپنے عہد کے ایک متعددُ الجوانب، یا مختلفُ الکمالات عبقری، قرار دیئے جاسکتے ہیں۔''

(ص ۳۸۔ ماہنامہ، **حجاز جدید**۔ نئی دہلی۔ نومبر ۱۹۹۱ء)

سید غوث علی شاہ

سابق وزیرِ اعلیٰ سندھ، پاکستان

ان (امام احمد رضا) کے تبحرِ علمی، تفقُّہ فی الدّین، محققانہ آن اور مجتہدانہ شان کے اپنے اور غیر، سبھی، معترف، نظر آتے ہیں۔ **علامہ اقبال عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کی زبان میں وہ، اپنے وقت کے امام ابوحنیفہ ہیں۔ وہ ایک سچے عاشقِ رسول تھے۔**

ان کا سب سے بڑا کارنامہ، مسلمانوں کے دلوں میں محبتِ رسول ﷺ کی شمع، روشن کرنا ہے۔

اور آج، برصغیر پاک و ہند میں، بلکہ سارے عالمِ اسلام میں، انھیں کی کاوشوں کا فیض ہے کہ: ہر مسلمان کا دل، حُبِّ رسول کے کیف سے سرشار اور سینہ، نورِ محمدی سے منور ہے۔"

(ص ۱۰۔ **سالانہ مجلّہ معارفِ رضا**۔ کراچی، شمارہ: ۱۹۸۶ء)

سید فخر امام

سابق وزیرِ تعلیم، حکومتِ پاکستان

"برصغیر میں فرنگیوں کے غاصبانہ تسلُّط کے بعد، بِالعموم، مایوسی اور پژمردگی کا، دَور دَورہ تھا۔ جہادِ آزادی کی کوششیں، رفتہ رفتہ، ماند پڑ رہی تھیں۔ ایسے حوصلہ شکن حالات میں ایک طرف، تحریکِ علی گڑھ نے مسلمانوں میں جدید علوم کی شمع، روشن کی۔

تو، دوسری طرف، عُلماے اسلام نے مایوسی اور ناامیدی کے اس گرداب میں مِلّتِ اسلامیہ کی کشتی کو سہارا دے کر، اسے، بچایا۔

اور کتاب و سنّت کے علوم سے بَہرہ ور کر کے اسے اسلامی تعلیمات سے آراستہ کیا۔

ان مقتدر عُلما میں سے، جو اس پُر آشوب دَور میں اُمّتِ مسلمہ کی قیادت کے منصب پر فائز ہوئے، **امام احمد رضا، بریلوی** اپنی انفرادی خصوصیات کی بنا پر تمام علمی و ادبی حلقوں میں بے حد عقیدت اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔"

(ص ۱۷۔ **سالانہ مجلّہ معارفِ رضا**۔ کراچی، شمارہ: ۱۹۹۱ء)

خان محمد علی خاں آف ہوتی

مرکزی وزیرِ تعلیم، حکومتِ پاکستان

"محبت میں، انھیں، اِستغراقِ کُلّی، حاصل تھا۔ اور دَرِ مصطفیٰ عَلَیْہِ السَّلام کو چھوڑ کر کسی دنیا والے کے دروازے پر، کبھی، انھوں نے نگاہِ غلط انداز، نہیں ڈالی۔

انھیں، بھروسا تھا، تو اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی کرم گستریوں پر۔

انھیں، اعتماد تھا، تو اپنے ہادی و شاہد عَلَیْہِ السَّلام کی بندہ پروریوں پر۔

ان کی نگاہیں اٹھتی تھیں، تو تجلیاتِ مصطفیٰ کی ضَو ریزیوں کو سمیٹنے پر۔
ان کا دل دھڑکتا تھا، تو صرف، رَحْمَةٌ لِلْعَالَمِین کی رحمت نوازیوں پر۔
وہ، علومِ مصطفیٰ کے گلشن کے بلبل تھے۔
لہٰذا، انھیں، ہر طرف، علمِ مصطفیٰ کے جلوے، نظر آتے تھے۔
اور نورِ مصطفیٰ کی نور بیزیاں، نظر آتی تھیں۔
عشقِ مصطفیٰ کا، جو معیار، وہ قائم کر گئے، وہ، متأخرین کے لئے منارۂ نور رہے۔
اور، وہ سوز، جو، اپنے کلام میں بھر گئے
خدا جانے، کب تک دلوں کو گرماتا اور وِجدان کو تڑپاتا رہے گا۔''
(ص ۳۰۔ ہفت روزہ ''اُفق'' کراچی۔ ۶ رفروری ۱۹۸۰ء)

ایئر ایڈمرل، ایم آئی ارشد

کراچی

''علاّمہ اقبالؔ نے حضور کی شان میں بے مثال نعتیہ اشعار لکھ کر
مغربی تعلیم یافتہ طبقہ کے دلوں میں عشقِ رسولِ مقبول ﷺ کی شمع، روشن کی
تو، حضرتِ بریلوی نے اپنی نعت سے مسلم عوام کے دلوں کو، محبتِ رسولِ پاک سے گرمایا۔''
(ص ۵۵۔ سالنامہ معارفِ رضا۔ کراچی)

جسٹس، قدیرالدین احمد

سابق گورنر، سندھ

''جس قسم کی ذہانت، طباعی، حافظہ، علم اور تبحر، اعلیٰ حضرت کو حاصل تھا
وہ کوئی معمولی بات نہ تھی، بلکہ ایک نایاب چیز تھی۔''
(خطبۂ صدارت۔ امام احمد رضا کانفرنس۔ منعقدہ کراچی ۱۹۸۲ء)

پروفیسر ڈاکٹر حنیف اختر فاطمی

صدر شعبۂ اِبلاغیات، لندن یونیورسٹی

''امام احمد رضا (م ۱۹۲۱ء) نے، اسلامی نظریۂ تعلیم کی بہت ہی اچھی تعبیر و تشریح کی ہے
جو، اس موضوع پر، قرآنِ حکیم کی اعلیٰ ترین تفسیر ہے۔

اور اسلام کے قانونی، روحانی، سیاسی، مادّی
غرض، تمام پہلوؤں کو سمجھنے کے لئے ایک بنیاد، فراہم کرتی ہے۔''
(ترجمہ انگریزی۔ اسلام کا نظریۂ تعلیم۔ مطبوعہ: لاہور)

پروفیسر غیاث الدین قریشی
نیوکاسل یونیورسٹی، انگلینڈ

''شریعتِ اسلامیہ کے صرف حنفی مکتبِ فکر کے مسائل میں
انھوں نے جس ذہنِ رسا کا ثبوت دیا ہے، اس سے، وہ، اس بات کے مستحق ہیں کہ:
ان کو، علم و فضل کی بلند ترین مسند پر بٹھایا جائے۔
وہ، جودتِ طبع اور وُسعتِ علم کے مالک تھے۔
ان کی نگاہ کی تیزی اور صفائی ایک عظیم ذہن کی خاص علامت ہے۔''
(ترجمہ انگریزی۔ ص ۹۲، سالنامہ مجلّہ معارفِ رضا۔ کراچی ۱۹۸۳ء)

ڈاکٹر یعقوب ذکی
لندن، انگلینڈ

سابق پروفیسر ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ، ریسرچ ڈائرکٹر مسلم انسٹی ٹیوٹ، لندن

''امام احمد رضا کے فتاویٰ ''فتاویٰ رضویہ'' کے نام سے جانے جاتے ہیں۔
جو، بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں۔ **فتاویٰ رضویہ**، فقہِ حنفی کا ایک عظیم سرمایہ ہے۔
جس طرح '**فتاویٰ عالمگیری**' جو ہندوستان میں مسلم عہدِ حکومت کی ایک عظیم فقہی خدمت ہے۔
امام احمد رضا، ایک متبحر فاضلِ علوم اسلامی تھے۔
فقہی بصیرت، تبحرِ علمی، خداداد فکری و قلمی صلاحیت و خدمت کی وجہ سے
دنیا نے انھیں، مجدِّد تسلیم کیا۔''
(۲۰۔ ماہنامہ، حجاز جدید، دہلی، مارچ ۱۹۹۲ء)

میاں محبوب احمد
چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ

امام احمد رضا کی قرآن فہمی سے لے کر شعر گوئی تک کے موضوعات، ایک جہانِ نَو لیے ہوئے ہیں۔
وہ، مترجم کی حیثیت میں ہیں، تو شعور و بیان اور اَدا و زبان کا ایک دبستانِ جدید، نظر آتے ہیں۔

جب، حدیث کی بات ہو، تو نووی، عسقلانی، قسطلانی اور سیوطی، یاد آجاتے ہیں۔
فقہ میں ابنِ مسعود اور ابنِ عباس کے کرم توجہ سے کشکولِ فکر، بھرتے نظر آتے ہیں۔
علمِ کلام میں آپ، ابومنصور ماتریدی، امام ابوالحسن اشعری کی دِقّتِ نظر کے نمائندہ وترجمان ہیں۔
منطق وفلسفہ کا میدان، آپ کی شہسوارئِ فکر سے پامال ہے۔
اور اَربابِ دانشِ یونان، امام احمد رضا کے باج گزار ہیں۔
غرض! علومِ معقول ومنقول کا کون سا شعبہ ہے، جس میں آپ، درجۂ اِجتہاد پر، فائز نہیں؟
اخلاق وعمل، غیرت وحمیتِ مِلّی، اُن کی ذات کے نرالے پہلو ہیں۔
آپ، اِصابتِ فکر میں عکسِ صدیقی ہیں۔ حمیتِ دین میں دبدبۂ فاروقی کے پرتَو ہیں۔
حِلم وتقویٰ میں، رنگِ عثمانی جھلکتا ہے۔ فقر وشجاعت میں فقیرِ علی ہیں۔
آپ کی ذات، ایثار نفسی میں دین کے لئے ایسی ڈھال ہے کہ:
قُرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے ایمان کی عملی تصویر دکھائی دیتی ہے۔
آپ کی جامع شخصیت کا ہر پہلو، مومنانہ اور ہر انداز، مجاہدانہ ہے۔
مسلمانوں کے لئے ہر میدان میں آپ کی رہنمائی، بروقت، اور فراست سے معمور تھی۔''
(ص ۳۶۔ ماہنامہ ''حجاز جدید'' دہلی۔ نومبر ۱۹۹۱ء)

چودھری محمد اکرم

صُوبائی وزیر اوقاف، پنجاب

''وہ کون سا علم تھا، جس پر، انھیں، دسترس، حاصل نہ تھی؟
علمِ تفسیر، علمِ حدیث، علمِ فقہ، علمِ ہندسہ، علمِ سائنس، علمِ فلسفہ، علمِ کیمیا
غرض! انھیں، ہر قسم کے دینی ودنیاوی علوم اور ادب وشاعری میں مکمل مہارت، حاصل تھی۔
(ص ۴۷۔ ماہنامہ ''حجاز جدید'' دہلی۔ نومبر ۱۹۹۱ء)

مقبول جہانگیر

لندن، برطانیہ

''اعلیٰ حضرت، جامعِ کمالات بزرگ تھے۔
جس موضوع پر قلم اٹھایا، اپنی انفرادیت کا سِکّہ، ثَبت فرمادیا۔
ان کی اصل دولت، حُبِّ رسول تھی۔ اس پاک جذبے سے، ان کی روح، سرشار رہی۔

اعلیٰ حضرت کی شاعرانہ حیثیت بھی اتنی ہی دقیع اور عظیم ہے، جتنی ان کی دوسری حیثیتیں۔"

(ص ۱۲۔ **اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی**۔ از مقبول جہانگیر۔ مطبوعہ: انگلینڈ)

ڈاکٹر سید، وحید اشرف، کچھوچھوی

ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی، بڑودہ یونیورسٹی

"دنیائے اسلام میں ایسی شخصیتوں کی کمی نہیں
جنھوں نے اپنے علم و عقل اور بصیرت سے ساری دنیا کو مستفیض اور مستنیر کیا ہے۔
ابنِ سینا، عمر خیام، امام رازی، امام غزالی، اَلبیرونی، فارابی، ابنِ رشد، وغیرہ
وہ شخصیتیں ہیں، جن کے علمی کارناموں پر، رہتی دنیا تک، فخر کیا جائے گا۔
ان میں کوئی فلسفہ وحکمت کا امام ہے، کوئی ریاضی و ہیئت کا۔
کوئی فلسفۂ اخلاق کا اور کوئی فلسفۂ یونان کا۔
لیکن، ان سب سے زیادہ حیرت انگیز شخصیت، ہندوستان میں پیدا ہوئی۔
اور موجودہ صدی میں اس نے اس دنیا کو اَلوداع کہا۔
مولانا احمد رضا کی شخصیت ایسی پہلودار اور جامعِ علوم ہے کہ:
آپ کے کسی ایک پہلو پر، سیر حاصل بحث کے لئے
اس فن کا ماہر ہی، اس سے، عہدہ برآ ہوسکتا ہے۔"

(ص ۴۵۵۔ **امام احمد رضا نمبر**۔ ماہنامہ، المیزان۔ بمبئی، ۱۹۷۶ء)

ڈاکٹر نسیم قریشی

مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

"کتنی عظیم سعادت آئی ہے حضرتِ رضاؔ کے حصے میں کہ:
وہ مقبولینِ بارگاہِ الٰہی اور نظر کردگانِ رسالت پناہی کے
محبوب زُمرہ میں ایک مقامِ خاص رکھتے ہیں۔
ایسا بلند مقام کہ انھیں "**حسّانُ الہند**" کے مبارک لقب سے یاد کیے بغیر
اُن کے بے پناہ جذبۂ عشقِ رسول، ان کی وجد آفریں نعت گوئی کے ساتھ
انصاف ہو ہی نہیں سکتا۔
محمدی لوائے عظمت اَبد کی چوٹیوں پر، سرمدی شان سے لہرا رہا ہے۔

اوراس کے مقدس سائے میں حضرتِ رضا بریلوی، جاوداں کامرانیوں سے
سرفراز وشاد کام ہورہے ہیں۔
یہ اُس کی دین ہے، جسے پروردگار دے۔'' (ص ۲۵۹۔ **امام احمد رضا نمبر**، ماہنامہ المیزان، بمبئی ۱۹۷۶ء)

مَلک زادہ منظور احمد

ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی، لکھنؤ یونیورسٹی

مجدِّدِ اسلام، حضرت مولانا احمد رضا خاں
اگر ایک طرف، تبحرِ علمی، زُہد وتقویٰ اور رُوحانی تصرُّفات کے معیاری نمونہ تھے
تو دوسری طرف، رسولِ اکرم سے آپ کی بے پناہ محبت وعقیدت بھی مثالی تھی۔
انھوں نے، اپنی علمی اور دینی صلاحیتوں سے مسلمانوں میں
جو ذہنی انقلاب پیدا کیا، اُس کی شہادت، ہماری پوری صدی، دے رہی ہے۔
تاریخِ اسلام، قرآنی رُموز ونِکات، حدیث اور اسماءُ الرِّجال پر
ان کی جتنی گہری نگاہ تھی، اُس کے معترف ومدّاح
ہندوستان ہی کے نہیں، بلکہ تمام عالَمِ اسلام کے عُلماے کرام ہیں۔
اسی کے ساتھ، شعرگوئی کا، جو ملکہ، انھیں، حاصل تھا، اس کی غمازی ''حدائقِ بخشش'' میں شامل
وہ نعتیں اور منقبتیں کرتی ہیں، جو آج بھی، گھر گھر پڑھی جاتی ہیں۔
ان نعتوں میں والہانہ ربودگی اور وفورِ جذبات کے ساتھ، ضبط واِنقیاد کے وہ عناصر بھی
پائے جاتے ہیں، جو تزکیۂ نفس اور تالیفِ قلب، دونوں میں مُمد ومعاون، ثابت ہوتے ہیں۔''
(ص ۴۷۹۔ **امام احمد رضا نمبر**۔ ماہنامہ المیزان، بمبئی۔ ۱۹۷۶ء)

ملک شیر محمد خاں، اَعوان

آف کالاباغ، پاکستان

مولانا احمد رضا خاں کی نعتوں میں جذبۂ دل کی بے ساختگی، الفاظ کی برجستگی
اور خیال کی رعنائی پائی جاتی ہے۔ ان کے کلام میں تکلُّف، یا۔ تصنُّع کا شائبہ بھی، نظر نہیں آتا۔
ان کا تمام نعتیہ کلام، بے ساختگی اور آمد کا آئینہ دار ہے۔
ان کا نعتیہ کلام پڑھ کر، یہ محسوس ہوتا ہے کہ:
ان کا دل، محبتِ رسول کا بحرِ عمیق ہے جس سے نعتیہ مضامین، موجوں کی طرح اُبھرتے ہیں

اور ہر موج، اپنے زور سے لہراتی ہوئی ایک موزوں قافیے کے ساحل تک پہونچ جاتی ہے۔''

(ص ۱۷۔ مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری۔ مرکزی مجلس رضا، لاہور)

پروفیسر، مرزا محمد منور

حق یہ ہے کہ حضرت مولانا احمد رضا خاں، بریلوی بھی، صوفیاے سَلف کی طرح
عالم و فاضل ہونے کے ساتھ، صاحبِ وِجدان بزرگ تھے۔
لٰہذا، بے خوفی کی ساتھ، اِعلاے کلمۃُ الحق کرتے رہے۔
اس راہ میں نثر کو بھی ہتھیار بنایا اور نظم کو بھی۔
اور یہ تو ظاہر ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ سے دیوانہ وار محبت کے بغیر
ہمارا دین، سفینۂ بے لنگر ہو کر رہ جاتا ہے۔
اور یہ نعمتِ عشقِ رسول (ﷺ) حضرت بریلوی کو، یقیناً، حاصل تھی۔''

(ص ۱۰۵۔ خیابانِ رضا۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۸۲ء)

مولانا اشرف علی، تھانوی

''حضرت مولانا اشرف علی، تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ:
اگر، مجھ کو، مولوی احمد رضا خاں، بریلوی کے پیچھے، نماز پڑھنے کا موقع ملتا
تو میں پڑھ لیتا۔(اُسوۂ اکابر)

''حضرت والا، اشرف علی، تھانوی کا مذاق، باوجود اِحتیاط فی المسلک کے
اِس قدر وسیع اور حُسنِ ظن لیے ہوئے ہے کہ:
مولوی احمد رضا خاں صاحب، بریلوی کے بھی، بُرا بھلا کہنے والوں کے جواب میں
دیر تک، حمایت فرمایا کرتے ہیں اور شد و مد کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ:
ان کی مخالفت کا سبب، واقعی حُبِّ رسول ہی ہو، اور وہ غلط فہمی سے ہم لوگوں کو
نَعُوْذُ بِاللّٰہِ، حضور ﷺ کی شان میں گستاخ سمجھتے ہوں۔(ص ۱۲۹۔اشرفُ السَّوانح، ج ۱)

مولانا خلیل الرحمٰن بن مولانا احمد علی، محدِّث سہارنپوری

۱۳۰۳ھ میں، مدرسۃُ الحدیث، پیلی بھیت کے تاسیسی جلسہ میں
عُلماے سہارنپور، لاہور، کانپور، جونپور، رامپور اور بدایوں کی موجودگی میں
(حضرت مولانا وصی احمد) محدِّث سُورتی کی خواہش پر، اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا) نے
علم الحدیث پر، متواتر، تین گھنٹوں تک، پُر مغز و مدلَّل کلام فرمایا۔
جلسہ میں موجود عُلماے کرام نے، ان کی تقریر کو، اِستعجاب کے ساتھ سُنا اور کافی تحسین کی۔
مولانا خلیل الرحمٰن بن مولانا احمد علی، سہارنپوری نے تقریر ختم ہونے پر
بے ساختہ اٹھ کر، اعلیٰ حضرت کی دست بوسی کی اور فرمایا:
''اگر، اس وقت، والدِ ماجد ہوتے، تو وہ آپ کے تبحرِ علمی کی، دل کھول کر داد دیتے۔

اور انھیں کو، اس کا حق بھی تھا۔"

محدِّث سُورتی اور مولانا محمد علی، مونگیری نے بھی، اس کی تائید فرمائی۔"

(مقالہ بقلم: مولانا محمود احمد، قادری، رفاقتی، مؤلِّف "تذکرۂ عُلماے اہلِ سنّت"۔ مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور۔ ۷۷ ۱۹ء)

مولانا عبدالباقی

بلوچستان

"واقعی، اعلیٰ حضرت مفتی صاحب قبلہ، اسی منصب کے مالک ہیں۔
مگر، بعض حاسدوں نے آپ کا صحیح حُلیہ اور علمی تبحر، طاقِ نسیاں میں رکھ کر
آپ کے بارے میں غلط اَوہام پھیلا دیا ہے۔
جس کو، نا آشنا قسم کے لوگ، سُن کر صَیدِ وحشی کی طرح، متنفر ہو جاتے ہیں۔
اور ایک مجاہد عالمِ دین، مجدّدِ وقت ہستی کے بارے میں گستاخیاں کرنے لگ جاتے ہیں۔
حالاں کہ علمیت میں، وہ، ایسے بزرگوں کے عُشرِ عَشیر بھی، نہیں ہوں گے۔"

(مکتوب، محرَّرہ ۲۲ نومبر ۱۹۷۱ء۔ از کوئٹہ، بنام پروفیسر مسعود احمد۔ ص ۱۷ "**فاضلِ بریلوی عُلماے حجاز کی نظر میں**" طبعِ سوم ۱۹۷۶ء۔ مطبوعہ: لاہور)

شیخُ المعقولات، محمد شریف، کشمیری

صدر مدرس مدرسہ خیرالمَدارس، مُلتان

(مفتی غلام سرور، ایم۔ اے۔ اسلامک لا، بھاولپور یونیورسٹی سے ایک علمی مباحثہ کے بعد
ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "تمہارے بریلویوں کے بس ایک ہی عالم ہوئے ہیں۔
اور وہ ہیں: مولانا احمد رضا خاں۔
اُن جیسا عالم، میں نے بریلویوں میں نہ دیکھا ہے اور نہ سُنا ہے۔
وہ اپنی مثال آپ تھا، اس کی تحقیقات، عُلما کو، دنگ کر دیتی ہیں۔"

(ص ۸۲۔ "**اَلشّاہ احمد رضا**" از مولانا غلام سرور قادری، ایم۔ اے۔ بھاولپور یونیورسٹی)

مولانا نظام الدین، احمد پوری

(یہ صاحب، معاصِر وہم مسلک عُلماے دیوبند میں سے کسی کو بھی اپنا ہم پلّہ نہ سمجھتے تھے)

"مولانا سراج احمد صاحب نے، اعلیٰ حضرت کے رسالہ

"اَلْفَضْلُ الْمَوْهِبِی فِی مَعْنیٰ اِذَا صَحَّ الْحَدِیثُ فَهُوَ مَذْهَبِی" کے
چند ابتدائی اوراق، منازلِ حدیث کے، انھیں سنائے، تو، وہ کہنے لگے:

"یہ سب، منازلِ فہم، مولانا کو حاصل تھے۔

افسوس کہ میں ان کے زمانہ میں رہ کر، ان سے بے خبر و بے فیض رہا۔"

پھر، فقہ کے چند مسائل کے جوابات، رسالہ رضویہ سے سُنائے، تو کہنے لگے:

"علاّمہ شامی اور صاحبِ فتح القدیر، مولانا کے شاگرد ہیں۔

یہ تو، امامِ اعظمِ ثانی، معلوم ہوتا ہے۔"

(سوانحِ سراج الفقہا۔ مرکزی مجلس رضا، لاہور۔ ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء)

مولانا ابوالاعلیٰ، مودودی

لاھور

"مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا، میرے دل میں، بڑا احترام ہے۔

فی الواقع، وہ، علومِ دینی پر، بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔

اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف، اُن لوگوں کو بھی ہے، جو، ان سے اِختلاف رکھتے ہیں۔"

(ص ۴۰۔ **مقالاتِ یومِ رضا**، حصہ دوم۔ مطبوعہ: لاہور)

میری نگاہ میں مولانا احمد رضا خاں، مرحوم و مغفور، دینی علم و بصیرت کے حامل
اور مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ کے قابلِ احترام مقتدا تھے۔
اگر چہ، اُن کے بعض فتاویٰ و آرا سے مجھے اختلاف ہے
لیکن، میں اُن کی دینی خدمات کا معترف ہوں۔"

(ص ۱۱۶۔ **امام احمد رضا نمبر۔ ماہنامہ المیزان**، بمبئی ۱۹۷۶ء۔ مکتوب بنام مولانا سید محمد جیلانی اشرف، کچھوچھوی)

مَلِک غلام علی، نائبِ مولانا مودُودی

"حقیقت، یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں

اب تک، ہم لوگ، سخت غلط فہمی میں مُبتلا رہے ہیں۔

ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد، اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ:

جو علمی گہرائی، میں نے، ان کے یہاں پائی، وہ، بہت کم عُلما میں پائی جاتی ہے۔''

(ہفت روزہ، شہاب، لاہور۔ ۲۰ر نومبر ۶۲ء)

مولانا کوثر نیازی

مرکزی وزیرِاطلاعات و نشریات، حکومتِ پاکستان

''بریلی میں ایک شخص پیدا ہوا، جو نعت گوئی کا امام تھا اور ''احمد رضا خاں بریلوی'' جس کا نام تھا۔ ان سے ممکن ہے، بعض پہلوؤں میں لوگوں کو اختلاف ہو۔ عقیدوں میں اختلاف ہو۔
لیکن، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عشقِ رسول، ان کی نعتوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔''

(ص ۲۹۔ تقریبِ اشاعت ''**ارمغانِ نعت**'' کراچی۔ ۱۹۷۵ء)

''اندازِ بیان'' میں، رقم طراز ہیں:

''ان کی امتیازی خصوصیت، ان کا عشقِ رسول ہے، جس میں وہ، سرتاپا، ڈوبے ہوئے ہیں۔
چنانچہ، ان کا نعتیہ کلام بھی، سوز و گداز کی کیفیتوں کا آئینہ دار ہے۔
اور مذہبی تقریبات میں بڑے ذوق و شوق اور احترام سے پڑھا جاتا ہے۔''

(**اندازِ بیان**۔ ص ۸۹۔ ۹۰۔ بحوالہ ''**عاشقِ رسول**'' ص ۱۹ از پروفیسر مسعود احمد۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور)

حکیم، عبدالحئ، رائے بریلوی

سابق ناظمِ دارالعلوم، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

''ولادت، دوشنبہ ۱۰ر شوال ۱۲۷۲ھ۔ بریلی۔ اپنے والد سے علم، حاصل کیا۔
اور ایک مدت تک ان سے استفادہ کرتے رہے۔ حتیٰ کہ علم میں مہارت، حاصل کر لی۔
اور بہت سے فنون، بِالخصوص، فقہ و اصول میں اپنے ہم عصروں پر، فائق ہو گئے۔
تحصیلِ علم سے ۱۲۸۶ھ میں فارغ ہوئے۔''

(ترجمہ ۳۸۔ جلدِ ثامن۔ نُزُهَةُ الْخَوَاطِر۔ مطبوعہ: دائرۃُ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد۔ ۱۹۷۰ء)

شاہ معین الدین احمد، ندوی

دارُالمُصَنِّفین، اعظم گڑھ

''مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم، صاحبِ علم و نظر عُلمائے مصنّفین میں تھے۔
دینی علوم، خصوصاً، فقہ و حدیث پر، ان کی گہری نظر تھی۔
مولانا نے جس، دِقَّتِ نظر اور تحقیق کے ساتھ، عُلما کے استفسارات کے جوابات، تحریر فرمائے

ہیں، اس سے، ان کی جامعیت، علمی بصیرت، قرآنی اِستحضار، ذہانت اور طبّاعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔

ان کے عالمانہ و محققانہ فتاویٰ، مخالف و موافق، ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہیں۔''

(ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ، یوپی۔ ستمبر ۱۹۶۹ء)

مولانا ابوالحسن علی الحسنی الندوی

ناظمِ دارالعلوم ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ

(موصوف نے مدح و مذمّت پر مشتمل بہت سے جملے لکھے ہیں۔ یہاں، انھیں عبارتوں کا ترجمہ، پیش کیا جاتا ہے، جن میں، امام احمد رضا کی فضیلت و برتری کا اعتراف کیا گیا ہے۔ مصباحی)

''چودہ برس کی عمر میں تحصیلِ علم سے فارغ ہوئے۔ حج و زیارت کا سفر کیا۔ جس میں سید احمد زَینی دَحلان شافعی مکّی، شیخ عبدالرحمٰن سراج، مفتیِ حنفیہ مکہ مکرمہ، شیخ حُسین بن صالح جُملُ اللّیل سے سندِ حدیث، حاصل کی۔

عُلماے حجاز سے بعض فقہی و کلامی مسائل میں مذاکرہ و تبادلۂ خیالات کیا۔

حرمین کے دَورانِ قیام، انھوں نے بعض رسائل لکھے اور عُلماے حرمین کی طرف سے آئے ہوئے، بعض سوالات کے جوابات دیے۔ وہ حضرات، آپ کے وفورِ علم، فقہی متون اور اختلافی مسائل پر، دِقّتِ نظر و وُسعتِ معلومات و سُرعتِ تحریر اور ذکاوتِ طبع سے حیران رہ گئے۔

پھر، وہ، ہندوستان واپس ہو کر، رونقِ مسندِ اِفتا ہوئے۔

اور اپنے مخالفوں کے جواب میں بہت سا کام کیا۔

انھیں، سید آلِ رسول، احمدی، مارہروی سے بیعت و خلافت، حاصل تھی۔

وہ، حُرمتِ سجدۂ تعظیمی کے قائل تھے۔ اس موضوع پر انھوں نے ایک کتاب، بنام ''اَلزُّبْدَۃُ الزَّکِیَّۃ لِتَحْرِیْمِ سُجُوْدِ التَّحِیَّۃ'' تصنیف کیا۔

یہ کتاب اپنی جامعیت کے ساتھ، آپ کے وفورِ علم اور قوتِ اِستدلال کی واضح نشان دہی کرتی ہے۔

آپ، نہایت کثیر المطالعہ، وسیع المعلومات اور متبحر عالم تھے۔

رواں دواں قلم کے مالک اور تصنیف و تالیف میں جامع فکر کے حامل تھے۔

آپ کی تالیفات و رسائل کی تعداد، بعض سوانح نگاروں کی روایت کے مطابق

پانچ سو (۵۰۰) سے زیادہ ہے۔

جن میں، سب سے بڑی کتاب ''**فتاویٰ رضویہ**'' کئی ضخیم جلدوں میں ہے۔

فقہِ حنفی اور اس کی جُزئیات پر **معلومات** کی حیثیت سے اس زمانہ میں آپ کی نظیر، نہیں ملتی۔

آپ کے فتاویٰ اور کِفْلُ الْفَقِیْهِ الْفَاهِم فِی اَحْکَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم

اس پر، شاہدِ عدل ہیں۔

علومِ ریاضی، ہیئت، نجوم، توقیت، رمل، جفر میں آپ کو، مہارتِ تامّہ، حاصل تھی۔''

(ص ۴۱۔ جلدِ ثانی۔ نُزْهَةُ الْخَوَاطِر۔ مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد۔ ۱۹۷۰ء)

گنج مُرادآباد

(ضلع اُنَّاؤ،اتر پردیش)

حضرت مولانا ظفر الدین، قادری، رضوی ،عظیم آبادی (متوفی ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) تحریرفرماتے ہیں:

''مدَّاحُ الحبیب،مولوی جمیل الرحمٰن خاں صاحب،بریلوی نے''دربارِفضائل''میں ذکرکیا کہ:

۱۲۹۲ھ ماہِ مبارک ،رمضان شریف میں کہ اعلیٰ حضرت کی عمرشریف،اِکیس (۲۱) سال کی تھی،حضرت مولاناشاہ فضلِ رحمٰن صاحب(گنج مرادآبادی) سے ملنے تشریف لے گئے۔

ایک جگہ،قیام فرماکر اپنے دوہمراہیوں کو حضرت کی خدمت میں بھیجااورتاکیدفرمائی کہ صرف اتناکہنا:ایک شخص،بریلی سے آیاہے۔حضور سے ملناچاہتاہے۔''

انھوں نے جاکرکہا۔حضرت مولانا رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے فرمایا:

وہ یہاں کیوں آئے ہیں۔ان کے دادا،اتنے بڑے عالم،ان کے والد،اتنے بڑے عالم اور،وہ خود،عالم،فقیر کے پاس کیا،دَھراہے؟

بعدِ ملاقات،اعلیٰ حضرت نے مجلسِ میلادشریف کے متعلق حضرت مولانا رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ سے اِستفتا کیا۔

ارشادفرمایا:تم،عالم ہو۔پہلے،تم بتاؤ۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا:میں مستحب جانتاہوں۔

فرمایا:اب لوگ اسے بدعتِ حَسنہ کہتے ہیں اورمیں سنّت جانتاہوں۔

صحابہ،جو،جہادکوجاتے تھے،توکیاکہتے تھے؟

یہی ناکہ مکہ میں نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پیداہوئے ہیں۔اللّٰہ تعالیٰ نے ان پرقرآن اُتاراہے۔انھوں نے یہ معجزے دکھائے۔اللّٰہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضائل دیے۔

اورمجلسِ میلادمیں کیاہوتاہے؟یہی بیان ہوتے ہیں،جوصحابہ،اُس مجمع میں بیان کرتے تھے۔

فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڑوا (لڈو) بانٹتے ہو اور صحابہ اپنا موڑ (سر) بانٹتے تھے۔

حضرت مولانا رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے اعلیٰ حضرت کو بکمالِ شفقت و محبت، تین دن تک مہمان رکھا۔ ۲۹/ماہِ مبارک (رمضان ۱۲۹۲ھ) کو رخصت کیا۔ جب عید سر پر آ گئی۔

وقتِ رخصت، فرشِ مسجد کے کنارے تک تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت مُدَّ ظِلُّہٗ نے درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ فرمایا: تکفیر میں جلدی نہ کرنا۔

اعلیٰ حضرت مُدَّ ظِلُّہٗ نے دل میں خیال کیا کہ:

میں تو اس کو کافر کہتا ہوں جو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔

یہ خیال آتے ہی، مَعاً، مولانا رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے فرمایا:

ہاں! جو کوئی، ادنیٰ حرف، گستاخی کا، شانِ اقدس میں بکے، ضرور کافر کہنا۔ بے شک، کافر ہے۔

پھر، اعلیٰ حضرت سے فرمایا: ہمارا جی چاہتا ہے کہ اپنے موڑ (سر) کی ٹُپیا (ٹوپی) تمھارے موڑ پر، دَھر دیں اور تمھارے موڑ (سر) کی ٹُپیا (ٹوپی) اپنے موڑ پر رکھ لیں۔

اعلیٰ حضرت نے براہِ ادب، سر جھکا دیا۔ مولانا رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے اعلیٰ حضرت کی کلاہِ مبارک اپنے سر پر رکھ لی اور اپنی کلاہِ مقدس، اعلیٰ حضرت کے سرِ مبارک پر رکھ دی۔

جو بطورِ تبرک، اب تک، محفوظ ہے۔''

(ص ۲۶۲ تا ۲۶۴۔ **حیاتِ اعلیٰ حضرت**، حصہ سوم۔ مطبوعہ: رضا اکیڈمی، ممبئی)

''فاضلِ بریلوی، مولانا شاہ احمد رضا، شیخُ المحدِّثین، حضرت مولانا وصی احمد، محدِّث سورتی کی رفاقت میں، گنج مراد آباد، حضرت شاہ فضلِ رحمٰن عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان کی ملاقات کو پہنچے۔

حضرت نے مولانا بریلوی کا قصبہ سے باہر نکل کر استقبال کیا۔

اپنے مخصوص حُجرے میں مہمان ٹھہرایا اور عصر کے بعد کی صحبت میں

آپ کے بارے میں حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''مجھے، آپ میں، نور ہی نور، نظر آتا ہے۔''

اس کے بعد اپنی ٹوپی اُڑھا دی اور ان کی خود اوڑھ لی۔''

(ص ۲۰۸۔ **تذکرۂ عُلمائے اہلِ سنّت**۔ از محمود احمد، قادری، رفاقتی۔ مطبوعہ کان پور۔ ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۱ء)

رفیعُ المکان، حاجی مولوی احمد رضا خاں، زَادَ اللّٰہُ قَدْرُہٗ .... اَلسَّلامُ عَلَیْکُم

آپ کی تحریر، در بابِ ندوہ، بنام، حکیم عظمت حسین صاحب پہنچی۔
حکیم صاحب آپ کی لیاقت وذہانت کے قائل ہوئے اور آپ کی مدح کی۔
عجب نہیں کہ حکیم صاحب، خود بھی آپ کی خدمت میں کوئی خط لکھیں۔
آپ کے اِرسالِ تحریر سے بہت محظوظ ہوئے۔ وَالسَّلام۔

(ص ٦۔ ایضاً۔ از حضرت شاہ احمد میاں صاحب، جانشینِ حضرت مولانا فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی۔ ۱۲ر شوال)

اجمیرِ مقدس

''بیشک! حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب، بریلوی رَحْمَۃُ اللّٰہ عَلَیْہِ کی ذاتِ ستودہ صفات کا شمار، چودھویں صدی کے اکابر عُلما و مبلغین میں ہوتا ہے۔''

(ص ۱۸۔ امام احمد رضا نمبر۔ ماہنامہ المیزان، بمبئی ۱۹۷٦ء۔ از زینُ العابدین علی، درگاہِ معلیٰ۔ اجمیر مقدس)

پاکپٹن شریف (پنجاب)

''حضرت مولانا احمد رضا، قادری، بریلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ آقائے نامدار حضور نبیِ کریم شفیع المذنبین، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم کے عاشقِ صادق اور عالمِ متبحر تھے۔
انھوں نے دَورِ اِنحطاط واِلحاد میں اہلِ سنَّت وجماعت کی بروقت رہنمائی وقیادت فرمائی۔
اور آج بھی ان کی تعلیمات، عُلماے کرام کے لئے مَشْعلِ راہ ہیں۔
اوران کی تحریریں، اہلِ باطل کے غلط نظریات ومعتقدات کے لئے تریاقِ اکبر کا اثر رکھتی ہیں۔
لِھٰذا، حضرت فاضلِ بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی تعلیمات ونظریات کی اشاعت وقت کی اہم ترین دینی ضرورت ہے۔''

(ص ۱۴۔ ''پیغاماتِ یومِ رضا''، طبعِ دوم، لاہور۔ از حضرت دیوان غلام قطب الدین، سجادہ نشیں پاکپٹن شریف ۱۔۳۔۱۹۷۱ء)

درگاہ حضرت نظام الدین اولیا، نئی دہلی

> امام احمد رضا، بریلوی سے متعلق، خواجہ حسن، نظامی کے تأثرات
> امام احمد رضا کی زندگی ہی میں، ہفت روزہ خطیب (دہلی) کے شمارہ مؤرخہ ۲۲ر مارچ ۱۹۱۵ء۔ (ص ۳ ۱۷۔ ۱۷۴، ج ۱، ش ۱۱) میں، شائع ہوئے۔

''بریلی کے مولانا احمد رضا خاں صاحب، جن کو، ان کے معتقد، مجددِ دِمائۃ حاضرہ کہتے ہیں

درحقیقت، طبقۂ صُوفیاے کرام میں، بہ اعتبارِ علمی حیثیت کے، منصبِ مجدِّد کے مستحق ہیں۔

انھوں نے، ان مسائلِ اختلافی پر معرکے کی کتابیں لکھی ہیں

جو سالہا سال سے فرقۂ وہابیہ کے زیرِ تحریر و تقریر تھیں۔

اور جن کے جوابات، گروہِ صوفیہ کی طرف سے کافی و شافی، نہیں دیے گئے تھے۔

ان کی تصنیفات و تالیفات کی ایک خاص شان اور خاص وضع ہے۔

یہ کتابیں، بہت زیادہ تعداد میں ہیں اور ایسی مُدلّل ہیں، جن کو دیکھ کر

لکھنے والے کے تبحرِ علمی کا، جیّد سے جیّد مخالف کو، اِقرار کرنا پڑتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب، جو کہتے ہیں، وہی کرتے ہیں۔

اور یہ ایک ایسی خصلت ہے، جس کی ہم سب کو، پیروی کرنی چاہیے۔

ان کے مخالف، اعتراض کرتے ہیں کہ:

مولانا کی تحریروں میں سختی، بہت ہے۔ اور بہت جلد، دوسروں پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔

مگر، شاید، ان لوگوں نے مولانا اسماعیل شہید اور ان کے حواریوں کی

دل آزار کتابیں، نہیں پڑھیں، جن کو سالہا سال تک، صوفیاے کرام، برداشت کرتے رہے۔

ان کتابوں میں جیسی سخت کلامی برتی گئی ہے، اس کے مقابلہ میں، جہاں تک میرا خیال ہے

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے، اب تک بہت کم لکھا ہے۔

جماعتِ صوفیہ، علمی حیثیت سے

مولانا کو اپنا بہادر صف شکن سیف اللہ سمجھتی ہے۔

اور انصاف یہ ہے کہ بالکل جائز سمجھتی ہے۔

جس طرح، دیو بند کے تذکرے میں، مَیں نے قومی کارناموں کا ذکر کیا ہے

اس موقع پر بھی نہایت فخر سے حضرت مولانا بریلوی کی اُس خدمتِ قومی کا اظہار کرنا چاہتا ہوں

جو انھوں نے، جنگِ بلقان، طرابلس اور کانپور میں کی۔

میرے نزدیک، مولانا صاحب کی جرأت و دلیری

عُلماے دیو بند، فرنگی محل اور تمام لیڈران گرم سرد سے بڑھ کر ہے۔

انھوں نے، جو کام کیا، وہ، ایک سے بھی، نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہو سکا۔

اور، وہ، ان کے بے باکانہ فتاویٰ ہیں۔
جو، ان مواقع پر، انھوں نے لکھے اور باطل کے مقابلے میں حق کی حمایت کی۔"

(خواجہ حسن نظامی۔ درگاہِ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا۔ نئی دہلی۔
ہفت روزہ "خطیب" دہلی۔ شمارہ مارچ ۱۹۱۵ء)

"مولانا احمد رضا خاں صاحب، ہندوستان کی برگزیدہ شخصیت تھے۔
ان کی ذات، مجمعُ الصِّفات تھی۔ مختلف علوم کے ماہر ہونے کے ساتھ
وہ، ایک شاعرِ بے بدل، بلند پایہ ادیب، مفسرِ قرآن اور محدِّثِ اعظم تھے۔
انھوں نے، بے شمار خلق اللہ کو، نیکی کے راستہ پر، گامزن کیا۔
ان کی عالمانہ شخصیت اور بے مثال خدمات کا اعتراف، ہندوستان کی اعلیٰ شخصیات نے کیا ہے۔"

(ص ۲۱۔ **امام احمد رضا نمبر**۔ ماہنامہ المیزان، بمبئی ۱۹۷۶ء۔ **از سید پیر ضامن نظامی**، درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء، نئی دہلی)

سیال شریف

ضلع سرگودھا، پنجاب

"میں، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی خاکِ پا کے برابر بھی نہیں۔
کیوں کہ فقیر کے عقیدے میں مذہب کی بنیاد، عشقِ رسول پر ہے۔
اور عشقِ رسول کی بنیاد، ادب پر ہے۔ **مولانا بریلوی کو، ذاتِ رسول سے بے پناہ عشق تھا۔**

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
وگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

(از **حضرت خواجہ قمر الدین، سیالوی**۔ ص ۱۰۳۔ مرأۃُ العاشقین۔ اردو۔ مطبوعہ اسلامک فاؤنڈیشن۔ لاہور ۱۹۷۷ء)

کراچی

"فاضلِ جلیل، عالمِ نبیل، جامعِ علومِ عقلیہ ونقلیہ، حامیِ سنّتِ سید المرسلین
قامعِ اَساسِ مُبتدعین، حضرت الحاج سیدنا ومولانا احمد رضا خاں
صدق وصفا اور زہد وورع میں نمونۂ سلف تھے۔
ان کی پاک زندگی، اِحقاقِ حق و اِبطالِ عقائدِ باطلہ میں گذری۔

ان کے دعویٰ کی کوئی تردید نہ کرسکا اور رد کا جواب، نہ دے سکا۔

وہ، اس دَور کے صاحبِ بحرالرائق تھے۔

انگریزی میں جینیس اور اصطلاحِ فقہا میں اگر، فقیہِ نفس کے لقب سے ملقّب کیا جائے

تو، یہ ان کے شانِ والاشان میں مبالغہ نہ ہوگا، اظہارِ حقیقت ہوگا۔

رہی ان کی حقیقت، یہ ان کی عقیدت کی پختگی اور شدت پر مبنی تھی۔ وہ فنافی عشقِ رسولِ

کریم تھے۔ اپنے محبوب کی شان میں ادنیٰ گستاخی بھی، برداشت نہ کرسکتے تھے۔

اگر، اُن کے عشق کے سمندر کا ایک قطرہ بھی، ہمیں، میسر ہوتا

تو، ہم اُسے عین حقیقت اور الفت ومُودّت کہتے۔ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ وَبَرَّ مَضْجعِہٖ'' (آمین)

(حضرت مولانا مفتی سید حامد جلالی، دہلوی، کراچی۔ محرَّرہ ۱۹۷۱ء۔ طبعِ چہارم ''فاضلِ بریلوی اور ترکِ موالات''
از پروفیسر مسعود احمد۔ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ۔ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور)

کچھوچھہ مقدسہ (فیض آباد۔ اترپردیش)

سرزمینِ بریلی پر، ایک حق گو، حق پرست اور حق شناس ہستی تھی۔

جس نے، بلا خوفِ لَومَۃِ لائم، اعلانِ حق کے لئے میدانِ جہاد میں قدم رکھا۔

اور قوم کے تفرقوں سے بے پرواہوکر، اپنی شانِ امامت وتجدید کو عرب وعجم پر، روشن کردیا۔

جس کی عظمت کے سامنے، اَعدائے دیں کے کلیجے، تھرّاتے رہتے ہیں۔

میرا، اِشارہ، اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت، مجدِّدِ مِائَۃِ حاضرہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کی طرف ہے۔

جن کے فراق نے، میرے بازؤں کو کمزور کردیا اور مسلمانوں کو جن کی وفات نے، بےکس کردیا۔''

(ص ٦۔ ماہنامہ ''اشرفی'' کچھوچھہ شریف۔ شمارہ شوال ۱۳۴۲ھ۔

تأثرات: از حضرت سید شاہ، علی حسین، اشرفی کچھوچھوی۔ وصال ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء)

''آپ (حضرت سید شاہ علی حسین، اشرفی میاں، کچھوچھوی) وضو فرما رہے تھے کہ:

یکبارگی، رونے لگے۔ یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی کہ: کیا، کیڑے نے کاٹ لیا۔

میں آگے بڑھا—— تو فرمایا—— بیٹا—— میں، فرشتوں کے کاندھوں پر

قطب الارشاد کا جنازہ دیکھ کر، رو پڑا ہوں——

چند گھنٹے کے بعد، بریلی کا تار ملا، تو ہمارے گھر میں کہرام پڑ گیا۔''

(خطبۂ صدارت یومِ رضا۔ ۱۳۷۹ھ درناگپور۔ ص ۵۷۔ ماہنامہ "تجلیات" ۱۹۶۶ء۔ ناگپور۔
ازمحدّثِ اعظم، سید محمد، اشرفی، کچھوچھوی)

پُھلواری شریف — پٹنہ، بہار

"بِلا شبہ، وہ (امام احمد رضا) ایک محقق، فاضل، شاعر وادیب تھے۔
بہت سے مسائل کی تحقیق، فاضلانہ انداز میں کی ہے اور شعر وادب کے میدان میں
صفِ اول میں شمار کیے جانے کے قابل ہیں۔
اور نعت گوئی میں ان کا مخصوص رنگ ہے، جس سے ذاتِ اقدسِ نبوی سے
ان کی عقیدت ومحبت وشغف کا ثبوت ملتا ہے۔"

(ص ۲۲۔ **امام احمد رضا نمبر**۔ ماہنامہ المیزان۔ بمبئی۔ از **شاہ عون احمد قادری**، خانقاہِ مجیبیہ، پُھلواری شریف، پٹنہ)

پیلی بھیت — (روھیل کھنڈ)

"اِمامُ الدَّھر، ھُمامُ العصر، بحرالعلوم، ھُمامُ الفُقَھاء وَ الُمُحَدِّثین، امامُ المتکلِّمین
خَیراللَّحقه بِالُمهرةِ السابقین، سیدُالعلماء وَ سندالفضلاء ،نَاصِرُ السُّنَّةوقامعَ البدعةِ
مُجَدِّ دُ دَهُرنا و مُمَجِّد عصرنا ،مولانا وَبِالفضلِ اَولانا، مولوی احمدرضا خاں صاحب
عَمَّتُ فُیوضَاتهم اَهُلَ الُمَشَارِقِ وَالُمَغَارِب۔"

(حضرت مولانا **وصی احمد، محدّث سُورتی**، تلمیذ مولانا احمد علی، محدّث سہارنپوری۔
مکتوباتِ علما وکلامِ اہلِ صفا (۱۳۱۴ھ) مطبع اہلِ سنّت، بریلی)

دربارِ غوثیہ — (کوئٹہ)

"مولانا احمد رضا خاں، قادری، بریلوی، رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
عاشقِ رسول ﷺ اور عاشقِ حضرت غوث الاعظم رَضِیَ اللّٰہِ عَنْہُ
عابد ومتقی، عالمِ موَحّد اور خادمِ سادات تھے۔
انھوں نے، اسلام کے لئے بے حد خدمات انجام دیں۔ ان کا مدرسہ، بابرکت ہے۔
خود، مولانا مغفور اور ان کے شاگردوں نے ہندوستان و پاکستان میں

اسلام کی بے حد خدمات انجام دیں۔“

(ص ۱۵۔ ”**پیغاماتِ یومِ رضا**“ طبعِ دوم، لاہور۔ **حضرت السید الشریف طاہر علاؤالدین القادری** النقیب، دربارِ غوثیہ، شارع الکیلانی، کوئٹہ)

شور بازار، کابل (افغانستان)

”مفتی احمد رضا، قادری، ایک جیّد عالم اور واقفِ اَسرارِ طریقت تھے۔

اسلامی علوم کی تشریح میں ان کا عظیم الشان ملکہ اور باطنی حقائق کی توضیح میں ان کے معارف بہت زیادہ ستائش کے لائق ہیں۔ اور فقہی علوم میں ان کی تحقیقات، اہلِ سنّت و جماعت کے بنیادی نظریات میں قابلِ قدر یادگار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ان کی تحقیقات کو، اگر تشنگانِ علومِ دینیہ کے لئے سرچشمۂ فیض و ہدایت قرار دیا جائے تو، مبالغہ، نہ ہوگا۔ (چند سطروں کے بعد)

مولانا احمد رضا خاں، قادری، حضرت خاتم النبیین ﷺ کے عاشقِ صادق اور آنحضور کی محبت میں سرشار تھے۔ ان کا دل، عشقِ محمدی کے سوز سے لبریز تھا۔

چنانچہ، ان کے نعتیہ کلام اور نغمات، اس حقیقت پر، شاہدِ عادل ہیں۔

مولانا کے کلام نے مسلمان مردوں اور عورتوں کے دلوں کو عشقِ محمدی (ﷺ) کے مقدس نور سے روشن کر دیا ہے۔ جَزَاہُ اللّٰہُ خَیرَ الْجَزَاءِ۔

معارف آگاہ، مولانا بریلوی کا نعتیہ کلام، فصاحت و بلاغت، سلاست و روانی اور عمدہ تشبیہات و لطیف استعارات کے لحاظ سے، ادبی برتری کا حامل ہے۔“

(ص ۱۸۔ ”**پیغاماتِ یومِ رضا**“ طبع دوم، لاہور۔ از **حضرت محمد ابراہیم، فاروقی، مجددی**۔ شور بازار کابل، افغانستان۔ ۷ر صفر المظفر ۱۳۹۱ھ)

جامعہ نظامیہ، حیدر آباد، دَکن

”مولانا احمد رضا خاں صاحب، سَیف الاسلام اور مجاہدِ اعظم گذرے ہیں۔

اہلِ سنّت و جماعت کے مسلک و عقائد کی حفاظت کا ایک مضبوط قلعہ تھے۔

آپ کا مسلمانوں پر، احسانِ عظیم، یہ ہے کہ:

ان کے دلوں میں عظمت واحترامِ رسولِ کریم عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام
اور اولیاے اُمت کے ساتھ، وابستگی، برقرار ہے۔
خود، مخالفین پر بھی، اس کا اچھا خاصا اثر پڑا اور ان کا گستاخانہ لب ولہجہ
ایک حد تک، درست ہوا۔
بجا طور پر، آپ، امامِ اہلِ سنّت و جماعت ہیں۔
آپ کی تصنیفات و تالیفات، علوم کا ایک بحرِ زخّار ہیں۔"
(ص ۱۰۔ **استقامت**، ڈائجسٹ۔ ستمبر ۱۹۷۶ء کانپور۔ انٹرویو: از حضرت **مولانا عبد الحمید**، شیخ الجامعہ النظامیہ، حیدر آباد، دَکن)

میر پورِ خاص

"فاضلِ بریلوی، حضرت مولانا احمد رضا خاں رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کی ذاتِ بابرکات، کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ انھوں نے اپنے علم و فضل سے عُلماے عرب و عجم میں ایک خاص مقام، پیدا کیا۔

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

حضور ﷺ کے غلاموں میں ایسی شخصیت کا پیدا ہونا، حضور پاک کے فیضانِ نظر کا ایک اعجاز ہے۔ شیخ محمد مختار بن عطارد الجادی نے خوب فرمایا، کَانَ مُعْجَزَۃً مِنْ مُعْجِزَاتِ نَبِیِّنَا ﷺ۔
فاضلِ بریلوی نے، اس فقیر کے دل میں جو اونچی جگہ پیدا کی ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ:
ان کے دل میں حضورِ اکرم، نورِ مجسم ﷺ کی بے پناہ محبت تھی۔
جس نے، پاک و ہند (غیر منقسم ہندوستان) کی تاریک فضا کو، منور کر دیا تھا۔
ہمارے پاس، اگر کوئی معیارِ صداقت و شرافت ہے، تو وہ، حضور ﷺ کی محبت ہے۔
فاضلِ بریلوی میں یہ محبت، بدرجۂ اُتم، موجود ہے۔
انھوں نے، بہت سی نعتیں اور منقبتیں لکھیں۔
لیکن، حقیقت یہ ہے کہ ان کا ایک ایک شعر اور ایک ایک جُملہ، سراپا نعت ہے۔

شدہ است سینۂ ظہوریؔ، پُر از محبتِ یار
برائے کینۂ اَغیار، در دِلَم جا نیست

سرکارِدوعالَم صلی اللہ علیہ وسلم کا، جومقام، ان کے دل میں تھا، اُس کااندازہ، اِس شعر سے ہوسکتا ہے:

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

کعبہ تو دیکھ چکے، کعبے کا کعبہ دیکھو

(ازحضرت الحاج **پیرمحمداسحٰق جان، مجدّدی**، سرہندی، میرپورخاص۔ ازاَولادِاَمجادِحضرت مجدّدِالفِ ثانی، قُدِّسَ سِرُّہٗ۔ ص ۳۴۴۔ ''**فاضلِ بریلوی اعُلمائے حجاز کی نظرمیں**''۔طبعِ دوم۔مرکزی مجلسِ رضا، لاہور۔ازپروفیسرمحمدمسعوداحمد)

مَرولہ شریف

ضلع سرگودھا، پنجاب

''مولانا احمدرضا خاں کی ذات، محض ایک فرد نہیں، بلکہ اہلِ سنّت و جماعت کی اَوَاخرِ انیسویں صدی اوراَوائلِ بیسویں صدی کی علمی میراث

نظریاتی آویزش اور مذہبی تاریخ کا ایک قابلِ مطالعہ، دَور ہے۔

موصوف کی زندگی کا، کم وبیش، ہرپہلو، انسانی عظمتوں کا گنجینہ ہے۔

جس کی شایانِ شان اِستحسان کے لئے کاوش، درکار ہے، نہ کہ ایک اُچٹتی ہوئی سطحی نظر۔''

(حضرت مولانا **غلام سدیدالدین**، سجادہ نشیں مرولہ شریف ضلع سرگودھا۔ص ۲۱۔ ''پیغاماتِ یومِ رضا'' لاہور)

یکہ توت، پشاور

''اعلیٰ حضرت، وقت کی موزوں ترین ضرورت تھے۔

برصغیر ہندوپاک میں مسلمانوں کی سیکڑوں برسوں کی بھرپور عظمت اورزوال کے بعد

مِلّتِ اسلامیہ، جس طغیانی میں گھرچکی تھی

اس وقت، جس اکیلے مردِ مومن نے، بہ نصرتِ ایزدی، اس کے رُخ کوموڑ کررکھ دیا

وہ، اعلیٰ حضرت، مجدّدِ ماَۃِ حاضرہ کی ذاتِ گرامی ہی تھی۔''

(حضرت **سیدمحمدامیرشاہ قادری**، سجادہ نشیں یکہ توت۔پشاور، سرحد۔ص ۲۳۔ ''پیغاماتِ یومِ رضا''۔لاہور ۹۱ھ)

دربار بھرچنڈی، سندھ

''مقتدائے اہلِ سنّت، اعلیٰ حضرت، مولانا احمدرضاخاں، فاضلِ بریلوی رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ ایک تاریخ سازشخصیت تھے۔ مذاہب کے فلسفے اوران کے عروج وزوال پر

گہری نظر رکھنے والے حضرات ہی، اس بات کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ:

اعلیٰ حضرت نے، اپنے دَور میں کتنے اہم اور عظیم کام کو سنبھالا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی مذہب میں ولولے، جذبے اور دیوانگی کی حد تک لگاؤ بنیادی ضرورت ہوتی ہے۔ اس جذبے میں ضُعف، یا کمزوری کا، براہِ راست اثر، مذہب پر پڑتا ہے۔

بِلا شبہ، اعلیٰ حضرت نے اُمتِ مسلمہ میں جذبۂ عشقِ رسول ﷺ کے تحفظ اور اس کے فروغ کے لئے ایک انقلابی و تجدیدی کارنامہ، انجام دیا ہے۔

جس کی نظیر، اُمتِ مسلمہ کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔

اس مردِ مجاہد نے، تنِ تنہا، سَلَف کے خلاف اُٹھنے والی یلغار کو، روکا۔"

(حضرت **شیخ عبدالرحیم**۔ سجادہ نشیں، دربار بھرچنڈی شریف، سندھ۔ ص ۲۵۔ "**پیغامات یومِ رضا**"۔ لاہور)

سندھ

"فاضلِ بریلوی (قُدِّسَ سِرُّہٗ) نے، عظیم کارنامے، انجام دیے ہیں۔

وہ، اس دَور کے عظیم عُلما میں شامل ہیں۔ اگر، فاضلِ بریلوی اپنے دَور کے ان فتنوں کا سَدِّ باب، نہ کرتے اور ان لوگوں کا شدید مقابلہ نہ کرتے، تو نہ معلوم آج، وہ طوفان کہاں پہنچتا۔"

(ص ۲۷۔ "ماہنامہ، ترجمانِ اہلِ سنّت" اگست ۱۹۷۴ء۔ کراچی۔

بحوالہ ص ۱۰۵ "تذکرہ اکابرِ اہلِ سنّت" مکتبہ قادریہ، لاہور۔ تاثرات از **حضرت محمد ہاشم جان، سرہندی** قُدِّسَ سِرُّہٗ)

ساہن پال

گجرات، پنجاب

"اعلیٰ حضرت، مولانا شاہ احمد رضا قادری، برکاتی، بریلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کی ذاتِ ستودہ صفات، اِس سے بالاتر ہے کہ ان کے فضائل و کمالات کو، حیطۂ تحریر میں لایا جائے۔

آپ، علومِ معقول و منقول کے بحرِ زَخّار تھے۔

دینِ قدیم کی تجدید، سُنَّتِ سَنِیَّہ کی ترویج اور بدعاتِ سَیِّئہ کے اِستیصال میں جس قدر سَعیِ بلیغ، آپ سے وقوع میں آئی، وہ، آپ ہی کا حصہ ہے۔

مذاہبِ باطلہ کا مقابلہ، آپ نے، برابر جانفشانی اور جرأت و اِستقلال سے کیا۔

آپ کی وُسعتِ علم کی یہ روشن دلیل ہے کہ ہزار کے قریب آپ نے کتابیں، تصنیف فرمائیں۔

جو، نصف سے زائد، ابھی، غیر مطبوعہ، پڑی ہیں۔"

(حضرت **شاہ شریف احمد، شرافت نوشاہی**، درگاہِ عالیہ نوشاہیہ، ساہن پال ضلع گجرات۔ ص ۲۶۔ **پیغاماتِ یومِ رضا**۔ لاہور)

موہڑہ شریف

''اعلیٰ حضرت بریلوی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کا، ہر قول اور فعل

عشقِ رسول ﷺ سے، اِس طرح، لبریز معلوم ہوتا ہے، گویا، خالقِ کُل نے

آپ کو، احمدِ مختار ﷺ کے عاشقوں کے لئے شمعِ ہدایت بنایا ہے۔

تا کہ، یہ مَشعل، اس جادہ پر چلنے والوں کو تکمیلِ ایمان کی منزل سے ہم کنار کر سکے۔

آپ کی تصنیفات ایسے انمول موتیوں سے مرصَّع ہیں، جو قارئین کے لئے

اس قدر رُوح پَروَر اور کیف آور ہیں کہ عشقِ حضورنبیِ اکرم ﷺ سے ہمہ تن، سرمست کر دیتی ہیں۔''

(حضرت صاحبزادہ، **ہارون الرشید**، سجادہ نشیں دربار عالیہ، موہڑہ شریف۔ص ۲۷۔ ''پیغاماتِ یومِ رضا'' ۔ لاہور)

شتالو، ضلع ہزارہ

پنجاب

''فِرَقِ باطلہ کی فتنہ سامانیاں، بے ادبیاں اور عقائدِ فاسدہ نے

جب طوفان کی شکل، اختیار کی

تو اعلیٰ حضرت کی تحریرات نے، کشتیِ نوح کی طرح، حضورِ اکرم ﷺ کی اُمت کو

اپنی آغوش میں لے لیا اور رحمتِ عالم ﷺ کے دریائے رحمت سے فیض یاب فرمایا۔

اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام سُننے سے، صاحبِ ایمان، وجد میں آجاتا ہے۔

مقامِ غور ہے کہ جس شخص کی زبان پر، یہ کلام، جاری ہو، اُس ہستی کے سینے کی کیا کیفیت ہو گی؟

لاریب، آپ کو، فنافی الرسول کا مقام، حاصل تھا۔''

(حضرت صاحبزادہ **محمد طیب**، دربارِ عالیہ قادریہ، شتالو شریف، سری کوٹ۔ ہزارہ۔ ص ۱۳۱۔ ''پیغاماتِ یومِ رضا'' لاہور)

بھیرہ شریف، ہزارہ

پنجاب

''اعلیٰ حضرت کی تصانیف، آپ کی علمی وُسعتوں اور دلائل و براہین میں

بے پایاں مہارت پر، قطعی اِستناد کا درجہ رکھتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت، جب کسی مسئلہ کی تحقیق کرتے ہیں، تو بے تکلف، دلائل کا انبار لگا دیتے ہیں۔

یوں، محسوس ہوتا ہے کہ علم و فضل کے بادل سے دلائل کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔
ان کی خداداد صلاحیتوں، دینی خدمات اور مذاہبِ باطلہ کی بیخ کنی کو دیکھ کر
بے ساختہ، تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ منصب، بغیر مجدّدِ وقت کے
کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکتا۔
آپ کے زورِ بیان اور قوتِ اِستدلال کو دیکھ کر، مخالفین پر، سکتہ، طاری ہو جاتا ہے۔
کچھ جواب، نہیں بن پڑتا۔"

(حضرت شاہ فضل الرحمٰن علوی، قادری، بانیِ مدرسہ اسلامیہ قادرہ، بھیرہ شریف، ہری پور۔ ہزارہ۔ ص ۳۰۔ "پیغاماتِ یومِ رضا" لاہور)

الٰہ آباد — اتر پردیش

"جامِعُ الْکَمالاتِ الْعِلْمِیةِ وَالْعَمَلِیة، حَاوِی الْفُنونِ الاصلِیَةِ وَالْفَرعِیةِ
حامِی الْمِلَّةِ الْحَنُفِیَّةِ، مَخدومی الْمُعَظَّم وَ مُطاعِی الْمُفَخَّم
جناب مولوی احمد رضا خاں دَامَ مَجْدُهُمْ۔
مولانا! بِفَضْلِهٖ تَعَالیٰ آپ، رئیس حُمَاةِ السُّنَّة ہیں۔
اِس قحط الرِّ جال میں آپ کا قلمِ فیض رقم، سَیف سے بڑھ کر، کام کر رہا ہے۔
اور تمام اہلِ سنّت پر آپ کا احسان ہے۔
اور ایک جہان کو فتنۂ عظیم سے بچانے کے لئے آپ، سرگرم ہیں۔
ہر وقت آپ کا، عبادتِ متعدیہ میں گذرتا ہے۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ عَنِّی وَعَنْ جَمِیْعِ اَھْلِ السُّنَّة۔"

(مولانا الشیخ محمد عبید اللہ، تلمیذِ مولانا احمد حسن، کانپوری۔ ص ۸۷۔ "مکتوباتِ علما و کلامِ اہلِ صفا" (۱۳۱۴ھ) مطبع اہلِ سنّت، بریلی)
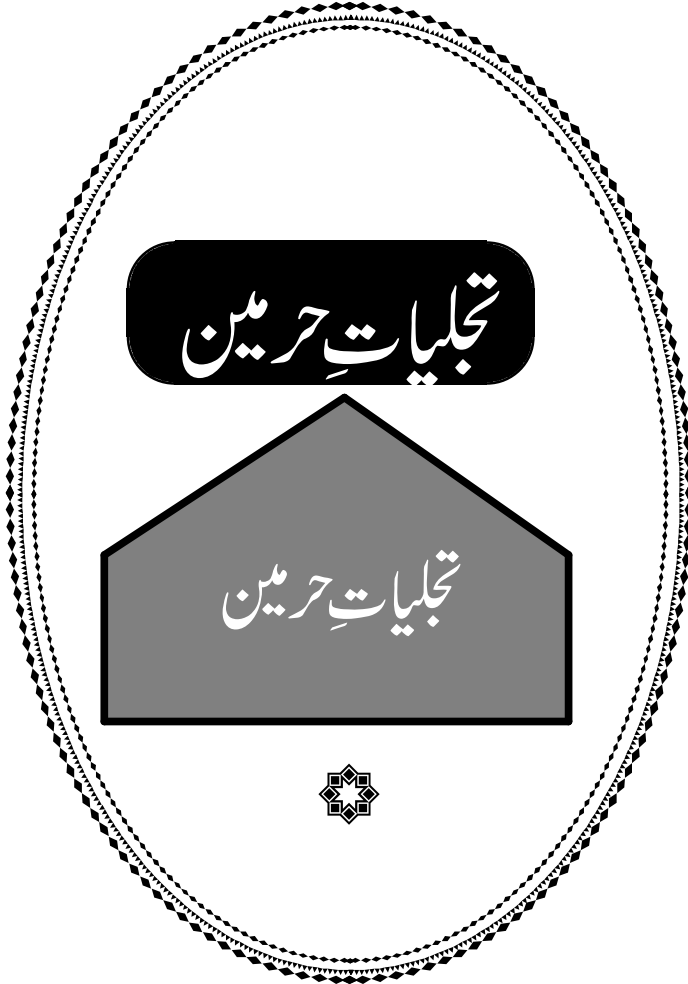
معاصر علمائے عرب کی نظر میں

پہلا سفرِ حج وزیارت

امام اہلِ سنّت، مولانا احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی، اپنے والد ماجد
مولانا مفتی، نقی علی، بریلوی کے ساتھ، تئیس (۲۳) سال کی عمر میں ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں
پہلے حج وزیارتِ حرمین شریفین سے مشرَّف ہوئے۔
اپنے خداداد علم وفضل، ذکاوت وذہانت، اور ایمانی روحِ حرارت کی وجہ سے
بہت جلد، عُلماے حجاز کے درمیان، متعارف اور مقبول ومحبوب بن گئے۔
جس کا واضح ثبوت، اُس وقت کے فاضلِ اَجَل، امامِ شافعیہ، شیخ حسین بن صالح
(متوفی ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء) کے ساتھ، پیش آنے والے ایمان افروز واقعہ سے ملتا ہے۔
جن کا، اِس سے پہلے، کسی طرح کا کوئی تعارف وتعلق، آپ سے، نہیں تھا۔
حرم شریف میں نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد ایک روز
شیخ حسین بن صالح نے اس عارف باِللہ عاشقِ رسول کا ہاتھ پکڑا۔
اور انھیں، اپنے ساتھ لے کر اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔
آپ کی دمکتی ہوئی پیشانی پر نظریں گاڑ دیں اور دیر تک، جذب وسرمستی کے عالَم میں
جبینِ سعادت وارجمندی کی درخشاں اور واضح لکیروں کا، بغور، مطالعہ کرتے رہے۔
پھر، فرطِ محبت اور جوشِ عقیدت میں پکار اٹھے
''اِنِّی لَاَجِدُ نُورَ اللّٰہِ فِی ھٰذَا الْجَبِیْن'' میں، اس پیشانی میں، خدا کا نور پا رہا ہوں۔''
(ص ۹۹۔ **تذکرۂ عُلماے ہند**۔ از مولوی، رحمٰن علی۔ مطبوعہ: لکھنؤ وکراچی)
اور پھر اپنے فیضانِ کرم سے نوازتے ہوئے صِحاحِ سِتّہ کی سند اور اپنے سلسلے کی اجازت
عطا فرمائی۔ **اور شفقت ومحبت سے آپ کا نام ''ضیاء الدین احمد'' رکھا۔**
شیخ حسین بن صالح کے علاوہ، مفتیِ شافعیہ، سید احمد زَینی وحلان، مکّی (م دسمبر ۱۳۰۴ھ/
۱۸۸۸ء) ومفتی حنفیہ، شیخ عبدالرحمٰن، سراج (م ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء)

اور دیگر بہت سے اَکابِر واَعاظِم عُلَما نے تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، وغیرہ کی سندوں سے آپ کو نوازا۔

امام احمد رضا نے، شیخ جَمَلُ اللَّیل کے ایما پر، فقہِ شافعی میں مناسکِ حج سے متعلق شیخ حسین بن صالح کے ایک وقیع رسالہ کی نہایت جامع و مانع شرح، صرف، دو دن کی مختصر مدت میں کی اور اس کا نام اَلنَّیِّرَةُ الْوَضِیَّةُ فِی شَرْحِ الْجَوْهَرَةِ الْمُضِیَّةُ (۱۲۹۵ھ) رکھا۔

اِس شرح کو، عُلماے حجاز نے بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا اور آپ کو تحسین و آفریں سے نوازا۔ اس شرح میں پہلے، مطلب، پھر، اختلافِ مذاہبِ حنفیہ و شافعیہ اور مذہبِ حنفی میں اختیارِ راجح و ترکِ مَرجوح کو، مدلّل و مبرہن کیا۔

پھر، بعد میں اسی رسالہ میں فوائدِ لطیفہ و توضیحِ مسائل و تخریجِ اَحادیث وغیرہ کے ساتھ تعلیقات و حواشی لکھا۔ جو، ایک مستقل رسالہ ہو کر اَلطُّرَّةُ الرَّضِیَّةُ عَلیٰ النَّیِّرَةِ الْوَضِیَّةِ کے نام سے، موسوم ہوا۔

عُلماے ندوہ کے خلاف، مشاہیر عُلماے مِلّتِ اسلامیۂ ہند کے حاصل شدہ فتاویٰ کا مجموعہ "اِلْجَامُ السُّنَّةِ لِاَهْلِ الْفِتْنَةِ" کے ساتھ، اٹھائیس (۲۸) پیدا ہونے والے سوالات اور ان پر اپنی جانب سے مدلّل جوابات پر مشتمل ایک فتویٰ جب، شیخ سید اسمٰعیل مکی بن شیخ سید خلیل، محافظِ کتب خانہ حرم شریف و تلمیذِ رشید، شیخُ الدَّلائل، حضرت شیخ عبد الحق، الٰہ آبادی، مہاجرِ مکی مؤلِّفِ "اَلْاِکْلِیْل عَلیٰ مَدَارِکُ التَّنْزِیْل" اور دیگر عُلماے مکہ کی خدمت میں پیش ہوا تو، تمام عُلما نے اپنی تصدیقات و تقریظات سے اس فتویٰ کو، مُزیَّن کیا۔

اور ان حاصل شدہ توثیقات کا مجموعہ، بنام: فَتَاوىٰ الْحَرَمَیْن بِرَجُفِ نَدْوَةِ الْمَیْن ـ ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء میں شائع ہوا۔

جس نے، مداہنت و صلحِ کلیّت کے ایک بہت بڑے فتنے کی بیخ کنی میں نمایاں اور اہم کردار ادا کیا اور بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے، سَدِّ سکندری بن کر حائل ہو گیا۔

دوسرا سفرِ حج وزیارت

یہ سفر،اچانک اور غیر متوقع طور پر ہوا۔۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں حج وزیارت کے لئے
اپنے برادرِ خورد،مولانا محمد رضا اور بڑے شہزادے، حجۃ الاسلام،مولانا حامد رضا کو
جب بریلی سے لکھنؤ تک پہنچا کر گھر واپس ہوئے ،تو ایک عجیب اضطراب و بے چینی کی
کیفیت،محسوس ہوئی اور زیارتِ حرمین طیبین کا شوق،دل میں مچلنے لگا۔
چوں کہ اس بار،خداوندِ قدوس آپ سے کچھ اہم خدمتیں لینا چاہتا تھا
اِس لئے اُس نے آپ کے دل کو، ہر چہار جانب سے موڑ کر
اسی سال،سفرِ حج وزیارت کرنے پر مجبور کر دیا۔
آپ نے ، رَختِ سفر باندھا اور فوراً، روانہ ہوئے۔حُسنِ اتفاق سے بمبئی ہی میں
مولانا محمد رضا اور اپنے صاحبزادے،مولانا حامد رضا سے ملاقات ہوگئی۔
وہاں سے حجازِ مقدس پہنچے اور فریضۂ حج وزیارت،ادا کیا۔
حُسَامُ الْحَرَمَیْن (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِیَّۃ(۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۶ء)
کِفْلُ الْفَقِیْہِ الْفَاھِم(۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)وغیرہ،اسی سفر کی شاہکار تحریرات ہیں۔
اِس سفر میں آپ کی جو پذیرائی ہوئی،وہ،خدا کا ایک خاص انعام تھا۔
مشاہیر عُلماے اسلام،آپ سے اجازت طلبی کے مشتاق،نظر آتے تھے۔
شیخ عبدالحیٔ مکّی (م۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء)اور شیخ حسین جمال بن عبدالرحیم کو
آپ کی طرف سے،سب سے پہلے،اجازت،مرحمت ہوئی۔
ان دونوں حضرات کے بعد، شیخ صالح کمال (م۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) سید اسمٰعیل خلیل
(م۱۳۳۰ھ/ ۱۹۰۹ء) سید مصطفیٰ خلیل (م۱۳۳۸ھ) شیخ احمد،خَضراوی، شیخ عبدالقادر،کردی
(م۱۳۴۶ھ) شیخ فرید(م۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء)سید محمد عمر،وغیرھُم کو اجازت سے مشرّف فرمایا۔
اور جو لوگ،مدتِ قیامِ حرمین طیبین میں اجازت،حاصل نہ کر سکے
انھیں،گھر آنے کے بعد اجازت،ارسال کی گئی۔
قیامِ مکہ ہی کے دَوران،شیخ سید اسمٰعیل سے رشتۂ عقیدت ومحبت اتنا اُستوار ہوا کہ:

وہ ۱۳۲۸ھ میں، صرف امام احمد رضا سے ملاقات واِستفادہ کے لئے بریلی تشریف لائے۔
پھر، جب، مدینہ طیبہ کی حاضری ہوئی، تو وہاں بھی عُلما کی ایک کثیر تعداد نے اجازت حاصل کی۔ کچھ لوگوں کو زبانی اجازت دی اور کچھ لوگوں سے وطنِ عزیز واپسی کے بعد ارسال کرنے کا وعدہ فرمایا۔
مثلاً: شیخ عمر بن حمدان اَلمحرسی، سید مامون اَلبری، شیخُ الدَّلائل، شیخ محمد سعید، وغیرھُم۔
مدینہ طیبہ میں آپ کی جو تعظیم وتکریم ہوئی اور دیارِ حبیب میں جس انعام واکرام سے آپ کو نوازا گیا، اُس کا آنکھوں دیکھا حال، ایک خط میں پڑھیے۔
شیخ عبدالکریم، مہاجرِ مدنی (تلمیذِ شیخُ الدَّلائل، شیخ محمد عبدالحق، مہاجر مکّی۔ م ۱۳۲۳ھ) اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے، رقم طراز ہیں:

اِنِّی مُقِیمٌ بِالْمَدِیْنَةِ الْاَمِینَةِ مُنْذ سِنِین وَیَاتِیهَا مِنَ الْهِنْدِ اُلُوفٌ مِنَ الْعَالِمِیْن۔ فِیهِمْ عُلَمَاءُ وَصُلَحَاءُ وَاَتْقِیَاءُ۔
رَاَیْتُهُمْ یَدُوْرُوْنَ فِی سِکَکِ الْبَلْدَةِ لَایَلْتَفِتُ اِلَیهِمْ مِنْ اَهْلِهٖ اَحَدٌ۔
وَاَرَی الْعُلَمَاءَ الْکِبَارَ الْعُظَمَاءَ اِلَیْكَ مُهْرِعَیْنِ وَ رَاجِلِیْنَ لَكَ مُسْرِعِیْنَ۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوْ الْفَضْلِ الْعَظِیْم۔
(ص ۷۔ اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِینة۔ مرتَّبہ: مولانا حامد رضا، بریلوی)

"مدینہ طیبہ میں کئی سال سے میرا قیام ہے۔ ہندوستان سے ہزاروں عُلما وصُلحا واتقیا، سبھی آتے ہیں۔ وہ، شہر کے گلی کوچوں میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ مگر، ان کی جانب کوئی، التفات، نہیں کرتا۔
لیکن، بڑے بڑے عُلما، آپ (امام احمد رضا) کے پاس جوق در جوق آتے اور تعظیم وتکریم میں لگے رہتے ہیں۔
یہ خدا کا فضلِ خاص ہے، وہ جسے چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے۔"

وطنِ عزیز واپسی کے بعد، ارسالِ اجازت میں کچھ تاخیر ہوئی تو، یاددہانی کے خطوط آنے لگے، جن میں ان کے بے پناہ اشتیاق کی جھلک پائی جاتی ہے۔
سید اسمٰعیل خلیل (م ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء) یاددہانی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَ عَدْتُمُ الْحَقِیْرَ وَاَخَاهُ بِاِرْسَالِ الْاِجَازَةِ بِمَرْوِیَاتِکُمْ فَلَمْ تَاتِ

فَکَانَ اَقْرَبُ النَّاسِ اِلَیْکُمْ اَبْعَدَھُم اَوْ کُنَّا نَسِیاً مَنْسِیاً ۔

(محرَّ رہ ۱۶؍ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء ۔ اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِینة ۔ مؤَلَّفہ: مولانا حامد رضا)

"ترجمہ: آپ نے، حقیر اور اس کے بھائی سے اپنی مَرویات کے ساتھ
اجازت بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا، لیکن، ابھی تک، اجازت نہ مل سکی۔

جو آپ سے بہت قریب تھا، وہ سب سے دور ہو گیا۔ یا۔ ہمیں بھلا ہی دیا گیا۔"

حرمین شریفین میں امام احمد رضا کی یہ مقبولیت، صرف اسلام و ایمان پر کامل یقین، علم و فضل میں کمال اور عشقِ رسالت کا فیضان ہے۔ ورنہ، وہ پاک سرزمین، جہاں اَقصائے عالم کے فُضَلا و عُلمائے کرام کا، ہر سال، جمِ غفیر، جمع ہوتا ہے
جہاں، مشرق سے مغرب تک کا دل و دماغ اور عارفین و اَولیائے کاملین کے کارواں پہنچتے ہیں۔
وہاں، ایک ہندی عالم کو، کون پوچھتا اور لوگوں کی نگاہیں، کیوں اُٹھتیں؟
قیامِ حجاز کے دَوران، آپ کی کئی ایک بے مثال و شاہکار تحریرات
منظرِ عام پر آئیں اور ایک عالَم، ان کا گرویدہ ہو گیا۔
اور ان پر عُلمائے کرام کی جو وقیع تقریظات ہیں
ان کے ساتھ، کچھ تفصیلی ذکر، آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔

اَلدَّوْلَةُ الْمَکِّیَّةُ بِالْمَادَّةِ الْغَیْبِیَّة

—۱۳۲۳ھ—

اس شاہکار تحقیق کے، دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں علمِ غیب کا اِثبات اور منکرین کے اعتراضات و الزامات کی تردید فرماتے ہوئے نہایت فاضلانہ اور محققانہ بحث فرمائی گئی ہے۔
دوسرا حصہ، چار سوالات کے جوابات پر، مشتمل ہے۔
حضرت مولانا سلامت اللہ، نقشبندی، مجدِّدی، رام پوری (متوفی ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء) کی کتاب، اِعْلَامُ الْاَذْکِیَاء کے اخیر میں ایک عبارت سے متعلق، تین سوالات
اور ایک سوال، **خطبۂ مدارج النبوة** للشیخ عبدالحق محدِّث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) سے متعلق ہے۔

جو،اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَّہ(مطبوعہ بریلی ولاہورواستنبول،ترکی)کےآغاز میں، مذکور ہے
مگر،اس کی بجائے،آپ،حضرت شیخ اسمٰعیل بن خلیل (مدینہ طیبہ) کی زبانی سنیئے۔
وہ فرماتے ہیں:
ترجمہ:"اَلشَّیخُ الْعَلَّامۃُ الْمُجَدِّدُ الْاُستاذ عَلیٰ الْاِطلاق
اَلْمَوْلَوِی الشَّیخ احمدرضا خاں
جب۱۳۲۳ھ میں حجِ بیت اللہ شریف کے لئے حاضر ہوئے۔
تو بعض فاسقوں کی مدد سے، چند بدنصیبوں نے،اس وقت کے شریفِ مکّہ کے یہاں
ضَرر پہنچانے کی کوشش کی اوران کے ساتھ،مکر کرنا چاہا۔
چنانچہ،علمِ نبیﷺ کے بارے میں ان کے پاس،سوال بھیجا۔
اور گمان کیا کہ وہ جواب نہ دے سکیں گے۔کیوں کہ سفر میں ہیں۔
اور یہاں،ان کے پاس کوئی کتاب بھی،نہیں۔
مولانا نے(اللہ،ان کی نُصرت وتائید فرمائے)اس سوال کا وہ جواب دیا
جس نے،ہر مسلمان کی آنکھ،ٹھنڈی کردی اور کافرو فاسق وگمراہ و بےنور کو،ذلیل وخوار کیا۔"
(اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیۃ۔مؤلّفہ:امام احمدرضا۔مطبوعہ:بریلی)
آگے چل کر،تحریر فرماتے ہیں:
"ہمارے شیخِ مذکور،حضرت احمدرضا خاں صاحب،جب تحریر جواب سے فارغ ہوئے
تو،شریفِ مکہ نے،شیخ صالح کمال(سابق مفتیِ مکہ مکرّمہ) کو حکم دیا کہ:
رسالہ،ان کے دربار میں،بَرملا پڑھا جائے۔
چنانچہ،رسالہ پڑھا گیا۔سرکش گروہ کے افراد بھی،وہاں،موجود تھے۔
سُن سُن کر حیرت زدہ رہ گئے اور ذلیل وخوار ہوئے۔
اُس وقت،شریفِ مکہ پر،ظاہر ہوگیا کہ:
مولانا احمدرضا خاں،حق پر ہیں اور مخالفین،وہابیہ ہوں،یا۔کوئی اور،وہ،گمراہ ہیں۔
یہاں تک کہ بعض ثقہ لوگوں نے مجھے بتایا کہ:
شریفِ مکہ کے ایک ملازم نے درخواست کی کہ حقِ شیخ (امام احمدرضا)) میں

اہانت کی اجازت دی جائے، تو شریفِ مکہ نے انکار کرتے ہوئے کہا:

كَيْفَ يَكُوْنَ اِجْرَاءُ مِثْلِ هٰذا الْاَمْرِ۔

وَالْعُلَمَاءُ كُلُّهُمْ قَاطِبَةً قَائِمُونَ وَقَائِلُوْنَ بِقَولِهٖ۔

وَاِنَّا كُنَّا مَرْجِعُنَا اِلَيْهِمْ وَالْاِسْتِفَادَة مِنْهِم ۔

(ترجمہ) ایسے امر کا اِجرا، کیوں کر ہو سکتا ہے؟

جب، تمام علما، وہی بات کہہ رہے ہیں، جو، وہ کہتے ہیں۔

ہمارے مرجع و مآب، علمائے کرام ہی ہیں۔

اور ہمیں، انھیں سے استفادہ کرنا ہے۔'' (ص ۱۴،۱۳۔ اَلدَّوْلَةُ الْمَكِّيَة)

آپ کی مقبولیت کی منظر کشی کرتے ہوئے، تحریر فرماتے ہیں:

وَالطَّلبَةُ فَمِنْ سَائِلٍ مُسْتَفِيْدٍ وَمِنْ مُقَدِّمٍ سُوَالًا لِلْاِسْتَفسارِ

عَلى الْقَوْلِ السَّدِيْدِ وَ مِنْ طَالبٍ اِجَازَةً وَ مِنْ مُنْتَظِرٍ اِشَارَةً۔

هٰذا حَالُهٗ وَهُوَ بِمَكَّة۔ (اَلدَّوْلَةُ الْمَكِيَّة۔ مطبوعہ بریلی)

مکہ مکرّمہ میں ان کی مقبولیت کا، یہ عالم تھا کہ:

ہر چہار جانب سے علما و طالبین نے آپ کو گھیر لیا۔

کوئی سوال، پیش کر کے استفادہ کرتا، کوئی صحیح و راجح مسئلہ پوچھتا، جس میں اسے شک ہوتا۔

کوئی طالبِ اجازت ہوتا۔ کوئی صرف، اشارہ کا منتظر ہوتا۔''

انھیں مجالسِ علم و فضل اور حرمین شریفین میں امام احمد رضا کی بے پناہ مقبولیت اور آپ کے رَواں دَواں قلم کا ذکر کرتے ہوئے مولانا ابوالحسن علی، ندوی (متوفی دسمبر ۱۹۹۹ء) لکھتے ہیں:

"وَسَافَرَ اِلیٰ الْحَرَمَيْنِ الشَّرِيْفَيْنِ عِدَّةً مَرَّاتٍ وَذَاكَرَ عُلَمَاءَ الْحِجَازِ

فِی بَعْضِ الْمَسَائِلِ الْفَقْهِيَّةِ وَالْكَلَامِيَّة۔

وَ اَلَّفَ بَعْضَ الرَّسَائِلِ اَثْنَاءَ اِقَامَتِهٖ بِالْحَرَمَيْنِ وَ اَجَابَ عَنْ بَعْضِ

الْمَسَائِلِ الَّتِی عُرِضَتْ عَلیٰ عُلَمَاءِ الْحَرَمَيْنِ۔

وَاُعْجِبُوْا بِغَزَارَةِ عِلْمِهٖ وَ سِعَةِ اِطِّلَاعِهٖ عَلیٰ الْمُتُوْنِ الْفِقْهِيَّة

وَالْمَسَائِلِ الْخِلَافِيَّةِ وَسُرْعَةِ تَحْرِيْرِهٖ وَذَكَاءِهٖ۔''

(نُزْهَةُ الْخَوَاطِر۔ جلدِ ثامن۔ مطبوعہ دائرۃُ المعارف العثمانیہ۔ حیدر آباد، دَکن)

ترجمہ: ''کئی بار، حرمین شریفین کا سفر کیا اور عُلمائے حجاز سے بعض مسائلِ فقہیہ وکلامیہ میں مذاکرہ بھی کیا۔ چند رسائل بھی لکھے۔
اور عُلمائے حرمین کے سوالات کے جوابات بھی دیے۔
فقہی مُتون اور اختلافی مسائل پر، ان کی ہمہ گیر معلومات، سُرعتِ تحریر اور ذکاوت وذہانت دیکھ کر، سارے عُلمائے کرام، حیران وششدر رہ گئے۔''

اُس دَور میں اور آج بھی کچھ لوگ، الزام لگاتے پھرتے ہیں کہ:
مَعَاذَ اللّٰہ، ان لوگوں نے، خدا اور رسولِ کریم ﷺ کا علم، ایک کر دیا۔
اور یہ رسول کے لئے علمِ کُلّی مانتے ہیں۔
اس کی تردید کرتے ہوئے اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیۃ کی تقریظ میں سید اسمٰعیل بن خلیل مکّی لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''بلکہ ایک اور نے، اپنی تحریر میں، یہ جھوٹ باندھا اور بُہتان لگایا کہ:
حضرت احمد رضا نے، اپنے رسالہ میں، جو اس سوال کے جواب میں لکھا
یہ حکم لگایا ہے کہ: نبیِ اکرم ﷺ کا علم، مثل، علمِ الٰہی کے ہے۔
اور رسولِ کریم کا علم، غیر متناہی بِالفعل سے متعلق ہے۔
اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔
حَاشَا وَ کَلّا۔ ہمارے شیخِ مذکور نے، ان میں سے کوئی بات نہ کہی۔
اور کیسے یقین کیا جا سکتا ہے؟
جب کہ ہمارے ہاتھ میں، وہ پورا رسالہ ہی موجود ہے؟''
(اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیۃ۔ مطبوعہ: بریلی)

عُلمائے حجاز کی ایک کثیر تعداد نے اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیۃ کو، اپنی تصدیقات وتقریظات سے نوازا۔
اور شرحِ صدر کے ساتھ، اس کی، نیز، مؤلّف کی تحسین وتعریف کی ہے۔
آپ، یہ سُن کر حیران رہ جائیں گے کہ اتنی معرکۃُ الآرا کتاب، جو، امام احمد رضا کے تبحر ووُسعتِ علم پر، شاہدِ عدل ہے، اس کی تالیف میں صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے لگے۔
اور صرف، دو نشستوں میں، ۲۶/، ۲۷/ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو، اس کی تکمیل ہو گئی۔
آپ کے اِعزاز و اِکرام اور عُلمائے حجاز وبِلادِ اسلامیہ کی نظر میں آپ کی جلالتِ شان

اور علمی وقار واعتبار کا اندازہ، اس سے، بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ:

عرب وعجم کے جلیلُ القدر عُلما نے اَلـدَّوْلَةُ الْـمَـكِّية پر، مبسوط ومفصَّل تقریظات وتصدیقات لکھی ہیں، جن میں سے چیدہ چیدہ، چند اِقتباسات، یہاں، نذرِ قارئین کیے جا رہے ہیں۔

(۱) رَئِیسُ الْخُطَبَاءِ وَالْاَئِمَّۃِ، اَلْمُدَرِّس بِالْمَسْجِدِ الْحَرَام

اَلشَّیْخ احمد ابو الخیر بن عبداللّٰہ میرداد۔ مَکَّة الْمکرَّمَة

''میں نے، دِقَّتِ نظر اور نہایت غور وخوض سے، اس رسالہ کا مُطالعہ کیا۔

اس کے مباحث و دلائل، نہایت مستحکم اور محقَّق و مدلَّل ہیں۔ اس کے بیان سے دل میں وُسعت وکشادگی پیدا ہوئی۔ اس کی یقینی دلیلیں، آسمانی بلندی کو چھُو رہی ہیں اور کیوں نہ ہو کہ؛

یہ اُس کی تصنیف ہے، جو، علاَّمہ، عقیل، ذکی، بلند ہمت، اپنے زمانہ کے تمام مؤلِّفوں کا سردار ہے۔ میدانِ تصنیف میں جس کی امامت کی شہادت

خود، بڑے بڑے معاصرین دے رہے ہیں۔

جو، اس رسالہ کو، غور وفکر سے مطالعہ کرے گا، وہ، کہنے والے کی اس بات کو جھوٹا جانے گا کہ:

شیخ نے، اپنے رسالہ میں نبیِ کریم ﷺ کا علمِ غیب بِالذَّات

اور خالقِ زمین وآسمان کے برابر، جانا ہے۔'' (اَلدَّوْلَةُ الْمَكِّية۔ مطبوعہ بریلی)

(۲) مفتیِ حنفیہ، شیخ عبداللّٰہ بن عبدالرحمٰن سراج (مَکَّہ مُکَرَّمة)

''بے شک، وہ، مشہور عُلما کا بادشاہ ہے۔ کسی تجربہ کار نے، بہت ٹھیک کہا کہ:

اگلے، پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔''

میں نے، اس میں اپنی نظر دوڑائی، تو دیکھا کہ اس میں اَسرارِ معانی، جھلک رہے ہیں۔

بے شک، اس کا مصنِّف، کھری بات لایا اور اس نے رُشد وہدایت کا راستہ، واضح کر دیا۔

ہر جمع کرنے والا، مؤلِّف نہیں ہوتا۔

اور ادھر اُدھر سے بہت سی نقلیں لانے والا، مُصنِّف نہیں ہوتا۔

یہ تو عطائیں ہیں کہ مولائے کریم، جسے چاہتا ہے، بخشتا ہے اور اسے اَولیٰ بنا دیتا ہے۔

(اَلدَّوْلَةُ الْمَكِّية۔ مطبوعہ بریلی)

(۳) شیخ یوسف بن اسمٰعیل، نبہانی (بَیروت)

مؤلِّفِ جَوَاهِرُ الْبِحَار، شَوَاهِدُ الْحَق، حُجَّةُ اللّٰهِ عَلیَ الْعٰلَمِیْن۔ وغیرہ۔

''میں نے اس کا شروع سے اخیر تک مطالعہ کیا اور نہایت مفید و نفع بخش پایا۔

اس کی دلیلیں، بڑی قوی ہیں، جو ایک علّامۂ کبیر اور امامِ اکبر کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔

اللہ، اس رسالہ کے مُصنّف سے راضی رہے اور اسے اپنی عنایتوں سے راضی کرے۔

اور اس کی تمام نیک و پاکیزہ اُمیدوں کو، برلائے۔ آمین۔(اَلدَّوْلَةُ الْمَکِّیة۔ مطبوعہ: بریلی)

(۴) مفتیِ حنابلہ، شیخ عبداللہ بن حمید (مکہ مکرَّمہ)

میں نے، یہ رسالہ دیکھا، جسے، ہر سردار نے قبول کیا۔

اس کے دلائلِ یقینیہ کے آفتابوں نے، ہر تاریکی، دُور کر دی۔

اور اس کی ہدایت کے نور، اس اُمت پر چمکے، تو اس رسالہ پر، یہ قول صادق آیا:

وَلَا عَیْبَ فِیْهِمْ غَیْرَاَنَّ سُیُوْفَهُمْ

بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِنْ قِرَاعِ الْکَتَائِبِ

تو، اس کے دندانِ تبسم ریز کا بوسہ لیتے ہوئے میں نے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بے شمار حمد کی۔

اگر، اس وقت، میرا وضو ہوتا، تو، میں، سجدۂ شکر میں گر پڑتا کہ:

اس نے، ہمارے اندر، ایسا عالمِ محقق و مدقق بھیج کر، احسان فرمایا۔

زمانہ کی بقا تک، اس کے علم کا درخت بڑھتا رہے۔'' (اَلدَّوْلَةُ الْمَکِّیة۔ مطبوعہ: بریلی)

شیخُ العُلما، مفتیِ شافعیہ، محمد سعید بن محمد بابصیل (مکّہ مُکرَّمہ)

فاضلِ کامل، سیدی احمد رضا خاں کے رسالہ، مسمّیٰ بہ اَلدَّوْلَةُ الْمَکِّیَّه بِالْمَادَةِ الْغَیْبِیَّه کا مطالعہ کیا۔ میرے نزدیک، اس رسالہ کی تین وجوہ سے بڑی حیثیت ہے:

اول:—— یہ کہ وہ، شریعت کے اصول و فروع میں نہایت محقق و مدقق ہیں۔

اور جس سمت، رُخ کریں، اُدھر کے سردار ہیں۔

دوم:——یہ تصنیف، حضور ﷺ کے حُسنِ تعظیم وآداب میں بے مثال ہے۔

سوم:——یہ کہ اسے زمانۂ حج میں، نہایت قلیل مدت میں لکھا گیا۔

یہ رسالہ، عُلمائے حرمین کے نزدیک، بہت مقبول ہوا۔ اور تمام عُلما نے اس پر تقریظیں لکھیں۔ آپ کی خوب، تائید و تحسین کی، پھر بھی، یہ مصنِّف کی قدر و منزلت سے کم ہے۔

(اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیۃ۔ مطبوعہ: بریلی)

(۶) مفتیِ مالکیہ، شیخ احمد الجزائری بن سید احمد المدنی (مدینہ منوَّرہ)

علّامۂ زماں، یکتائے روزگار، سرچشمۂ معرفت، سیدِ عدنان کے منظورِ نظر حضرت مولانا شیخ احمد رضا، اللہ تعالیٰ، ان کی عمر، دراز فرمائے۔

ہر صاحبِ توفیق سمجھ دار، ان سے نفع اندوز اور ہر گنہگار و بدکار اور مُفترِی، لرزہ براندام ہوگا۔

(اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیۃ۔ مطبوعہ: بریلی)

(۷) سید حسین بن علّامہ سید عبد القادر، طَرابلسی

(مدرسِ مسجدِ نبوی، مدینہ منورہ)

''بعد حمد و نعت، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اس حقیر بندے پر، یہ احسان فرمایا کہ:

میں، ان کے آستانہ سے شرف یاب ہوا، جو علّامۂ کامل اور فہّامۂ شہیر حامیِ مِلّتِ محمدیہ طاہرہ، مجدِّدِ مِائۃِ حاضرہ، سیدی و اُستاذی، حضرت مولانا احمد رضا خاں ہیں۔''

(اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیۃ۔ مطبوعہ: بریلی)

(۸) مفتیِ مالکیہ، شیخ سید احمد علوی بن سید احمد بافقیہ حسینی علوی

(مدینہ منوَّرہ)

''تمام فاضلوں سے افضل، عاقلوں سے زیادہ دانش مند، فخر السَّلف، قُدوۃُ الخلف حضرت مولانا احمد رضا خاں، بریلوی۔

اللہ تعالیٰ اپنے پوشیدہ لُطف و مہربانی سے، ان کے ساتھ، معاملہ کرے——

یہ کتاب، واقعی اِس لائق ہے کہ، سیاہی کے بجائے، سونے سے لکھی جائے۔''

(اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیۃ۔ مطبوعہ: بریلی)

(۹) شیخ عبدالرحمٰن، حنفی — استاذِ جامعہ ازھر، قاھرہ (مصر)

مصنف نے رسالہ میں کافی دلائل، ذکر کر دیے ہیں۔

اور حاسد کے لئے، تو طویل عبارتیں بھی، ناکافی ہوتی ہیں۔'' (اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیۃ۔ مطبوعہ: بریلی)

(۱۰) شیخ عبداللہ حنبلی، نابلسی، مسجدِ نبوی، مدینہ طیبہ

''وہ نادرِ روزگار، اِس وقت اور زمانے کا نور، عالِمِ باعمل، بلند ہمت، فاضل مسائل اور مشکل احکام کی تنقیح کرنے والا، اور دلائل و براہین سے ان کو مستحکم تر کرنے والا معزّز مشائخ اور فُضَلا کا سردار، بِلا تامُّل، وہ زمانہ کا گوہرِ یکتا، قاضی القضاۃ شیخ احمد رضا خاں، خدا، ان کی زندگی سے ہم کو متمتع فرمائے۔

اور ہم پر، اور سارے مسلمانوں پر، ان کا فیض، جاری رکھے۔ آمین۔

(اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیۃ۔ مطبوعہ: بریلی)

چند، دیگر تقریظات

بہت سے دوسرے عُلماے عرب و عجم نے بھی تقریظات و تصدیقات سے نوازا ہے۔

جن میں ابھی بہت سی غیر مطبوعہ بھی ہیں۔ ان تمام کو لکھنا، تطویل کا باعث ہے۔

ذیل میں عالَمِ اسلام کی چند مقتدر ہستیوں کے اَسما، لکھے جاتے ہیں۔

جن میں کچھ کا، اوپر، ذکر بھی ہو چکا ہے۔

اُس وقت کے بیشتر عُلما نے، بیک زبان، آپ کو اپنے وقت کا امام و مقتدا

علوم و فنون کا جامع، فیوض و برکات کا سرچشمہ، اسلام کا داعی و مُبلّغ۔

اور متعدد عُلما نے آپ کو چودھویں صدی ہجری کا مُجدِّدِ برحق، تسلیم کیا ہے۔

اَسمائے گرامی، عُلمائے حرمین طیبین

عُلمائے مکہ مکرَّمہ

۱۔ شیخ محمد صالح بن شیخ صدیق کمال	مفتیِ حنفیہ۔ مکہ مکرمہ
۲۔ // محمد سعید بن محمد بابصیل	مفتیِ شافعیہ۔ مکہ مکرمہ
۳۔ // عبداللہ بن حمید	مفتیِ حنابلہ۔ مکہ مکرمہ
۴۔ // محمد عابد	مفتیِ مالکیہ۔ مکہ مکرمہ
۵۔ // عبداللہ بن عبدالرحمٰن سراج	مفتیِ حنفیہ۔ مکہ مکرمہ
۶۔ // احمد ابوالخیر بن عبداللہ میرداد	رَئِیسُ الْخُطَباء وَالْاَئِمّةِ بِالمسجدِالْحَرام
۷۔ // سید اسمٰعیل خلیل	// // // // // // //
۸۔ // محمد جمال بن محمد امیر بن حسین	مفتیِ مالکیہ
۹۔ // محمد صالح بن محمد بافضل	امامِ شافعیہ، مسجدِ حرام
۱۰۔ // عبدالرحمٰن بن احمد دہان	// // // //
۱۱۔ // محمد علی بن شیخ صدیق کمال، حنفی	مدرسِ مسجدِ حرام
۱۲۔ // عطیہ محمود	مدرسِ حرم شریف
۱۳۔ // محمد بن واسع حسینی ادریسی	// // // //
۱۴۔ // عبداللہ بن محمد صدقہ	مدرسِ مسجدِ حرام
۱۵۔ // شیخ عمر بن ابی بکر، باجنید	مدرسِ مسجدِ حرام
۱۶۔ // ابوحسین محمد مرزوقی	// // // //
۱۷۔ // محمد علی بن حُسین، امامِ مالکیہ	// // // //
۱۸۔ // اسعد بن احمد دہان	// // // //
۱۹۔ // محمد مختار بن عطارد الجاوی	// // // //
۲۰۔ // محمد یوسف خیاط	وَغیرھُم۔ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن

عُلماے مدینہ منوَّرہ

۲۱۔ // شیخ عثمان بن عبدالسلام، داغستانی — مفتیِ مدینہ منورہ
۲۲۔ // احمدالجزائری بن سیداحمد المدنی — مفتیِ مالکیہ، مدینہ طیبہ
۲۳۔ // محمد تاج الدین محمد بن مصطفیٰ الیاس حنفی — مفتیِ مدینہ منورہ
۲۴۔ // عبداللہ نابلسی حنبلی — مسجدِ نبوی شریف
۲۵۔ // محمد عبدالباری بن سید محمد امین رضوان — مسجدِ نبوی شریف
۲۶۔ // محمد سعید بن محمد الحسنی الادریسی القادری — مسجدِ نبوی شریف
۲۷۔ // احمد اسعد الکیلانی حسنی وحسینی — حماہ شریف
۲۸۔ // عبدالقادر بن سودہ القرشی — مسجدِ نبوی شریف
۲۹۔ // مصطفیٰ بن تارزی بن غروز مالکی — مدرسِ مسجدِ نبوی شریف
۳۰۔ // عبدالرحمٰن دویدار المصری — مدرسِ مسجدِ نبوی شریف
۳۱۔ // حسین بن عبدالقادر، طرابلسی — مدرسِ مسجدِ نبوی شریف
۳۲۔ // سید احمد علوی بن سید احمد بافقیہ حسین علوی — مفتیِ شافعیہ
۳۳۔ // عباس بن رضوان — مسجدِ نبوی شریف
۳۴۔ // احمد بن سید احمد حسینی، شیخِ مالکیہ — مسجدِ نبوی شریف
۳۵۔ // سید احمد علی اَلھِندِی، رامفوری — مہاجرِ مدنی
۳۶۔ // شیخ علی بن احمد — مسجد نبوی شریف
۳۷۔ // شیخ غلام محمد بُرہان الدین بن شیخ نور الحسن
۳۸۔ // محمد عبدالوہاب بن محمد یوسف — مسجدِ نبوی شریف
۳۹۔ // احمد بن محمد الفاری
۴۰۔ // موسیٰ علی موسیٰ شامی، ازہری، مدنی
۴۱۔ // یٰسین الخیاری — مسجدِ نبوی شریف
۴۲۔ // عبدالرحمٰن — مدرسِ مسجدِ نبوی شریف

۴۳۔ // محمد توفیق الایوبی الانصاری	مدینہ طیبہ
۴۴۔ // عبدالوہاب	مدینہ طیبہ
۴۵۔ // محمد کریم اللہ	مہاجرِ مدنی
۴۶۔ // محمد یعقوب بن شیخ محمد رجب	مدرسِ مسجدِ نبوی شریف
۴۷۔ // محمد یٰسین بن سعید	مسجدِ نبوی شریف
۴۸۔ // حُسین بن محمد	
۴۹۔ // محمد سعید بن محمد الحسنی الحسینی الاویسی القادری	
۵۰۔ // علی الرحمانی	مدینہ طیبہ

رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔

دیگر بلادِ اسلامیہ

۵۱۔ // عبدالرحمٰن احمد حنفی	مدرسِ جامعہ ازہر، مصر
۵۲۔ // ابراہیم عبدالعلی السقا	مدرسِ جامعہ ازہر، مصر
۵۳۔ // محمد الجامع الازہری الدمشقی القسطنطینی	
۵۴۔ // محمد یوسف بن اسمٰعیل، نبہانی	بیروت
۵۵۔ // شیخ محمد امین، دمشقی	دمشق
۵۶۔ // محمد سعید بن عبدالقادر	بغدادی
۵۷۔ // محمد یحییٰ المکتبی الحسینی	دمشق
۵۸۔ // حمدان وینسی قسطنطینی، الجزائری	

۵۹۔ شیخ یوسف عطا، مدرسِ درگاہِ قادریہ، بغداد شریف۔ وغیرھُم۔

رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔

مولانا عبداللہ بن صدیق، مفتیِ حنفیہ، مکہ مکرّمہ

امام احمد رضا کی قیام گاہ، مرجعِ عوام و خواص بنی رہی۔ صبح سے بارہ بجے شب تک

دینی وعلمی مذاکرے ہوتے۔سندوں اور اجازتوں کے حصول کا سلسلہ، جاری رہتا۔
آپ کے علم وفضل کی شہرت، سُن کر عُلمائے کرام
خود ہی، فرودگاہِ رضویہ (مکہ مکرَّمہ) پر تشریف لاتے اور اِکتسابِ فیض کرتے۔
شیخ عبدالحق، الٰہ آبادی، مہاجرِ مکی، مؤلِّفِ اَلْاِکْلِیْل عَلیٰ مَدَارِكِ التَّنْزِیْل
قیامِ مکہ مکرَّمہ کی چالیس (۴۰) سال کی مدت میں کبھی، شریفِ مکہ کے یہاں تشریف نہ لے گئے۔لیکن، باآں جلالتِ علمی وکبرِ سنی، امام احمد رضا کی قیام گاہ پر، دوبار تشریف لائے۔
صرف ایک شخصیت ایسی تھی، جو، امام احمد رضا، بریلوی سے ملاقات کے لئے
آپ کی قیام گاہ پر، نہ آسکی۔
مکہ مکرَّمہ میں مفتیِ حنفیہ کا درجہ، شاہِ حجاز کے بعد سمجھا جاتا تھا۔
اُس وقت، اِس منصبِ عظیم پر حضرت شیخ عبداللہ بن صدیق، فائز تھے۔
امام احمد رضا کے علمی کمالات کی شہرت نے، بِالآخر، انہیں بھی ملاقات وزیارت کا مشتاق بنادیا۔ اپنے ایک مخصوص شاگرد کو بھیجا کہ ملاقات کا کوئی پُرسکون وقت، متعین ہوجائے۔
انھوں نے، بارگاہِ رضوی (مکہ مکرَّمہ) میں حاضری دی اور یہ گزارش کی:
''حضرت مولانا عبداللہ بن صدیق، مفتیِ حنفیہ نے، بعدِ سلام فرمایا ہے کہ:
میں، آپ کی زیارت کا بہت مشتاق ہوں۔''
آپ، ملاقات کا کوئی وقت، متعین کرنا ہی چاہتے تھے کہ:
حضرت مولانا سید محمد اسمٰعیل خلیل، جو بغل میں بیٹھے ہوئے تھے، وہ بول اٹھے:
قسم بخدا! یہ نہیں، ہوسکتا کہ:
تمام عُلمائے کرام، تو خود تشریف لائیں اور آپ، ان کے پاس، حاضر ہوں۔''
اس جلیلُ القدر عالم کی اس بات نے آپ کو، پس وپیش میں ڈال دیا۔
لیکن، تقدیرِ الٰہی میں ایک نئی شان سے ملاقات ہونی، مقدَّر تھی۔
واقعہ، یوں ہے کہ اسی دَوران، شیخ عبداللہ میرداد، امامِ حرم شریف اور مولانا حامد محمد احمد جَدَّاوِی نے بسلسلۂ نوٹ، بارہ سوالات پر مشتمل، ایک اِستفتا، امام احمد رضا کے پاس بھیجا۔
آپ نے ایک مبسوط رسالہ، بنام کِفْلُ الْفَقِیْہِ الْفَاھِمْ فِی اَحْکَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاھِم

کی شکل میں جواب دیا۔ ۲۳ محرم ۱۳۲۴ھ کو، اس کی تکمیل ہوئی۔

محافظِ کتب خانۂ حرم شریف، شیخ سید مصطفیٰ، چوں کہ نہایت خوش خط عالم تھے
اس لئے ان کو، یہ کتاب، تبییض کے لئے دی گئی۔

مُبَیَّضہ کی مُراجعت وتصحیح کے لئے ۲۴ محرم ۱۳۲۴ھ کو، ایک بار
امام احمد رضا، اس کتب خانہ میں تشریف لے گئے
تو دیکھا کہ ایک عظیمُ المرتبت عالم، کِفلُ الْفَقِیْہِ الْفَاھِم کے مطالعہ میں مشغول ہیں۔
اور جب، وہ، اس مقام پر پہنچے، جہاں، امام احمد رضا نے فتح القدیر سے
یہ عبارت، نقل کی تھی: لَوْبَاعَ کَاغَذَۃً بِاَلْفٍ یَجُوْزُ وَلَایَکْرَہُ۔
یعنی، کوئی شخص اپنے کاغذ کا ٹکڑا، ہزار روپے میں بیچے، تو، بلا کراہت، جائز ہے۔''
تو، پھڑک اٹھے اور اپنے زانو پر، فرطِ مسرت سے ہاتھ مارتے ہوئے بولے:

اَیْنَ جَمَالُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ مِنْ ھٰذَا النَّصِّ الصَّرِیْح۔

حضرت جمال بن عبداللہ (سابق مفتیِ حنفیہ) اِس نَصِّ صریح سے کیسے غافل رہے؟
(حضرت جمال بن عبداللہ سے بھی نوٹ سے متعلق، یہی سوال ہوا
جس کا، انھیں، کوئی تشفی بخش جواب، نہ مل سکا)

امام احمد رضا اپنے مُبَیَّضہ کی مُراجعت وتصحیح میں، بدستور، مصروف رہے۔
ان دونوں حضرات میں سے کوئی بھی، ایک دوسرے سے ابھی تک، متعارف نہ تھا۔
کوئی مسئلہ اُلجھا ہوا تھا، جسے دیکھنے کے لئے
مولانا عبداللہ بن صدیق نے کتابیں نکلوائیں۔ تا کہ ان میں سے عبارتیں، نقل کریں۔
اتفاقاً، انھوں نے ایک دوات، ایسی کتاب پر رکھ دی
جس کا، نہ وہ مطالعہ کر رہے تھے اور نہ ہی اس سے کچھ نقل کر رہے تھے۔
امام احمد رضا نے کچھ کہے بغیر، کتاب سے دوات اٹھا کر، دوسری جگہ رکھ دی۔
مفتیِ حنفیہ بول اُٹھے: کیوں جناب!
بحر الرائق، کتابُ الکراھِیۃ میں تو، یہ تصریح ہے کہ دوات، کتاب پر رکھنی، جائز ہے؟
آپ نے، مختصراً جواب دیا:
''مگر، بہ ضرورت، جائز ہے۔'' جیسے ہَوا کی وجہ سے کتاب کے اوراق اُڑتے ہوں۔

انھوں نے ارشاد فرمایا: میں لکھنا ہی تو چاہتا تھا؟ آپ نے فرمایا: مگر، ابھی لکھ تو نہیں رہے تھے۔
اس کے بعد، حضرت مفتیِ حنفیہ، خاموش ہو گئے۔
اور سید اسمٰعیل، محافظِ کتب خانۂ حرم شریف سے دریافت فرمایا کہ: **یہ کون عالم ہیں؟**
مولانا اسمٰعیل نے فرمایا: **یہی، مولانا احمد رضا خاں ہیں۔**
جن کی کتاب **کِفلُ الفَقِیہِ الفَاھِم** کا، آپ ابھی مطالعہ فرما رہے تھے۔
مفتیِ حنفیہ، فوراً، حضرت امام احمد رضا سے گرم جوشی کے ساتھ ملے۔
اس کے بعد، دونوں حضرات، کتب خانے سے تشریف لے گئے۔

شاہِ حجاز کا دربار، اور اَلدَّولَۃُ المَکِّیَّۃ

عُلمائے کرام کے درمیان، امام احمد رضا اور آپ کی کتاب **اَلدَّولَۃُ المَکِّیَّۃ** کی مقبولیت کا حال آپ، گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے۔ اب، شاہِ حجاز کے دربار کا بھی، تھوڑا سا حال پڑھ لیجئے۔
شاہِ حجاز نے، گویا، کتاب کی اِفادیت اور مقبولیت پر، سرکاری مہر لگا دی۔
اور مخالفین کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں، اپنی موت آپ مر گئیں۔
اور وہ اپنے مقصد میں بری طرح، خائب و خاسر، رہے۔
شاہِ حجاز کا دربار، نمازِ عشا کے بعد سے، بارہ بجے شب تک لگا رہتا تھا۔
اور عوام و خواص اپنی اپنی عرض داشتیں، پیش کرتے۔
رئیس العلما، مولانا صالح کمال، ۲۸؍ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو، دربارِ شاہی میں پہنچے۔
اور دربار میں کتاب، پیش کرتے ہوئے فرمایا:
شیخ احمد رضا نے، وہ علم، ظاہر کیا، جس کے انوار چمک اُٹھے اور جو ہمارے خواب میں بھی، نہ تھا۔"
شریف علی پاشا نے کتاب پڑھنے کا حکم دیا۔ مولانا صالح کمال نے پڑھنا، شروع کیا۔
مخالفین، درمیان میں بار بار اعتراض کرتے کہ:
کہیں، یہ کتاب ہماری موت کا سامان، نہ بن جائے اور ہمیں کوئی پوچھنے والا بھی نہ رہ جائے۔
معترضین میں احمد فلکیہ اور عبدالرحمٰن اسکوبی، پیش پیش تھے۔

مولانا صالح کمال نے، دو ایک اعتراضات کے دندان شکن جواب دیے۔
مگر، جب، ان کی نیت سمجھ گئے، تو شریف علی پاشا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ:
آپ کا کیا حکم ہے؟ میں کتاب پڑھوں، یا۔ان کے اعتراضات کے جواب دوں؟
شریف نے کہا: اِقْرَأْ۔ آپ کتاب پڑھ کر سُنائیے۔
فرمانِ شاہی کے بعد، مخالفین کی زبان، بند ہو گئی اور کتاب پڑھ کر سنائی جانے لگی۔
اَلدَّوْلَةُ الْمَكِّيَّة کے دلائل و براہین، جو کتاب و سنّت کی روشنی میں نہایت ٹھوس اور مستحکم تھے
انھیں، سُن کر، شریف علی پاشا نے بآواز بلند کہا: اَللّٰهُ يُعْطِي وَهٰؤُلَاءِ يَمْنَعُوْن———
خدا تو اپنے حبیب ﷺ کو علمِ غیب، عطا فرماتا ہے اور یہ روکتے ہیں۔"
بارہ بجے تک، اِس کتاب کا نصف حصہ ختم ہوا۔اب، دربار برخاست ہونے کا وقت آ گیا۔
اس لئے شریف نے مولانا صالح سے کہا کہ: آپ، یہاں، نشانی رکھ دیجیے۔
آپ نے، وہیں رکھ دیا اور وہ کتاب پھر انھیں کے پاس رہ گئی۔
اور اصل کتاب سے، دیگر عُلمائے کرام نے نقلیں، حاصل کیں۔
عُلمائے کرام اور شاہِ حجاز کے دربار میں، جب مخالفین کو، ناکامی ہوئی
تو، انھوں نے، تیسرے دربار کا رُخ کیا۔
اُس وقت کے گورنرِ مدینہ، راتب پاشا، دیندار شخص تھے۔
وہ، روزانہ، عصر بعد، طوافِ خانۂ کعبہ کیا کرتے تھے۔
احمد فلگیہ اور عبدالرحمٰن اسکوبی نے سوچا کہ:
شریف پاشا ایک عقل منداور تعلیم یافتہ شخص تھا
اِس لئے اس کے سامنے، ہمارا کوئی بس، نہ چل سکا۔
یہ جاہل و ناخواندہ ہے، اس کو، ہم، کسی طرح اپنے دامِ فریب کا شکار بنالیں۔
یہ سوچ کر انھوں نے شیخ عبدالقادر، شلبی، جو اُس وقت، نائب الحرم کہے جاتے تھے
ان کو بھی پُر فریب طریقہ سے اپنا ہم نَوا بنا کر، راتب پاشا کے پاس پہنچے۔
اور طواف کے بعد، عرض کیا کہ:
ایک ہندی عالم آیا ہے اور وہ، عربوں کے عقائد بگاڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اس کے بعد، اس نے سوچا کہ آخر، یہ گورنر سوچ سکتا ہے کہ:

عُلمائے حرمین کی موجودگی میں ایک ہندی عالم، کیوں کر، عربوں کے عقائد، خراب کر سکتا ہے؟

اِس لئے اس نے مجبوراً، چند مقتدر ہستیوں کے نام بھی گنائے کہ:

یہ لوگ بھی اس کے ہمنوا ہو گئے ہیں۔ مثلاً: کبیر العلما، شیخ ابوالخیر میرداد

رئیس العلما، شیخ صالح کمال، شیخ العلما، سید محمد سعید بابصیل، وغیرھُم۔

یہ سن کر، راتب پاشا نے عبدالقادر، شلبی کو، ایک زوردار طمانچہ، رسید کیا اور کہا:

یَا خَبِیثَ ابن الْخَبِیث! یَا کَلْب ابن الْکلْب!

اِذَا کَانَ ھولَاءِ مَعَہٗ فَھُوَ یُفْسِد اَمْ یُصْلَح؟

اے کمینے! جب، یہ عظیم المرتبت شخصیتیں، اس کے ساتھ ہیں

تو وہ، فساد برپا کرے گا، یا۔ اصلاح کرے گا؟''

جس مردِ مجاہد کو غیبی تائید اور حق کی نصرت و حمایت، حاصل تھی

اُسے، یہ چند فتنہ پرور عناصر، کس طرح، زیر کر سکتے تھے؟

حق، ہمیشہ، سر بلند رہتا ہے اور اس کے سامنے، بالآخر تمام مُفسِدانہ قوتیں

سِپر انداز ہونے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔

حضرت مولانا ظفر الدین، قادری، رضوی، عظیم آبادی (متوفی ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) لکھتے ہیں کہ:

دوسرے سفرِ حج و زیارت کے موقع پر امام احمد رضا کی قسمت نے یاوری کی اور آپ

بیداری کی حالت میں، زیارتِ سرورِ کائنات ﷺ کی سعادت سے، بَہرہ ور اور شاد کام ہوئے۔

اسی سلسلے میں، یہ واقعہ، بیان کرتے ہیں کہ:

''مولوی سید شاہ جعفر میاں صاحب (پُھلواری) خطیبِ جامع مسجد

کپورتھلہ (پنجاب) نے، اپنے والد کے عرس کے موقع پر

اس واقعہ کو، مؤثر انداز میں بیان کیا تھا کہ:

جب جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَة

دوسری مرتبہ، زیارتِ نبوی کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوئے

تو شوقِ دیدار میں، روضہ شریف کے مواجہہ میں، درود شریف پڑھتے رہے۔

اور یقین کیا کہ ضرور، سرکارِ اَبد قرار، ﷺ عزت افزائی فرمائیں گے۔
اور بالمواجہہ، زیارت سے مشرَّف فرمائیں گے۔
لیکن، پہلی شب ایسا نہ ہوا، تو کچھ کبیدہ خاطر ہو کر ایک غزل لکھی
جس کا مطلع، یہ ہے:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں   تیرے دن، اے بہار! پھرتے ہیں

اس غزل کے مقطع میں، اسی کی طرف، اشارہ کیا۔ فرماتے ہیں:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ   تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ غزل، مواجہہ میں عرض کر کے انتظار میں مؤدَّب بیٹھے ہوئے تھے کہ:
قسمت، جاگ اٹھی اور چشمِ سر سے بیداری میں، زیارتِ حضورِ اقدس ﷺ سے مشرَّف ہوئے۔"

(ص ۱۳۷۔ حیات اعلیٰ حضرت، حصہ اول۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی۔ طبعِ جدید ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)

حُسَامُ الْحَرَمَیْن عَلٰی مَنْحَرِ الْکُفْرِ وَالْمَیْن

(۱۳۲۴ھ)

اَلْـمُعْتَقَدُ الْمُنْتَقَد (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) حضرت علاَّمہ فضلِ رسول، عثمانی، قادری، بدایونی (متوفی جمادیٰ الاولیٰ ۱۲۸۹ھ/ اگست ۱۸۷۲ء) کی جلیل القدر تصنیف ہے۔
جس پر علاَّمہ فضلِ حق، خیر آبادی و مفتی صدر الدین، آزردہؔ، دہلوی و حضرت مولانا احمد سعید مجدِّدی، دہلوی، مہاجرِ مدنی و علاَّمہ حیدر علی، فیض آبادی کی تصدیقات و تقریظات ہیں۔
امام احمد رضا نے، **اَلْمُعْتَقَدُ الْمُنْتَقَد** پر تعلیقات و حواشی کا اضافہ فرما کر
"اَلْمُعْتَمَدُ الْمُسْتَنَد بِنَاء نجاۃِ الْاَبَد" (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) نام رکھا۔
اور ان تعلیقات کا خلاصہ کر کے، عُلماے عرب کے سامنے، پیش کیا۔
اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَّۃ (۱۳۲۳ھ) ہی کی طرح، اس پر بھی عُلما و مشائخِ کرام نے دل کھول کر تقریظیں لکھیں، جنھیں، بعد میں مرتَّب کر کے **حُسَامُ الْحَرَمَیْن** (۱۳۲۴ھ) کے نام سے شائع کیا گیا۔
اَلْمُعْتَمَدُ الْمُسْتَنَد کے بنیادی مباحث یہ تھے، جن میں مذہبِ اہلِ سنَّت کا اِثبات کیا گیا:

۱۔ **تکذیبِ انبیا و رسل و انکارِ ختمِ نبوت۔**

۲۔ **نَصِّ قطعی سے اِثباتِ علمِ شیطان اور انکارِ وُسعتِ علمِ نبوی۔**

۳۔ **اِمکانِ وقوعِ کذبِ باری تعالیٰ۔**

۴۔ **نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، بعثتِ انبیا کا امکان۔**

۵۔ **علمِ غیبِ رسول عَلَیْہِ السَّلام کو، بچوں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ۔**

اَلْمُعْتَمَدُ الْمُسْتَنَد کے خلاصہ میں امام احمد رضا نے، ان عقائد و نظریات کا باطل ہونا اور ان کے ماننے والوں کا، کافر ہونا، قرآن و حدیث کے، نا قابلِ تردید دلائل کی روشنی میں ثابت کیا اور اسے (بتاریخ ۲۱/ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ) عُلماے عرب کے سامنے، پیش کیا۔

جس سے انھوں نے اتفاق کیا اور اپنی تصدیقات و توثیقات سے **حسامُ الحرمین** کو نوازا۔

چند اقتباسات، پیشِ خدمت ہیں:

تقریظاتِ عُلماے کرام

(۱) سید اسمٰعیل بن خلیل

(محافظِ کتب خانۂ حرمِ مکّہ مکرَّمہ)

"اور میں، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی حمد بجالاتا ہوں کہ:

اس نے، عالمِ باعمل کو مقرر فرمایا، جو فاضلِ کامل ہے۔ منقبتوں اور فخروں والا۔

اس مثل کا مظہر کہ اگلے، پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے۔

یکتاے زمانہ، اپنے وقت کا یگانہ، حضرت احمد رضا خاں، بڑے احسان والے۔

اللہ، انھیں، سلامت رکھے۔ (آمین)

ان (عُلماے سوء) کی بے ثبات حُجّتوں کو، آیات اور قطعی حدیثوں سے باطل کرنے والے

اور کیوں نہ ہو کہ عُلماے مکہ، اس کے فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں۔

اگر وہ، سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا

تو عُلماے مکہ اس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے۔ بلکہ مَیں کہتا ہوں کہ:

اگر، اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدِّد ہے، تو حق اور صحیح ہوگا۔"

(ص۱۲۷۔ حُسَامُ الْحَرَمَین ۔از امام احمد رضا۔ مطبوعہ: رضوی کتب خانہ، بریلی)

(۲) شیخ صالح بن صدیق کمال (مفتیِ حنفیہ۔مکہ مکرّمہ)

’’اے امام و پیشوا! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں، ہمیشہ، رہیں۔

بے شک! آپ نے جواب دیا اور بہت ٹھیک جواب دیا اور تحریر میں دادِ حق دی۔

اور مسلمانوں کی گردنوں میں احسان کی ہیکلیں ڈالیں۔

اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے یہاں، عمدہ ثواب کا سامان کرلیا۔

تو اللہ، آپ کو مسلمانوں کے لئے مضبوط قلعہ بنا کر قائم رکھے۔

اور اپنی بارگاہ سے آپ کو بڑا اَجر اور بلند مقام دے۔’’ آمین۔(ص۱۱۹۔ حُسَامُ الْحَرَمین)

(۳) شیخ احمد ابوالخیر بن عبداللہ میر داد (خطیب مسجد الحرام، مکہ مکرّمہ)

’’بے شک، وہ علاّمہ ٔ فاضل کہ اپنے دیدۂ حق کی روشنی سے

مشکلوں اور دشواریوں کو، حل کرتا ہے۔ احمد رضا خاں، جو، اسم با مسمّٰی ہیں۔

ان کے کلام کے موتی، اس کے معنی کے جواہر سے مُطابقت رکھتے ہیں۔

وہ، باریکیوں کا خزانہ ہے، محفوظ گنجینوں سے چُنا ہوا۔

اور معرفت کا آفتاب ہے، جو، ٹھیک دوپہر کو چمکتا ہے۔ علوم کی مشکلاتِ ظاہر و باطن کو

نہایت کھولنے والا، جو، اس کے فضل پر آگاہ ہوا، اسے، سزاوار ہے کہ کہے:

اگلے، پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے۔

لَیۡسَ عَلیٰ اللّٰہِ بِمُسۡتَنۡکَر ـــــ اَنۡ یَجۡمَعَ الۡعَالَمَ فِی وَاحِد

خدا پر، یہ کچھ مشکل نہیں کہ وہ، ایک شخص میں ساری دنیا، جمع فرمادے‘‘۔

(ص۱۱۵۔ حُسَامُ الْحَرَمین)

(۴) شیخ عابد حُسین، مفتیِ مالکیہ (مکہ مکرّمہ)

’’عُلماے مشاہیر کا سردار، معزّز فاضلوں کا سرمایۂ افتخار، سعادتِ دارین و مِلّت

محمود سیرت، ہر کام میں پسندیدہ، صاحبِ عدل، عالمِ باعمل، صاحبِ احسان
حضرت مولانا احمد رضا خاں، تو اس نے، اس بات میں (یعنی گستاخانِ مصطفیٰ عَلَیْہِ التَّحِیَّۃُ وَالثَّنَاء کا رَد فرما کر) فرضِ کفایہ، ادا کر دیا۔'' (ص ۱۳۹۔ حُسَامُ الْحَرَمَین)

(۵) سیّد احمد بن سید اسمٰعیل، اَلحُسینی، اَلبَرزَنجی (مفتیِ شافعیہ، مدینہ طیبہ)

''اے علاّمہ کامل، شہیر ومشہور، صاحبِ تحقیق وتنقیح، صاحبِ تدقیق وتزئین
عالمِ اہل السُنّہ والجماعۃ، شیخ احمد رضا خاں، بریلوی۔
(اللہ، اس کی تمناؤں کو پوری فرمائے اور اس کی بلندیوں کو، باقی ودائم رکھے)
مَیں نے، آپ کی کتاب اَلْمُعْتَمَدُ الْمُسْتَنَد کے خلاصہ کا مطالعہ کیا۔
تو مَیں نے، اس کو قوت ونقد کی انتہائی بلندیوں پر پایا۔'' (ص ۱۹۹۔ حُسَام الْحَرَمَین)

(۶) شیخ محمد یوسف (مدرسِ مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرَّمہ)

''یہ رسالہ، میرے علم میں آیا، جسے علاّمہ فاضل اور دریاے علم ودانش نے تصنیف فرمایا ہے
وہ کہ اللہ کی مضبوط رسّی تھامے ہوئے ہے۔ دین وشریعت کے مینارۂ نور کا محافظ۔
وہ کہ زبانِ بلاغت، جس کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہے۔ اس کے حقوق واحسانات کی
خدمت سے عاجز ہے۔ وہ کہ جس کے وجود پر، زمانے کو ناز ہے، مولانا شیخ احمد رضا خاں۔
وہ، ہمیشہ، اس ہدایت پر گامزن رہے اور بندوں کے سروں پر
فضل واحسان کے پرچم، بلند کرتا رہے۔'' (ص ۱۵۶۔ حُسَامُ الْحَرَمَین)

(۷) شیخ اسعد بن دَہّان (مدرسِ حرم شریف، مکہ مکرَّمہ)

''یہ عظمت والا رسالہ، میرے علم میں آیا، جس کا مصنف
نادرِ روزگار اور خلاصۂ لیل ونہار، وہ علاّمہ، جس کی وجہ سے پچھلے، اگلوں پر فخر کرتے ہیں۔
عالمِ زمانہ، جس نے اپنے روشن بیان سے، سحبانِ فصیح البیان کو، بے زبان کر دیا۔
سیدی وسندی، شیخ احمد رضا خاں، بریلوی۔'' (ص ۱۵۰۔ حُسَامُ الْحَرَمَین)

(۸) شیخ حامد احمد محمد، جَدّاوِی (مکه مکرّمه)

''میں نے، یہ مختصر رسالہ، مطالعہ کیا۔ رسالہ کیا ہے، یہ تو خالص سونے کی ڈلی ہے۔
یا۔ یاقوت وزبرجد اور موتیوں کی لڑیوں کا دانہ ہے۔
جسے، پیشوائے معتمد، عالمِ باعمل، فاضلِ متبحر، دریائے بیکراں، محیطِ کامل
محبوب ومقبول ومرغوب، ستودہ اقوال وافعال
مولانا شیخ احمد رضا خاں کے قابلِ قدر ہاتھوں نے صراط مستقیم کی لڑی میں پرودیا ہے۔
اللہ تعالیٰ، ہمیں اور جملہ مسلمانانِ عالَم کو، ان کی زندگی سے نفع، عطا فرمائے۔''

(ص ۱۷۱۔ حُسَامُ الْحَرَمَین)

(۹) شیخ سعید بن سیّد محمد اَلغزِّی، شیخُ الدَّلائل (مدینہ طیبہ)

''جب، شک وشبہ کی اندھیری رات چھا جاتی ہے
تو وہ اپنے آسمانِ علم سے چودہویں کا چاند چمکاتا ہے۔ اس طرح، نسلاً بعد نسلٍ، عُلمائے کاملین
وناقدین کے ہاتھوں، شریعتِ مطہّرہ، تغیر وتبدُّل سے محفوظ رہی اور ان جلیل القدر عُلما میں
کثیر الفہم، عظیم العلم، حضرت مولانا احمد رضا خاں ہیں۔(ص ۱۸۲۔ حُسَامُ الْحَرَمَین)

(۱۰) شیخ عمر بن حمدان، محرِسی، مالکی، اشعری (مدینہ طیبہ)

''جناب شیخ احمد رضا نے، اپنے خلاصہ میں جو تحریر فرمایا ہے۔ مَیں نے، اس کا مطالعہ کیا۔
یہ خلاصہ، ان کی کتاب موسوم بہ اَلْمُعْتَمَدُ الْمُسْتَنَد سے ماخوذ ہے۔
بعد مطالعہ، میں نے محسوس کیا کہ:
مصنف نے تحقیق کا حق، ادا کردیا۔ مصنف کی تعریف وتوصیف، اللہ کے لئے ہے۔
وہ مصنف، جو خوب جاننے والا، خوب سمجھنے والا اور سوچنے والا ہے۔
اور ایسی روشن تحقیق کرنے والا ہے، جس سے تمام پہلو، روشن ومنور ہوجاتے ہیں۔''

(ص ۱۸۹۔ حُسَامُ الْحَرَمَین)

یہ اوراس طرح کی دوسری بہت سی تقریظات وتصدیقات ہیں۔
جن کی، ہر ہر سطر، عقیدت واحترام اوراعترافِ علم وفضل کے جذبات سے معمور اورلبریز، نظر آتی ہے۔
خلاصۂ اَلْمُعْتَمَدُ الْمُسْتَند پر تقریظات لکھنے والے عُلماے کرام کے اسماے گرامی، ذیل میں، درج کیے جاتے ہیں:

اسماے گرامی عُلماے حرمین طیبین

عُلماے مکہ مکرّمہ

۱۔ شیخ صالح کمال	مفتیِ حنفیہ
۲۔ // محمد سعید بابصیل	مفتیِ شافعیہ
۳۔ // عابد حسین	مفتیِ مالکیہ
۴۔ // علی بن صدیق کمال	سابق مفتیِ حنفیہ
۵۔ // احمد ابوالخیر بن عبداللہ میر داد	خطیبِ مسجدِ حرام
۶۔ // اسمٰعیل بن خلیل	محافظِ کتبِ حرمِ مکی
۷۔ // علی بن حُسین مالکی	مدرسِ مسجدِ حرام
۸۔ // عبدالحق، مہاجرِ مکی	مؤلفِ "اَلْاِکْلِیل عَلیٰ مَدَارِکِ التَّنْزِیل"
۹۔ // عمر بن ابی جنید	
۱۰۔ // سید مرزوقی ابوحسین	
۱۱۔ // محمد علی بن حسین مکی	
۱۲۔ // اسعد بن دَہّان	مدرسِ حرم شریف
۱۳۔ // محمد یوسف افغانی، مہاجرِ مکی	مدرسِ مدرسہ صولتیہ، حرم شریف
۱۴۔ // محمد یوسف خیاط	
۱۵۔ شیخ محمد عبدالکریم، ناجی، داغستانی	

۱۶۔ // احمد محمد، جَدَّ اوِی

۱۷۔ // جمال بن محمد بن حسین

۱۸۔ // عبدالرحمٰن دَہَّان

۱۹۔ // مولانا احمد مکی، خلیفۂ حاجی امدادُاللہ، مہاجرِ مکی، مدرسِ مدرسہ صولتیہ، حرم شریف

۲۰۔ // محمد صالح بن محمد بافضل

۲۱۔ // محمد سعید بن محمد، یمانی مدرسِ مسجدِ حرام۔

رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن

عُلماے مَدینہ طیبہ

۲۲۔ شیخ تاج الدین الیاس بن مصطفیٰ الیاس مفتیِ مدینہ

۲۳۔ // سید شریف احمد، برزنجی مفتیِ شافعیہ

۲۴۔ // سید احمد اَلجزائری شیخِ مالکیہ

۲۵۔ // محمد سعید بن محمد الغزنی شیخُ الدَّلائل

۲۶۔ // عمر بن حمدان محرسی، مالکی، اشعری

۲۷۔ // سید محمد بن محمد حبیب، مدنی، دیداری

۲۸۔ // عبدالقادر توفیق شلبی، طرابلسی، حنفی

۲۹۔ // عثمان بن عبدالسلام، داغستانی سابق مفتیِ مدینہ

۳۰۔ // سید عباس بن خلیل محمد رضوان، شیخُ الدَّلائل

۳۱۔ // محمد بن موسیٰ خیاری مدرسِ حرم شریف

(۳۲۔ // محمد عزیز وزیر مالکی، مغربی، اندلسی۔

رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِم اَجْمَعِیْن۔

☆☆☆☆

جدید عُلماے عرب کی نظر میں

امام احمد رضا، بریلوی کے خلیفۂ اجل، حضرت مولانا شیخ ضیاء الدین، قادری، مہاجرِ مدنی (وصال ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) نے حافظ احسانُ الحق (گوجرانوالہ، پنجاب) سے بیان فرمایا:

ایک مرتبہ، مصر کے فاضل ترین عُلماے کرام کے اجتماع میں
مَیں نے، اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا) قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ کا
مندرجہ ذیل قصیدۂ عربیہ پڑھا، تو انھوں نے بیک زبان کہا کہ
"یہ قصیدہ، کسی فصیح اللِّسان عربی النَّسل عالمِ دین کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔"
میں نے بتایا کہ اس قصیدہ کے لکھنے والے، مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں۔
جو عربی نہیں، بلکہ عجمی ہیں۔
تو عُلماے مصر، حیرت میں ڈوب گئے کہ وہ عجمی ہو کر عربی مین اتنے ماہر ہیں۔ قصیدہ، یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلْمُتَوَحِّدِ — بِجَلَالِهِ الْمُتَفَرِّدِ
وَ صَلٰوتُهٗ دَوماً عَلٰی — خَیْرِ الْاَنَامِ مُحَمَّدِ
وَالْاٰلِ وَ الْاَصْحَابِ هُمْ — مَاوَایَ عِنْدَ شَدَائِدِ
فَاِلَی الْعَظِیْمِ تَوَسُّلِیْ — بِکِتَابِهٖ وَ بِاَحْمَدِ
وَ بِمَنْ اَتٰی بِکَلَامِهٖ — وَ بِمَنْ هَدٰی وَ بِمَنْ هُدِیْ
وَ بِطَیْبَةَ وَ بِمَنْ حَوَتْ — وَ بِمِنْبَرٍ وَ بِمَسْجِدِ
وَ بِکُلِّ مَنْ وَّجَدَ الرِّضَا — مِنْ عِنْدِ رَبٍّ وَاحِدِ

(ص ۹۵۔۹۶۔ **"فاضلِ بریلوی اعُلماے حجاز کی نظر میں"**۔ از پروفیسر مسعود احمد۔ مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ)

سرزمینِ حجاز کے مشہور و معروف اور مقبول ترین عالم، فاضلِ اجل، شیخ مفتی سعد اللہ مکی سے مولانا غلام مصطفیٰ کوثر امجدی، صدر مدرس مدرسہ عربیہ اشرف العلوم، راج شاہی (موجودہ بنگلہ دیش) نے ایامِ حج (۱۹۵۹ء) میں چند عُلما کے ایک وفد کے ساتھ، ملاقات کی۔

گفتگو کے دَوران، انھوں نے بتایا کہ:

شیخ مفتی سعداللہ، مَکّی

''بلادِ عرب میں حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے علم و فضل کا، ہر طرف، شُہرہ ہے۔
اور عُلماے حرمین طیبین آپ کی عظیم و باوقار شخصیت سے جس قدر واقف ہیں
ہندوستان کے لوگ بھی اتنے واقف نہیں۔''
(سفرنامۂ حج۔ مطبوعہ ۱۹۶۰ء از مولانا غلام مصطفیٰ، صدر مدرس، مدرسہ اشرف العلوم، راج شاہی۔ موجودہ بنگلہ دیش)

مفتی سعداللہ، مکی نے بطور آزمائش، اس وفد کو شیخ علوی عباس، مالکی، مکی کے پاس بھیجا
جن کے والد ماجد، حضرت امام احمد رضا کے ہم عصر اور اُن کے دوست تھے۔
انھوں نے، اس وفد سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جب اُن کے پاس پہنچیں، تو یہ ضرور کہیں:
نَحنُ تَلَامِیذُ تَلامِیذِ الْمَولانا احمدرضا الْبریلوی، رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔
جب یہ وفد، ان کے دولت کدے پر پہنچا تو تھوڑی دیر کے بعد ایک بزرگ، تشریف لائے۔
سلام و مُصافحہ اور خیریت کے بعد، ان لوگوں نے وہی جملہ دُہرایا:
نَحنُ تَلَامِیذُ تلامِیذِ الْمَولانا احمدرضا الْبریلوی، رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔
اتنا سننا تھا کہ حضرت علوی، مالکی، سرو قد کھڑے ہو گئے۔
ایک ایک سے مُعانقہ کیا اور غایت شفقت و محبت سے پیش آئے۔''
اس کے بعد فرمایا:

شیخ سید علوی عباس، مالکی

(مکّہ مکرّمہ)

''نَحنُ نَعرِفُہٗ بِتَصنِیفَاتِہٖ وَتَالِیفَاتِہٖ۔
حُبُّہٗ عَلَامَۃُ السُّنَّۃِ وَبُغضُہٗ عَلَامَۃُ الْبِدعَۃِ''
حضرت امام احمد رضا سے، ان کی تصنیفات و تالیفات کے مُطالعہ کے ذریعہ
ہم لوگ اچھی طرح، واقف ہیں۔
ان کی محبت، سُنّیت کی علامت اور ان سے بُغض، علامتِ بدعت و بدمذہبی ہے۔''

دوسرے روز، شیخ محمد مغربی اَلجز ائری کی خدمت میں حاضر ہوئے جو نہایت شان وشوکت اور رُعب و دبدبہ کے عالم تھے۔ ان کے یہاں، اس وفد کی بڑی تعظیم وتکریم ہوئی۔''

اپنی گفتگو کے دَوران، انھوں نے فرمایا:

شیخ محمد اَلمَغربی، اَلجز ائری

علاَّمہ احمد رضا، بریلوی، میرے ہم عصر اور دوست تھے۔

ہم، آج بھی، ان کے علم وفضل کے مدَّاح ہیں اور انھیں، ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔''

اسی طرح، ایک جلیل القدر عالم، شیخ عبدالرحمٰن، مکی، جن کی عمر ۸۰ سال تھی، اُن سے ارکانِ وفد نے ملاقات کی۔ ان کے پاس، حضرت امام احمد رضا کے عطا کردہ بہت سے تبرکات، محفوظ تھے۔

انھوں نے ارشاد فرمایا:

شیخ عبدالرحمٰن، مکِّی

''عُلمائے حرمین شریفین، جب، فاضلِ بریلوی سے ملتے

تو دست بوسی کرتے اور اتنے احترام سے پیش آتے کہ:

مَیں نے کسی ہندوستانی عالم کا، اتنا اِعزاز واِکرام کبھی، نہیں دیکھا۔

اَکنافِ عالَم سے، ہر سال، ہزاروں قافلے اُترتے ہیں، جن میں ایک سے ایک

عُلما وفُضَلا اور اصحابِ کمال ہوتے ہیں

لیکن! جو پذیرائی اور تعظیم واحترام آپ کا کیا جاتا ہے، وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں۔''

(سفر نامۂ حرمین طیبین)

شیخ ضیاء الدین احمد اَلقادری (اَلْمَدِیْنَۃُ الْمُنَوَّرَۃ)

''اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امامِ اہلِ سنَّت، مجدِّدِ دین ومِلّت، وحیدِ عصر، فریدِ دہر، امامِ ھُمام علاَّمہ، شاہ عبدالمصطفیٰ محمد احمد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ اُلعَزِیُز

اس صدی کے مجدِّدِ برحق، حقیقی معنوں میں اسلام کے ستون اور سنَّت کے محافظ تھے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، رَضِیَ الْمَوْلیٰ تَعَالیٰ عَنْہُ اپنے اوصافِ دینی وخدماتِ علمی اور عظیم الشّان تجدیدی کارناموں کے سبب، اپنے عصر کے منفرد بَطَلِ جلیل تھے۔''

(۳؍محرم الحرام ۱۳۹۱ھ۔مکتوب بنام مرکزی مجلس رضا۔لاہور،مطبوعہ'پیغاماتِ یومِ رضا'،لاہور)

شیخ محمد علاء الدین البکری

(اَلْمَدِیْنَةُ الْمُنَوَّرَة)

''علاَّمۂ زماں، حسّانِ دَوراں، فاضلِ جلیل، عالمِ اَجل، صُوفیاے کرام کے شیخ

شریعت وحقیقت کے عارف، شیخِ اجل، مولانا احمد رضا خاں بن مولانا مفتی نقی علی خاں

بن مولانا رضا علی خاں، بریلوی (اللہ، انھیں، کروٹ کروٹ، رحمت ورضا سے نوازے۔

اور وسیع جنت میں مقام، عطا فرمائے۔آمِین) کے بارے میں

فقیر، محمد علاء الدین بن علاَّمہ شیخ محمد علی اعظم حسین مدنی اپنی اس عقیدت کا اظہار کرتا ہے

جو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کا ذریعہ ہے۔

وہ، اہلِ سنّت وجماعت کے اکابر علما میں سے ایک ہیں۔

انھیں، کرم، اخلاقِ حمیدہ، علم وفضل، وعظ وارشاد میں بے شمار فضیلتیں، حاصل ہیں۔

وہ صاحبِ کمال ہیں۔

انھیں، دربارِ نبوی سے خاص محبت اور عشق ہے۔اس بارے میں ان کا کلامِ نثر ونظم ———

موتیوں کی لڑی اور عطر وعنبر پر فوقیت رکھتا ہے۔یقیناً، ان پر دربارِ نبوی کی طرف سے خاص عنایت ہے۔''

(۲؍محرم الحرام ۱۳۹۱ھ۔مکتوب بنام مرکزی مجلس رضا، لاہور۔مطبوعہ'در پیغاماتِ یومِ رضا' لاہور)

....

بتاریخ ۲۵؍تا ۲۸؍شوال ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ نے

بڑی دھوم دھام سے اپنا پچاسی (۸۵) سالہ جشنِ تعلیمی منایا تھا۔

سیکڑوں کی تعداد میں مختلف بلادِ اَمصار کے ملکی اور غیر ملکی نمائندے

اس جشن میں شریک ہوئے تھے۔ہندوستان کے بھی سیکڑوں عُلما ودانشور، شریکِ جشن تھے۔

اخبارات ورسائل نے اپنی شاہ سرخیوں کے ذریعہ، اس کی خوب تشہیر کی۔

عباسیہ ہال (کتب خانۂ ندوہ) کے اندر، تعلیمی نمائش کا انتظام تھا۔

بڑے بڑے طُغروں میں ہندوستان کی عبقری اور یگانۂ روزگار شخصیتوں کے نام اوران کی اعلیٰ وممتاز ترین تصنیفات، فن دَار، مندرج تھیں۔

عقائد وکلام کے نقشے میں ''**خالص الاعتقاد**''، اور فقہ کے طغرے میں ''**اَلنَّیِّرَۃُ الْوَضِیَّۃ**'' از امام احمد رضا، بریلوی کے بھی نام تھے۔

امام احمد رضا کا نام پڑھ کر، کئی مشاہیر علما، چونک اُٹھے۔

کئی عُلما نے "اَیۡنَ مَجموعۃُ فَتَاوَاہ" کہہ کر، فتاویٰ رضویہ کی مانگ کی۔

لیکن، انھیں، بہ طریقِ اَحسن کسی دوسری جانب، متوجہ کر دیا گیا۔

ساتھ میں ایسا کوئی آدمی نہ ہوتا، جو نشان دہی کر سکتا۔

ایک مشہور حنفی، شامی عالم، شیخ عبد الفتاح ابو غُدَّہ

پروفیسر کلّیۃ الشرعیہ، محمد بن سعود یونیورسٹی (ریاض، سعودی عرب) جو، عربی زبان کی پچیسیوں کتابوں کے مُصنف اور ایک ممتاز ونمایاں دینی وعلمی مقام کے مالک ہیں۔

اس کا اندازہ، آپ، یوں کر سکتے ہیں کہ جب ان کی تقریر کی باری آئی

تو، ناظمِ اجلاس (مولانا محمد رابع حسنی ندوی، مؤلِّفِ منثورات، والادب العربی وغیرہ) کی بجاے مشہور دیوبندی مناظر، مولانا محمد منظور نعمانی، سنبھلی نے، بڑے زوردار انداز میں حاضرین سے آپ کا تعارف کرایا۔

ان کی نگاہ، جب امام احمد رضا، بریلوی پر، پڑی، تو فوراً بول اٹھے:

"اَیۡنَ مَجۡمُوعۃُ فَتَاوِیٰ الشَّیخ احمد رضا اَلۡبَرَیۡلَوی"

ان کے ساتھ ایک تجربہ کار قسم کے ''مولوی'' تھے۔

موقع نازک سمجھ کر انھوں نے کہہ دیا کہ: **فتاویٰ رضویہ، یہاں، موجود نہیں۔**

حُسنِ اتفاق سے ندوہ میں زیر تعلیم ایک سنّی طالب علم بھی ان کے پیچھے تھے۔

انھوں نے موقع غنیمت جان کر بتا ہی دیا کہ "اِنَّھَا تُوۡجَدُ فِی ھٰذِہٖ الدَّار"

فتاویٰ رضویہ، یہاں کتب خانہ میں موجود ہے۔

یہ سُن کر، وہ مولوی صاحب آگ بگولہ ہو گئے اور انھیں ڈانٹ پلا کر وہاں سے رخصت کر دیا۔

کچھ دیر بعد، اسی طالب علم نے مجھے اطلاع دی۔ میں نے فوراً تفصیلی ملاقات کی کوشش کی

اور شیخ کی قیام گاہ (روم نمبر ۱۴۰۔کلارک اودھ ہوٹل، لکھنؤ) میں تقریباً، دو بجے دن میں پہنچا۔
میرے ساتھ، وہ طالب علم بھی تھے۔کانفرنس کا آخری دن تھا۔تین بجے، ان تمام نمائندوں کو بذریعہ، ہوائی جہاز، دہلی پہنچنا تھا، جہاں، صدر جمہوریۂ ہند، جناب فخر الدین علی احمد کے یہاں دعوت کے ایک پروگرام میں انھیں، شریک ہونا تھا۔

شیخ عبدالفتاح ابوغُدَّہ، کوچ کی تیاریوں میں مصروف تھے۔
بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور ماحضر سے ضیافت کی، جو عربوں کی قدیم روایت ہے۔
دَورانِ گفتگو، میں نے پوچھا کہ سَمِعْتُ اَنَّكَ تَشْتَاقُ اِلیٰ مُطَالَعَةِ مَجْمُوعَةِ الْفَتَاوىٰ لِلشَّيخِ الامام احمدرضا اَلْبَرَيْلَوِی''
میں نے سنا ہے، کہ آپ، فتاوی رضویہ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بہت مشتاق ہیں؟
نام سنتے ہی چہرہ، دمک اُٹھا اور بڑے مشتاقانہ انداز میں انھوں نے کہا:
ہاں! کیا، آپ کے پاس، موجود ہے؟
میں نے کہا: اِس وقت تو نہیں مل سکے گی۔
مگر، اِنْ شَاءَ اللّٰه بہت جلد، بذریعۂ ڈاک، اِرسال کر دوں گا۔
میرا دوسرا سوال تھا: "كَيْفَ عَرَفْتُ عِلْمَهٗ وَ فَضْلَهٗ"؟
آپ، ان کے علم و فضل سے کیسے مُتعارف ہوئے؟
اس سوال سے، ان کے چہرے پر تبسم کی لہر دوڑ گئی۔
فرمایا: عطر، بہر حال، عطر ہی ہے۔کتنا بھی اسے بند شیشی میں رکھا جائے
اس کی بھینی بھینی خوشبو، اہلِ ذوق تک پہنچ ہی جاتی ہے۔
اس کے بعد شیخ نے ہمیں بتایا کہ:

شیخ عَبْدُالْفَتَّاح اَبُوغُدَّہ، پروفیسر کُلِّیۃ الشریعہ، محمد بن سعود یونیورسٹی

ریاض (سعودی عرب)

''میرے ایک دوست، کہیں سفر پر جا رہے تھے۔ان کے پاس، فتاویٰ رضویہ کی ایک جلد، موجود تھی۔میں نے جلدی جلدی میں ایک عربی فتویٰ کا مطالعہ

کیا۔عبارت کی روانی اور کتاب وسنَّت واقوالِ سلف سے دلائل کے انبار
دیکھ کر، میں حیران وششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتوٰی کے مطالعہ کے بعد
میں نے، یہ رائے، قائم کرلی کہ:
یہ شخص، کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے۔''
بہر حال! اُس وقت، میں نے الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور۔اعظم گڑھ (یوپی، انڈیا) کا
عربی میں ایک تعارفی کتابچہ، وحاشیۂ اَلْمُعْتَقَدُ الْمُنْتَقَد (مطبوعہ، استنبول)
اور اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَۃ (از امام احمد رضا بریلوی) کے ایک ایک نسخے، پیش کیے اور اطمینان دلایا کہ:
بہت جلد، فتاوٰی رضویہ آپ تک پہنچ جائے گی۔

اَلشَّیُخ یوسف السَّیِّد ہاشِم الرِّفاعِی (اَلْکُوَیْت)

شیخ احمد رضا نے علوم شرعیہ، حاصل کرنے کے بعد
تدریس و اِفتا وتصنیف و اِرشادو اِصلاحِ احوالِ اُمَّت میں اپنی پوری عمر، گذار دی۔
آپ کو سلسلۂ قادریہ کے ساتھ، سلسلۂ چشتیہ ونقشبندیہ وسہروردیہ کی بھی
اجازت وخلافت، حاصل تھی۔ (ص ۱۵۔ مِنْ عَقَائِدِ اَھلِ السُّنَّۃ۔ مطبوعہ لاہور وممبئی)

اَلدُّکْتُور حُسین مُجیب اَلْمِصری (اَلْقاہِرہ، مصر)

امام احمد رضا ایک راسخُ الاعتقاد سنّی عالمِ دین تھے، جن کا مذہب، حنفی اور مشرب، قادری تھا
جو، ان کی کتب ورسائل سے پورے طور پر نمایاں ہے۔
ان کے معاصر عُلمائے کرام نے ان کے معتقدات کا مطالعہ اور ان کا تحلیل وتجزیہ کرکے
یہ لکھا اور ثابت کردیا ہے کہ:
وہ پورے طور پر، صحیح الاعتقاد تھے۔لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر، ان کا ایمان تھا کہ:
اللہ، ایک ہے، اس کے سوا، کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے سچے رسول ہیں، جن پر
میرا ایمان ہے۔میرا دین، اسلام ہے۔اللہ کے سوا، سارے معبود، باطل ہیں۔غیر اللہ کی عبادت
شرک ہے۔زندگی دینے والا، صرف اللہ ہے اور موت دینے والا بھی، اللہ ہی ہے۔اللہ، ایک ہے۔

وہی، رزق دینے والا اور وہی، بارش برسانے والا ہے۔

اسلام ہی، دینِ حق ہے اور اسلام کے علاوہ، سارے اَدیان، باطل ہیں۔

وہ، کاملُ الایمان مومن تھے۔ قرآن پر، ان کا ایمان اور لُغتِ قرآن سے انھیں، سچی محبت ووابستگی تھی۔ اور صراطِ مستقیم کے ہادی، قرآن پر، انھیں فخر تھا۔

وہ، رسول اللہ ﷺ کے محبّ صادق تھے اور ان کے وسیلہ کے طالب بھی رہتے تھے۔

اس سے، ان کا عقیدہ، ان کی عبادت اور ان کا تقویٰ، سب کچھ، ظاہر ہے۔ وہ، اہلِ بیتِ اَطہار وصحابۂ کرام واولیاے عِظام رِضْوَانُ اللّٰہ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے بھی توسُّل کے قائل وعامل تھے۔

وَتِلْکَ غَایَۃُ الْغَایَاتِ فِی تَقْویٰ اللّٰہِ وَمَحبۃِ مُصطفاہ ﷺ۔

انھوں نے، دینِ حنیف پر ہونے والے حملوں کا دفاع کیا اور علم سے نابلد مخالفین کے مکروفریب کا پردہ، چاک کیا۔ انھوں نے جادۂ مستقیم کو، ان کے سامنے، واضح کیا۔

اوران کے فریب کو، ان کے سامنے ہی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

یہ ان کا بہت بڑا وصف ہے، جس سے، وہ، متّصف ہوئے۔

اوران کے اِس وصف کی شہرتِ عام بھی ہے۔“

(ص۱۵۔ مقدمۂ صَفوۃ الْمَدِیح۔ دارُالْہِدَایَہ، اَلْقَاہِرَہ، مصر۔ ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء)

اَلشَّیُخ مُصُطَفیٰ محمد مَحمود

(اُستاذُ الْحَدِیْثِ بِکُلِّیَۃِ اُصُولِ الدِّین، اَلْاَزْہَر، اَلْقَاہِرۃ)

عَلَّامَۃُ الْہِنْد، فَرِیدُ عَصرِہٖ، وَ وَحِیْدُ دَھرِہٖ، اَلْعَالِمُ النِّحریر

اَلْفَقِیْہ الْکَبِیْر، صَاحِبُ الْفَضَائِلِ الْجَمَّۃ، وَ خَاتِمۃُ عُلَمَاءِ الْاُمَّۃ

مَوْلانا اَلْاِمَام اَحْمَدرضا اَلْحَنُفِی کی کتاب

”**مُحمد خاتم النَّبِیِّن**“ (جَزَاءُ اللّٰہِ عَدُوّہٗ بِاباءِ ہٖ خَتْمَ النُّبُوۃ)

اپنے موضوع پر، نہایت جامع ومانع اور مشتاقانِ علم کے لئے نہایت مفید کتاب ہے۔

اس کا مفہوم ومعنی سمجھنے میں قاری کو کسی طرح کی دِقّت، پیش نہیں آتی۔

اور عبارت بھی، رواں دواں اور دل نشیں ہے۔
اہلِ زَیغ وضَلال کے شبہات و اعتراضات کا، شیخ احمد رضا نے خوب رد و اِبطال کیا ہے
اور حضرت علی، یا حضرت فاطمہ، یا حضرت حسن، یا حضرت حسین کی نبوت کے قائل
رَوَافض کے شکوک ومزعوماتِ باطلہ کے پرخچے اُڑا کر، حق کو، واضح کر دیا ہے۔
آیاتِ کریمہ واحادیثِ صحیحہ وآثار واَخبار سے اپنے موقف کا اِثبات کیا ہے۔
اور سَلفِ صالحین کے مسلک اور ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے
امام المرسلین، خاتم النّبیین ﷺ کی عظمتِ مقام ومنزلت کو، اُجاگر کیا ہے۔
اور یہ امام المرسلین وخاتم النّبیین ﷺ، تو وہ ہیں، جن کا مرتبہ، خود، اللہ ربُّ العزت نے
اونچا کیا اور سارے عالَم میں ان کے ذکر کو، رفعت بخشی ہے۔''
(ص ۱۹۔۲۰۔ **محمد خاتم النّبیین**۔ طبعِ ثانی، کراچی۔ ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء)

اَلاُستَاذ رَشید عبدالرَّحمٰن اَلعُبَیدِی

(مُدِیرُ مَرکزِ البُحُوثِ وَ الدِّراساتِ الاِسلَامِیه۔ بغداد، العراق)

متعدد ومتنوّع علوم ومعارف وفنون میں امام احمد رضا بریلوی کی
تقریباً، ایک ہزار کتب ورسائل کی تعداد سے پتہ چلتا ہے کہ **امام بریلوی، عالِم متبحر تھے۔**
اور ان کی ذات ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔
عُلمائے اسلام نے اپنے عہدِ عروج وتہذیب وتمدن میں جن علوم وفنون میں دَرک ومہارت
حاصل کی تھی، انھیں، امام احمد رضا، بریلوی نے بھی سیکھا اور ان میں درجۂ کمال کو پہنچے۔
ان کے اَسرار ورُموز تک، رسائی پائی اور ان کے اندر، غوّاصی کی۔
جن کے بے شمار علمی فوائد ایسے ہیں، جو دوسرے عُلما سے لوگوں کو مشکل ہی سے مِل پاتے ہیں۔
قدیم عُلما میں علاّمہ جلال الدین سیوطی کی چار سو سے زیادہ کتابیں ہیں۔
اِدھر، امام بریلوی نے اپنی کتابوں کی کثرتِ تعداد سے یہ ثابت کر دیا کہ:
اُمَّتِ مسلمہ کا فیضان، مسلسل، جاری ہے اور عُلما ومفکرینِ اسلام کے تسلسل میں بھی
کوئی فرق، نہیں آئے گا۔

وہ، ماضی سے وابستہ رہ کر حال کو علوم و معارف و فنون کا سرمایہ بخشتے رہیں گے۔
اور ان کے اندر اپنا مستقبل، روشن کرنے کی بھی صلاحیت و قدرت ہے۔
کیوں کہ وہ، اپنے عقیدوں اور اسلامی اصول و اَقدار کی محبت سے سرشار و مالا مال ہیں۔
جو، ان کے عمل اور عطا و فیضان کا سبب اور قوی محرِّک ہے۔
(ص ۷ا۔مقدمۂ قَصِیدَتَانِ رَائِعَتَانِ۔ بغداد۔ اَلطَّبعةُ الاُولیٰ۔ ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱)

اَلدُّکتُور مُحمدمَجید السَّعِیُد (اُستاذُ الجامعةِ الاسلامیة۔ بغداد، عراق)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے تین سال قبل مجھے ایک عظیم اسلامی شخصیت سے متعارف ہونے کا موقع، عنایت فرمایا، جو اعتقادی و فقہی و علمی و ادبی تحقیق و مطالعہ کے باب میں نہایت بلند مقام پر فائز ہے۔ ایسی نادر شخصیت کہ جس کے اندر، بے پناہ اور متنوِّع و ممتاز علمی اِستعداد و صلاحیت ولیاقت ہے۔ جس کا ذہن، جس کی ذکاوت اور جس کی فکر، نہایت صائب و ثاقب اور بے نظیر ہے۔

یہ شخصیت ہے: شیخ امام محمد احمد رضا، بریلوی، قندھاری، برکاتی، ہندی کی۔

جو ایسے علّامۂ فہامہ ہیں کہ زمانہ، کم ہی ایسے لوگوں کے وجود سے سرفراز ہوتا ہے۔

یہ ایک ایسے جلتے ہوئے چراغ اور ایسی روشنی بکھیرتے ہوئے شعلہ اور شعاعِ پُرنور ہیں جس کا اجالا، کم ہونے اور جس کی روشنی، بجھنے کا، کبھی، نام نہیں لیتی۔

شیخ احمد رضا کے تبحرِ علمی، وُسعتِ مطالعہ اور مسلسل و صبر آزما دینی و علمی کد و کاوش کا نتیجہ ہے کہ پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں انھیں، کامل مہارت، حاصل تھی۔

(۱۰۔مقدمۂ شَاعِرٌ مِنَ الْھِنْد۔تالیف:الدکتور مجید السَّعید۔ بغداد۔ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)

اَلدُّکتُور عِمَاد عبدالسَّلام رَؤف (بغداد۔ العراق)

شیخ احمد رضا کو بہت سے علوم و معارف، بالخصوص علومِ شرعیہ میں اِس حد تک، مہارت تھی کہ تحقیق و دِقّتِ نظر کے اعتبار سے، وہ، اکثر موضوعات میں مجتہدانہ صلاحیت کے حامل تھے۔
اور ان کی تحقیقات و افادات کو ایک مستقل فقہی مکتبِ فکر کہا جا سکتا ہے۔
جس کی ضرورت، ہر مسلمان کو ہے، چاہے، وہ، جس رنگ و نسل کا ہو اور جہاں، کہیں

جس ماحول و زمانہ سے، اس کا تعلق ہو۔

ان کی کاوشوں کو، ان کے نام کی طرف، نسبت کرتے ہوئے "اَلــدِّرَاسَــاتُ الـرَّضَـوِیَّة"

(مطالعۂ رضویات) بھی کہا جانے لگا ہے۔

اور اس موضوعِ تحقیق و مطالعہ (رضویات) کو "اَلــدِّرَاسَــاتُ الْاِسْـلامِیة" کے ضمن میں

متعدد عرب جامعات، مثلاً: جامعہ ازہر، مصر، وغیرہ میں ایک مقام بھی حاصل ہو گیا ہے۔

شیخ احمد رضا کو عربی زبان پر بھی قدرت تھی۔ نثر و نظم میں ایسی قدرت تھی کہ:

انھوں نے کافی کتابیں، عربی زبان میں تصنیف کیں۔

جو عرب حلقوں میں بھی پھیل چکی ہیں۔

اہلِ عرب میں، سیدِ عالم ﷺ کی تشریف آوری کی وجہ سے شیخ احمد رضا کو، عربوں سے بڑی

محبت تھی۔ سرزمینِ عرب سے ہی پرچمِ اسلام، بلند ہوا اور شرق و غرب میں یہ پرچم لہرانے لگا۔

قرآنِ حکیم کی زبان بھی عربی ہے۔

ان وجوہ و اسباب نے، ان کے دل میں عرب اور عربی، سب کی محبت ڈال دی۔

ان کے فتاویٰ اور کتب و رسائل سے اہلِ عرب کے ساتھ، وابستگی اور عربیت کا رنگ

ہر جگہ، نمایاں ہے۔ ان کی تحریروں اور عبارتوں کے مطالعہ سے قاری کو ایسا لگتا ہے کہ:

وہ، خود، عربی ہیں، جو اپنی قوم سے مخاطب ہیں۔

کوئی ہندوستانی نہیں لگتا، جو سمندر پار سے اُن سے مخاطب ہے۔"

(ص ۲-۳۔ **اَللّآلی المُنتشرة**۔ اَلْجُزءُ الْاَوَّل۔ تَالِیُف عِمادُ عبدالسَّلام رَؤف۔ **بغداد ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء**)

اَلْاُسْتَاذ حَازِم مُحمد اَحمد عبدالرَّحَیم اَلْمَحْفُوظ

(كُلِّيَةُ اللُّغَاتِ وَالتَّرجمة، جامعه ازهر، قاهره)

شیخ امام احمد رضا، حنفی، قادری، بریلوی، صحیح معنیٰ میں فقیہِ امام ہیں۔

اور علمِ اصولِ دین و علومِ شرعیہ کے عرفان و فیضان سے داعیِ حق و ہدایت ہیں۔

آپ کی ایک ہزار کتابیں ہیں، جن میں سے اکثر، فقہ و فتاویٰ پر مشتمل ہیں۔

آپ نے مسلمانانِ عالَم کو پوری استقامت کے ساتھ

صحیح و درست دینی شاہراہ پر چلانے کا فریضہ، انجام دیا۔

صحیح وغلط اور اَوَامِر وَنَوَاھی اور محرَّمات ومکروہات کا فرق وامتیاز اور ان کی اصل حیثیت، واضح کی۔

آپ، ایسے امام ہیں، جنھوں نے، ہمیشہ، فتاویٰ اور اُمورِ شرعیہ کی خدمت، انجام دی۔.......

اور دینی وعلمی مصلح کی حیثیت سے اپنی یہ ذمہ داری سمجھی کہ اُمَّتِ مسلمہ کی مسلسل رہنمائی کرتے رہیں، تاکہ وہ، تاریک رات کے مسافر کی طرح کسی گڈھے میں نہ گر سکے۔"

(ص ۳۴۔مقدمہ **اَلْمَنْظُومَۃُ السَّلَامِیَّۃ**۔تالیف اَلدُّکتُور حازِم مَحفوظ۔ اَلطَّبعَۃُ الْاُولیٰ ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء)

....

امام احمد رضا کی زندگی سے آج تک، تسلسل وتواتر کے ساتھ

عُلمائے عرب وعجم کا اعترافِ علم وفضل، کمالِ توجہ وعنایت اور بے پناہ جذبۂ عقیدت واحترام

یہ چیزیں، ہمیں، یقین دلاتی ہیں کہ:

امام احمد رضا، حنفی، قادری، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ (متوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء)

اپنے وقت کے جلیل القدر مفسِّر، عظیم المرتبت محدِّث، عدیم النَّظیر عالم، کثیرالمطالعہ محقق بلند پایہ مصنف، ژَرف نگاہ مفکر، دیدہ وَر قائد، پُرسوز مصلح، صف شکن مجاہد، قادر الکلام شاعر شریعت وطریقت کے جامع، علومِ کتاب وسنَّت کے ناشر، تعلیمات وہدایات اسلامی کے داعی پیغامِ عشقِ مصطفوی کے مُبلغ، اورتحریکِ تحفظِ ناموسِ رسالت کے علمبردار ہی نہیں

بلکہ بادۂ حُبِّ نبوی کے ایسے سرشار ہیں کہ ان کے، ہر بُنِ مُو سے یہ صدا آتی ہے:

جان ہے عشقِ مصطفیٰ، اور فزوں کرے خدا　　جس کو ہو، درد کا مزہ، نازِ دوا اُٹھائے کیوں

اور یہی، وہ سرمایۂ عشقِ رسول اور خاک روبیِ درِ رسول ہے

جس نے اُن کے وجود کے فیضان کو، مخزن برکت وسعادت

اور ان کے قلب ونظر کی تجلیات کو، حریفِ مہر وماہ بنا دیا ہے۔

رشکِ قمر ہوں، رنگِ رخِ آفتاب ہوں　　ذرّہ جو تیرا، اے شہِ گردوں جناب ہوں

دل بستہ، بے قرار، جگر چاک، اشکبار　　غنچہ ہوں، گل ہوں، برقِ تپاں ہوں، سحاب ہوں

قالب تہی کیے ہمہ آغوش ہے ہلال　　اے شہسوارِ طیبہ! میں تیری رکاب ہوں

کیا، کیا ہیں، تجھ سے ناز، ترے قصر کو کہ مَیں　　کعبہ کی جان، عرشِ بریں کا جواب ہوں

حسرت میں خاک بوسیِ طیبہ کی اے رضاؔ

ٹپکا جو چشم مہر سے، وہ خونِ ناب ہوں

امام احمد رضا کی شانِ تجدید

ہر،سو(۱۰۰)سال پر،فکرومزاج کی تبدیلی کا دائرہ، چوں کہ وسیع سے وسیع تر ہو جاتا ہے
اور نئے حالات میں ہمہ گیر قیادت ورہنمائی کا فریضہ، بسا اوقات ایک نہایت دشوار امر
بن جاتا ہے، اِس لئے عُلماے کرام کی تصریحات وتشریحات کے مطابق
علم وفضل، دین ودیانت، زُہدووَرَع،فکری اِستعداد وصلاحیت اورعزیمت واستقامت
جیسی اہم صفات کے حامل،ایک،یا۔متعدد اصحابِ تجدید واِحیاے دین، عالمِ ظہور میں آتے ہیں۔
جو اپنی تجدیدی خدمات سے، دین کو روشن وتابناک اور دنیا کو فیض یاب کرتے ہیں۔
عُلماے اسلام نے،مجدِّد کی جو علامتیں بتائی ہیں،اُن کو،اِجمالاً،یوں سمیٹا جاسکتا ہے:
(۱)ایک صدی ہجری کا آخر اور دوسری صدی کا شروع حصہ پائے۔
(۲)صدی کے آخر میں ہی،اِس قدر مشہور ومعروف اور مُشارٌ اِلیہ ہو کہ:
عُلماے کرام،اس کی طرف،احکام ومسائل میں رجوع کریں۔
(۳)دینی علوم وفنون میں اس کو جامعیت اور کمال،حاصل ہو۔
(۴)سنَّت کی نصرت وحمایت اور بدعت کی مخالفت واِستیصال میں سرگرم ہو۔
(۵)حفاظتِ دین کی ہر ممکن تدبیر اختیار کرے۔
اور اسلام دشمن افکار وتحریکات کے خلاف، ہمیشہ،سینہ سپر رہے۔
چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ کی ہر صدی میں ایسی عظیم الشان اور با کمال شخصیتیں،ضرور جنم لیتی
رہی ہیں، جو، نہ صرف مذکورہ صفات کی حامل تھیں، بلکہ ان کے زرّیں کارناموں کے
درخشندہ وتابندہ نقوش اور روشن وتابناک ابواب،تاریخِ انسانیت کا قیمتی سرمایہ ہیں۔
انہیں نفوسِ قدسیہ کے سلسلۃُ الذہب کی ایک زرّیں اور مضبوط کڑی
امامِ اہلِ سنَّت،مولانا احمد رضا،قادری،برکاتی،بریلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرَّضْوَان ہیں۔
جنہیں،عُلماے اہلِ سنَّت نے چودھویں صدی ہجری کا مجدِّد قرار دیا۔آپ کی عظیم وجلیل
دینی وعلمی خدمات کے سارے ابواب میں سب سے ممتاز اور درخشاں باب یہ ہے کہ:
مسلمانانِ متحدہ ہند کے قلوب کا رشتہ،اپنے رسول ﷺ سے پوری طرح استوار کرکے
ان کے اندر ادب واحترام وتعظیم ومحبتِ نبوی کا ناقابلِ شکست اور قابلِ صد رشک جذبہ،بیدار کردیا۔

ذیل کی سطور میں اس مجدِّدِ اہلِ سنّت کے افکار و تعلیمات و خدمات کے چند پہلو
نہایت اِجمال کے ساتھ، پیشِ خدمت ہیں۔
ان علاماتِ مجدِّد کی روشنی میں اِنْ شَاءَ الْمَولیٰ تَعَالیٰ آپ بھی اس حقیقت کا برملا اعتراف
کرلیں گے، جس کا میں نے ابھی ذکر کیا۔
(۱) آپ کی ولادت، دوشنبہ ۱۰/شوال ۱۲۷۲ھ کو ہوئی اور جمعہ ۲۵/صفر ۱۳۴۰ھ میں
آپ کا وصال ہوا۔ اِس طرح، تیرہویں صدی ہجری میں اٹھائیس (۲۸) سال، دو ماہ، بیس دن
اور چودھویں صدی میں اُنتالیس (۳۹) سال ایک ماہ، پچیس دن
آپ نے اپنی زندگی کے لمحات گذارے۔
یعنی، ایک صدی کا آخر اور دوسری صدی کا، اول زمانہ پایا۔
(۲) آٹھ سال کی عمر میں آپ نے وراثت کا ایک مسئلہ، تحریر فرمایا۔
دس سال کی عمر میں ہدایۃ النحو کی عربی شرح لکھی۔
۱۲۹۶ھ میں علومِ درسیہ سے فراغت کے بعد، تیرہ سال کی عمر میں فتوی نویسی کی
پوری ذمہ داری آپ کے سر پر آن پڑی اور تقریباً، اسی مختصر سی عمر میں آپ کے پاس
ریاستِ رام پور سے ایک ایسا استفتا پہنچا، جس پر عُلماے رامپور کے دستخط، ثبت تھے۔
آپ نے تحقیق کے بعد ان کے جواب سے اختلاف کرتے ہوئے اپنا فتوی، صادر فرمایا۔
عُلماے رامپور، یہ دیکھ کر حیرت زدہ، رہ گئے۔
لیکن، انہیں، اپنے قول سے رجوع کرنا پڑا اور صحیح جواب، وہی ثابت ہوا
جو آپ نے تحریر فرمایا تھا۔
تیرہویں صدی کے اَواخر تک، اَلسَّعْیُ الْمَشْکُور (کلام) ضَوْءُ النِّھایَہ (کلام) اِعتِقَادُ
الْاَحْبَاب (عقائد) حُسْنُ الْبَرَاعَة (فقہ) سَلْطَنَةُ الْمُصطَفیٰ (فضائل) نَفْیُ الْفَئُ
(فضائل) اَنْفَسُ الْفِکر (ردِّ ہنود) مَطْلَعُ الْقَمَرَین (رَدِّ روافض) اِقَامَةُ الْقِیَامَة (ردِّ وہابیہ)
جیسی دینی و علمی و تحقیقی کتابیں آپ کے قلم سے نکل چکی تھیں۔
تیئیس (۲۳) سال کی عمر میں، جب آپ نے ۱۲۹۵ھ میں حج و زیارتِ حرمین کا شرف
حاصل کیا، تو حضرت شیخ احمد زَینی دحلان، مکّی، مفتیِ شافعیہ اور حضرت شیخ عبدالرحمٰن سراج، مفتیِ حنفیہ
و دیگر اکابر و شیوخِ حرمین نے تفسیر و حدیث اور فقہ و اصولِ فقہ وغیرہ کی سندوں سے آپ کو نوازا۔
شیخ حسین بن صالح کے ایما پر، ان کے ایک وقیع رسالہ کی آپ نے نہایت جامع و مانع

شرح، صرف، دودن میں لکھ کر، اس کا نام اَلنَّیِّرَۃُ الْوَضِیَّۃُ فِی شَرَحِ الْجَوْھَرَۃِ الْمُضِیئَۃُ (۱۲۹۵ھ) رکھا۔ جسے، عُلماے حجاز نے بڑی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔

شیخ موصوف ایک روز، حرم شریف سے آپ کو اپنے دولت کدہ پر لے گئے اور آپ کی پیشانی کے نقوشِ سعادت وار جمندی دیکھ کر، بے ساختہ پکار اٹھے: اِنِّی لَاَجِدُ نُوْرَ اللّٰہِ فِی ھٰذا الْجَبِیْن۔

(ص ۹۹۔ تذکرۂ علماے ہند۔ از مولوی رحمٰن علی۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ و کراچی)

مذکورہ دینی و علمی تصانیف کے ذریعہ، اَوَاخرِ تیرہویں صدی ہجری میں
آپ کے علم و فضل کا شُہرہ، سرزمینِ ہند سے لے کر، ارضِ حجاز تک پہنچ چکا تھا۔
اور مشاہیر عُلماے اسلام بھی اہم معاملات اور مذہبی مسائل میں
آپ کی طرف، رجوع کرنے لگے تھے۔

(۳) مندرجہ ذیل علوم وفنون میں آپ کو مہارتِ تامّہ، حاصل تھی۔
اور ہر ایک شعبۂ علم میں آپ، درجۂ کمال پہ فائز تھے۔

علمِ قرآن، علمِ حدیث، فقہ و اصولِ فقہ، عقائد، کلام، نَحو، صَرف، معانی، بیان، بدیع، عَروض قَوافی، فلسفہ، علمِ فرائض، جَدل، تکسیر، ہیئت، اَدفاق، ہندسہ، حساب، قرأۃ، تجوید، تصوف، سلوک اَخلاق، اسماءُ الرجال، سِیَر، تاریخ، لُغت، ادب، ارثما طیقی، جَبر و مقابلہ، حساب سینی، لوگارثم توقیت، مناظر و مرایا، زیجات، مثلّث کروی، مثلّث مسطح، ہیئتِ جدیدہ، مربعات، جفر، زائرجہ نظم و نثر (عربی، فارسی، اردو) خط نسخ، خط نستعلیق، وغیرہ۔

آپ کے ہزاروں فتاویٰ اور سیکڑوں رسائل و کتب، ان تمام علوم وفنون میں موجود ہیں۔
جن میں دادِ تحقیق دے کر آپ نے اپنی جامعیت وعبقریت کا لوہا منوایا ہے۔
اور ان میں سے بعض تو وہ ہیں کہ آپ ہی کی فکرِ عالی نے گویا، ان کی بِنا ڈالی ہے۔
جس کا اعتراف، مشاہیر عُلما و فُضَلا کو بھی ہے۔

اے مفسّر، اے محدّث، اے فقیہِ بے مثال
ہمسرِ اَوجِ ثریا ہے ترا عِلمی مقام

(۴) سُنّتِ رسول پر عمل اور اس کی تائید وحمایت آپ کا، مقصدِ حیات تھا۔
آپ نے کئی ایک ختم ہوتی ہوئی سنّتوں کو زندہ کیا اور امتِ مسلمہ میں پیدا شدہ بدعات ومنکرات کا زبان وقلم سے اِستیصال کیا۔ کیوں کہ آپ کی عادتِ کریمہ تھی کہ:
خلافِ شرع باتوں پر فوری مؤاخذہ اور بروقت تنبیہ فرمادیا کرتے تھے۔

اطمینانِ قلب کے لئے مندرجہ ذیل کتب ورسائل کا مطالعہ، مفید ہوگا۔

فتاوی رضویہ، اول، تا جلدِ ثانی عشر۔ احکامِ شریعت، عرفانِ شریعت، جَلِیُّ الصَّوت لِنَهْیِ الدَّعوۃِ اَمامَ الْمَوت (دعوتِ میت)۔ مُرُوجُ النَّجا لِخُروجِ النِّساء، ہادِی النَّاس فِی رُسُومِ الْاَعْرَاس، ماحِی الضَّلالۃِ فِی اَنْکِحَۃِ الْھِندِ وَبَنْجَالَہ، مَوَاھِبُ اَرْوَاح الْقُدس لِکَشْفِ حُکْمِ الْعُرسِ، جُمَلُ النُّوْرِفِی نَھْیِ النِّسَاءِ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْر (مزارات پرعورتوں کی حاضری) وغیرہ۔

(۵) حفاظتِ دینِ متین اور اِشاعتِ مسلکِ حق کی خاطر، ملک وبیرونِ ملک میں آپ کے فیض یافتہ سیکڑوں خُلفا وتلامذہ پھیل گئے۔ جنہوں نے اپنی گراں قدر دینی وعلمی خدمات کے ذریعہ داخلی وخارجی، ہرمحاذ پر عظیم الشان خدمت انجام دے کر

مسلمانوں کے درمیان، صحیح دینی وفکر ومزاج اور اسلامی غیرت وحمیت کا جذبۂ بیکراں پیدا کردیا۔

اور آپ، بذاتِ خود، بریلی شریف کی سرزمین پہ بیٹھ کر اسلامیانِ عالَم کے قلوب پر اپنے علم وفضل اور عشق وایمان کی موسلا دھار بارش برساتے رہے

اور ''**جماعت رضائے مصطفیٰ**'' جیسی کل ہند فعّال ومتحرک مذہبی تنظیم کے ذریعہ ہرموڑ پر آپ نے مسلمانوں کی قیادت ورہنمائی کے فرائض، انجام دیے۔

(الف) فلسفۂ قدیمہ کے اصول ونظریات پر قلم اٹھایا، تو ایسی محقّقانہ بحث کی کہ:

صدیوں کے فلسفیانہ مسلّمات کی بنیادیں، متزلزل ہوگئیں۔

اور مزعوماتِ فلسفۂ جدیدہ کی طرف نظر اٹھائی

تو اس کے پرخچے اڑ گئے، جس کے بے شمار شواہد، اَلْکَلِمَۃُ الْمُلْھَمَہ

اور **فوزِ مبین** کے ورق ورق پر بکھرے ہوئے ہیں۔

(ب) رِفض وتشیع کی تردید پہ آئے، تو ان کے عقائد واعمال کو، وَاشگاف انداز میں تحریر فرما کر ان کے تَقَیَّہ اور تبرّا کی قلعی کھول کر رکھ دی، اور دَفْعَۃُ الْبَاسِ، لَمْعَۃُ الشَّمْعَۃ، اَلْاَدِلَّۃُ الطَّاعِنَہ اور، رَدَّالرَّفْضَۃ جیسی کتابیں لکھ کر، ان کا ناطقہ، بند کردیا۔

(ج) رسوائے زمانہ فتنۂ وہابیہ کے مقابل، صف آرا ومحاذ آرا ہوئے

تو، اس کے خلاف، سیکڑوں فتاویٰ ورسائل لکھ کر کروڑوں مسلمانوں کو، اس کے دامِ فریب سے بچا کر انہیں عذابِ آخرت سے محفوظ رکھا۔ اور اس طوفانِ بلاخیز کے سامنے اِس طرح، سَدِّ سکندری بن کر حائل ہوگئے کہ:

عُلَما وصوفیاے ہند نے انہیں اپنا نمائندہ وترجمان بنا کر ''**امامِ اہلِ سنّت**'' کے

مبارک لقب سے یاد کرنا شروع کیا اور سرزمینِ حجاز سے انہیں یہ نشانِ امتیاز ملا کہ:
بقول حضرت شیخ سید علوی، مالکی، مکّی:
حُبُّہٗ عَلَامَۃُ السُّنَّۃِ وَبُغْضُہٗ عَلَامَۃُ الْبِدْعَۃِ۔
ان (امام احمد رضا) کی محبت، سنّیت کی علامت ہے۔
اور ان سے بُغض، بدمذہبی کی علامت ہے۔"
(د) قادیان (پنجاب) کی سَرزمین سے جب اِدّعاے نبوت ہوا
تو آپ اس کے خلاف بھی، سینہ سپر ہوگئے۔ اور اَلسُّوْءُ وَالْعِقَاب، اَلْمُبِیْن خَتْمَ النَّبِیّٖن
جَزَاءُ اللّٰہِ عَدُوَّہٗ جیسی کتابوں کے علاوہ، ایک مستقل رسالہ بنام
قَھْرُالدِّیَانِ عَلیٰ مُرْتَدٍّ بَقَادِیَان، بریلی شریف سے جاری فرمایا۔
(ہ) ندویت نے، جب تجدُّ دو مداہنت کے بال و پَر نکالے
اور نیچریت و صلحِ کلّیت کو، پَروان چڑھانا شروع کیا
تو آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعہ، اس کی زبردست اور کامیاب مخالفت فرما کر
تقریباً، نصف صدی تک کے لئے اسے بالکل خاموش کردیا۔
اور درجنوں فتاویٰ و رسائل کے علاوہ، فَتَاوِیٰ الْحَرَمَیْن بِرَجْفِ نَدْوَۃِ الْمَیْن لکھا۔
(و) متصوّفہ کی گمراہیاں، حد سے بڑھیں، تو اَجَلُّ التَّجْبِیر، مَقَالِ عُرَفَا
اور اَلزُّبْدَۃُ الزَّکِیَّۃ وغیرہ لکھ کر، ان کی راہیں، مَسدود کیں۔
(ز) مختلف سیاسی و تنظیمی تحریکوں کا دَور، شروع ہوا
تو اَلْمَحَجَّۃُ الْمُؤْتَمَنَۃ اور دَوَامُ الْعَیْش وغیرہ کے ذریعہ
ان کی ضلالتوں اور شناعتوں کی نشان دہی کر کے، انھیں، حق و صواب کی راہ دکھائی
اور، ہر اُس تحریک کی شدید مخالفت کی، جو اسلامی نظریات سے متصادم ہو۔
خواہ، وہ، کسی رنگ و روپ میں سامنے آئے۔
(ح) شُدّھی تحریک اور ہم وطن ہندوؤں کی ریشہ دوانیوں کا سیلاب اُمنڈا
تو اَنْفُسُ الْفِکْرفِی قُرْبَانِ الْبَقْر اور کیفرِ کردارِ آریہ وغیرہ لکھ کر، ان کی اچھی طرح، خبر گیری کی۔
(ط) نصاریٰ کے تبلیغی مشن نے زور پکڑا
تو بلبلِ مُژدہ آرا۔ کیفرِ کُفْرانِ نَصَارِیٰ اور اَلصَّمْصَام لکھ کر، ان کی سَرکوبی کی۔
یہاں، اِختصار کے ساتھ آپ کی تین خصوصیتیں، قابلِ ذکر ہیں:
(ا) مغربی تہذیب و تمدّن، فرنگی فکر و مزاج اور غاصب انگریزوں سے نفرت و عداوت کا

یہ عالَم تھا کہ، نہ کبھی ان کی حکمرانی، تسلیم کی اور نہ ہی، ان کی کسی کورٹ کچہری میں گئے۔
اور وہ بھی، یہ کہہ کر کہ:
”جب میں انگریزی حکومت ہی کو تسلیم نہیں کرتا، تو ان کی عدالت کیا تسلیم کروں گا؟“
ان کے کورٹ، کچہری کو عدالت کہنا بھی آپ کو گوارا نہ تھا۔
لفافہ پر، ہمیشہ، اُلٹا ٹکٹ لگاتے اور کہتے کہ **”میں نے جارج پنجم کا سر نیچا کر دیا۔“**
زندگی بھر، کسی انگریز کے پاس نہیں گئے اور نہ اُن سے کوئی ربط و تعلق رکھا۔
(۲) ہندوانہ رسم و رواج کو، حتی الامکاں، مسلم معاشرہ سے دور رکھنے کی کوشش کی۔
اور ان کے دور میں **”اِدغام و اِنضمام“** کی جو تحریکیں چل رہی تھیں، ان سب کے خطرات سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے رہے اور اسلامی شعائر و امتیازات کی ہر ممکن پاسبانی کا درس دیا۔
(۳) نجدیت و وہابیت سے آپ نے، زندگی بھر، پنجہ آزمائی کی، اور نئے نئے ڈھنگ سے تبلیغِ وہابیت کرنے والی تنظیموں سے کبھی بھی صلح و مصالحت کی اور نہ ہی ان کے لئے دل میں کوئی نرم گوشہ رکھا، جس کی پاداش میں، مُدّتُ العمر، ان کی ایذائیں، بَرداشت کرتے رہے۔
آپ کی حمیتِ مِلّی اور غیرتِ عِلمی بھی قابلِ رَشک ہی تھی کہ:
امیروں اور نوابوں کے دربار میں حاضری اور ان سے میل جول کو کبھی گوارا نہ کیا۔
اور دین کی خاطر، یہ بے مثال ایثار و قربانی بھی آپ کی عظمت کا، بَرملا اعلان کرتی ہے کہ:
تنخواہ اور بدلِ خدمت، تو بڑی چیز ہے
عقیدت کیشوں کی نذر، قبول کرنا بھی آپ کے لئے ناگوارِ خاطر تھا۔
ان بے مثال خصوصیتوں اور عظیم الشان خدمات کی روشنی میں
آپ کی زندگی کا یہ نقشِ پائیدار اُبھر کر سامنے آجاتا ہے کہ:
در حقیقت، آپ ایسے جلیلُ القدر مجدّد ہیں
جن کی پوری زندگی، اسلام و ایمان کی خدمت اور باطل افکار و تحریکات سے معرکہ آرائی میں گذری اور بلا شبہ، آپ، چودھویں صدی ہجری کے ایسے مجدّد ہیں کہ بقولِ پروفیسر، مَنیر قصوری:

توڑی ہیں تری ضربتِ کاری نے چٹانیں
پگھلے ہیں تری آہِ سحرگاہی سے پتھر
تو میری نگاہوں میں مجدّد سے نہیں کم
زندہ ہوئے پھر تجھ سے فرامینِ پیمبر

❍❍❍

وضاحت وہدایت

فقیہِ اسلام، امام احمد رضا حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی کو، دیگر سیکڑوں عُلماے مِلّت واکابرِ اہلِ سنّت کی طرح، کبھی، امام، کبھی، اعلیٰ حضرت کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اوران کے لئے دعائیہ جملہ، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ اور رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ کہا اور لکھا جاتا ہے۔

عرب وعجم میں اپنے مقتدا و پیشوا ور ہنما کو، ایسا کہنا اور لکھنا، اتنا رائج ومعمول ہے کہ:

کسی پڑھے لکھے مسلمان کے لئے، اس کے حوالے اور نشان دہی کی

ادنیٰ ضرورت، محسوس نہیں کی جاتی۔

عربی وفارسی وارد و وغیرہ کی بے شمار کتب ورسائل میں جلیلُ القدر عُلما کی طرف سے

ان کا بے تکلف وبے دَغدغہ استعمال، ان کے جواز ورواج کے واضح ثبوت ہیں۔

لفظِ امام، کبھی، انبیا، کبھی، صحابہ، کبھی، مجتہدین، کبھی، صُلحا واَتقیا، کبھی، عُلما وفُضَلا

کبھی، خُلفا وسلاطین اور کبھی اُمَرا وحکّام کے لئے بولا جاتا ہے۔

مثلاً: اِمَامُ الۡاَنۡبِیا، امامُ الۡقَوم، امامُ النَّاس، امامُ الۡاَئِمَّہ، امامُ الۡمُؤۡمِنِین۔ **وغیرہ۔**

خُلفاے راشدین بھی اہلِ ایمان کے امام ہیں۔ اسی طرح کہا جاتا ہے، امام حسن، امام حسین

امام جعفر صادق، امام ابوالحسن اشعری، امام ابومنصور ماتریدی، امام نخعی، امام مجاہد، امام شعبی

امام اوزاعی، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام محمد، امام ابویوسف

امام غزالی، امام رازی، امام سیوطی، امام بخاری، امام مسلم، امام نووی

وَغَیۡرُھُمۡ۔ رِضۡوَانُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیۡھِمۡ اَجۡمَعِیۡن۔

ابنِ حَزم، ظاہری وابنِ تیمیہ حَرَّانی وابنِ قیم اور ابنِ عبدالوہاب، نجدی، وغیرہ کو بھی

ان کے ہم مسلک عُلما، بے دھڑک، امام کہتے اور لکھتے ہیں۔

کبھی کبھی، سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسمٰعیل دہلوی کو بھی

ان کے ماننے والے اپنے اردو، وعربی مضمون وکتاب میں امام لکھتے ہیں۔

سوانحِ قاسمی میں مولانا مناظر احسن، گیلانی نے مولانا محمد قاسم، نانوتوی کو

نہ جانے کتنی جگہ، سَیِّدُنَا الْاِمَامُ الْکَبِیْر لکھا ہے۔
ابھی کچھ دنوں پہلے، فُضَلاے دیو بند نے الامام محمد قاسم النّانوتوی سمینار کیا۔
اوراس کی خوب تشہیر کی۔
لکھنوَ کے ''امامِ اہلِ سنّت، عبدالشکور، کاکوروی'' کی
عُلماے دیو بندوندوہ، مدح سرائی کرتے رہتے ہیں۔
رہ گئے مسجد کے امام، تو ان کی تعداد، عالَمِ اسلام میں کئی ہزار نہیں، بلکہ کئی لاکھ تک، جا پہنچتی ہے۔
لفظِ اعلیٰ حضرت، کلمہ تعظیم وتکریم ہے۔ مذہبی پیشوا، اور دنیوی حکمراں، دونوں پر
اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ کلمہ، بلند پایہ، سرکارِ والا جاہ، عالی مقام، جنابِ عالی اور عالی جناب کے
ہم معنی ہے۔ ممتاز ترین دینی ودنیاوی شخصیات کو، اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے۔
ہمارے ہندوستان کے اندر، اس کا زیادہ استعمال، شاہ جہاں واورنگ زیب
اور حیدرآباد میں نظام ونوابِ دکن کے لئے ہوتا رہا ہے۔
مقتدر دینی وعلمی ہستیوں کے اہلِ عقیدت ومحبت بھی اپنے ممدوح ومخدوم کو
اعلیٰ حضرت کہتے اور لکھتے چلے آرہے ہیں۔
مثلاً: اعلیٰ حضرت، حاجی اِمدادالله، مہاجرِ مکی (وصال ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء)
اعلیٰ حضرت، مفتی ارشاد حسین، مجدّدی، رام پوری (وصال ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء)
اعلیٰ حضرت، تاج الفحول، مولانا عبدالقادر، بدایونی (وصال ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء)
اعلیٰ حضرت، مولانا احمد رضا، بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء)
اعلیٰ حضرت، سید شاہ علی حسین، اشرفی، کچھوچھوی (وصال ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء)
وَغیرھُم، رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِین۔
مشہور دیو بندی عالم، مولانا عاشق الٰہی، میرٹھی نے، حلقۂ دیو بند کے قطبُ الاقطاب
مولانا رشید احمد، گنگوہی کے احوال وکوائف پر لکھی گئی اپنی کتاب
تذکرۃُ الرشید کے ص ۴۶ وص ۴۷ پر، حاجی امدادُ الله، مہاجر مکی کو
دس پندرہ جگہ اور پوری کتاب میں ۲۴۱ جگہ، اعلیٰ حضرت لکھا ہے۔
اسی طرح، عُلماے دیو بند کی کئی دوسری کتابوں، مثلاً: تـذکرۃُ الْخَلِیْل اوراشْرفُ السَّوَانِح
وغیرہ میں بھی حاجی صاحب کو، جا بجا، اعلیٰ حضرت لکھا گیا ہے۔

تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث، مولانا زکریا، سہارن پوری نے حاجی امداد اللہ صاحب اور شاہ عبدالرحیم، رائے پوری و رشید احمد، گنگوہی و اشرف علی، تھانوی، وغیرہ، عُلماے دیوبند کو اپنی ''آپ بیتی'' مطبوعہ سہارن پور میں ۱۸۹ جگہ، اعلیٰ حضرت لکھا ہے۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنہٗ کہنا، صرف صحابۂ کرام کے ساتھ، خاص نہیں، غیرِ صحابہ اولیا و صُلحاے امت کے لئے بھی، یہ دعائیہ جملہ، صدیوں سے کہا اور لکھا جا رہا ہے۔

البتہ، علیہ ﷺ ہمارے حضورِ اکرم اور عَلَیہِ السَّلام جُملہ انبیا و مرسلین کے لئے خاص ہے۔

امتِ محمدیہ کے کسی بھی دینی بزرگ کو، جو مرحوم ہو چکا ہے، اُس کے لئے رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہِ کہنا، عام ہے۔ امام قاضی عیاض، مالکی، اندلسی (وصال ۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

یَجِبُ تَخصِیصُ النَّبِیِّ وَسَائِرِ الاَنبِیَاءِ بِالصَّلوٰۃِ وَالتَّسلِیم۔

وَلَا یُشَارِکُ فِیہِ سِوَاھُم۔

کَمَا اَمَرَ اللّٰہُ بِقَولِہٖ (صَلُّوا عَلَیہِ وَسَلِّمُوا تَسلِیماً)

وَیُذکر مَن سِوَاھُم مِنَ الاَئِمَّۃِ وَغَیرِھِم بِالغُفرَان وَ الرِّضیٰ ۔

(ص ۸۲۔ جلدِ ثانی۔ اَلشِّفَا بِتَعرِیفِ حُقُوقِ المُصطَفیٰ)

دُرِّمُختار از مفتیِ اعظمِ ملکِ شام، شیخ علاء الدین محمد بن حصکفی، دمشقی (وصال ۱۰۸۸ھ/۱۶۷۷ء) میں ہے:

وَ یستحبُّ التَّرضِّی لِلصَّحَابَۃِ وَالتَّرحُّم لِلتَّابِعِین وَ مَن بَعدَھُم

مِنَ العُلَمَاءِ وَ العِبَادِ وَسَائِرِ الاَخیَار۔

وَ کَذَا یَجُوزُ عَکسُہٗ۔ وَھُوَ التَّرَحُّمُ لِلصَّحَابَۃِ ۔

وَالتَّرضِّی لِلتَّابِعِین وَمَن بَعدَھُم۔ عَلیٰ الرَّاجِحُ۔ (شامی جلد ۵)

خود، مذکورہ سوانحی کتاب، تذکرۃُ الرَّشید کے ص ۲۸ پر ہے:

''مولانا محمد قاسم نانوتوی و مولانا رشید احمد گنگوہی، رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا۔'' الخ

متقدمین و اسلافِ کرام، صدیوں پہلے سے اپنی کتابوں میں تابعین و ائمّہ و فُقَہا و عُلماے کرام کو، بلا توقف و بلا نکیر، رَضِیَ اللّٰہُ عَنہٗ لکھتے چلے آ رہے ہیں۔

اس لئے متأخرین و موجودہ عُلماے اہلِ سنّت بھی، غیرِ صحابہ کو

خواہ، وہ، تابعی ہوں، یا تبع تابعین، یا۔ بعد کے عُلما و فُقَہا و بزرگانِ دین ہوں، اُن کے لئے

رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے ساتھ، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہٗ کہنے اور لکھنے کو، اپنا معمول بنائے ہوئے ہیں۔
مثلاً: شیخ عبدالحق، محدِّث دہلوی نے، اشِعَّۃُ اللَّمَعَات، جلدِ چہارم میں حضرت اویس قرنی کو
اور اَخْبَارُ الْاَخْیَار میں حضرت سیدنا عبدالقادر، جیلانی کو
علاَّمہ ابنِ عابدین، شامی نے، رَدُّ الْمُحْتار، جلدِ اول میں امام اعظم ابوحنیفہ کو
علاَّمہ شہاب الدین، خفاجی نے، نَسِیْمُ الرِّیَاض جلدِ اول میں
قاضی عیاض مالکی کو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہٗ لکھا ہے۔
مندرجہ بالا تحقیق و تفصیل سے واضح ہو گیا کہ:
اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہٗ کہنا اور لکھنا
اپنے عُلما و فُقہا و ائمّہ و اسلافِ کرام کی روِش اور ان کے طریقے کے عین مطابق ہے۔
اور چوں کہ عُلماے حرمین محترمین نے بھی آپ کو آیَۃٌ مِنْ آیَاتِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن
وَمُعْجِزَۃٌ مِنْ مُعْجِزَاتِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْن وَ شَیْخُ الْاِسْلَام وَ الْمُسْلِمِیْن مانا
اس لئے بجا طور پر آپ، اس طرح کی تکریم و اِعزاز و دعا کے مستحق ہیں۔

تمھیں اہلِ حرم نے مانا اپنا قبلہ و کعبہ
تمہاری شان میں جو کچھ کہوں، اس سے، سِوا، تم ہو

اکابرِ سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت

متحدہ ہندوستان کے اندر، مجموعی طور سے، دُعاۃ و مبلّغینِ اسلام اور صوفیہ و مشائخِ کرام کی مَساعیِ جمیلہ سے ہی، قلوبِ اہلِ ہند، مائل، بہ اسلام اور پھر، مشرّف، بہ اسلام ہوئے۔ جب کہ مسلم فاتحین وسلاطین کو، صرف اپنی حکومت وسلطنت سے، سروکار، رہا اور دعوت وتبلیغِ اسلام کے فریضہ سے، وہ، عموماً غافل اور محروم وتہی دست، رہے۔ یہ کُلّیہ نہیں، مگر، لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُل کا ضابطہ، ہی، ان پر صادق آتا ہے۔

یہاں، اِختصار کے ساتھ، اکابر صوفیہ و مشائخِ اسلام اور عُلماے کرام میں سے، اُن چند نُفوسِ قُدسیہ کے اَسماے گرامی، دَرج کیے جارہے ہیں، جنھوں نے اسلام کی اعلیٰ تعلیمات اور اس کے پاکیزہ اخلاق کو، عملی شکل میں پیش کرتے ہوئے اپنے خونِ جگر سے، شجرِ اسلام کی آبیاری کی اور رفتہ رفتہ، پورے خطّۂ ہند کو، باغ و بہار اور سرسبز وشاداب بناڈالا۔ جس کے سایۂ رحمت میں، **کاروانِ سَوادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت**، اپنی منزلِ مقصود کی جانب، ہمیشہ، رَوَاں دَواں رہا۔

حضرت سید علی ہجویری، داتا گنج بخش لاہوری (ولادت ۴۰۰ھ/۱۰۰۹ء۔ وصال ۴۶۵ھ/۱۰۷۲ء) حضرت سید محمد صُغریٰ، بلگرامی (ولادت ۵۶۴ھ۔ وصال، شعبان ۶۴۵ھ) حضرت خواجہ معینُ الدین، چشتی اجمیری (ولادت ۵۳۷ھ/۱۱۴۲ء۔ وصال، رجب ۶۳۲ھ/۱۲۳۵ء) حضرت شیخ بہاءُ الدین زکریا، سُہروردی، ملتانی (ولادت ۵۶۶ھ/۱۱۷۰ء۔ وصال ۶۶۶ھ/۱۲۶۷ء) حضرت خواجہ قطبُ الدین بختیار، کاکی، دہلوی (ولادت ۵۰۵ھ۔ وصال، ربیع الاول ۶۳۳ھ) حضرت خواجہ فریدُ الدین مسعود، گنج شکر (ولادت ۵۷۵ھ/۱۱۷۹ء۔ وصال، محرمُ الحرام ۶۶۴ھ/۱۲۶۵ء) حضرت مخدوم علی احمد علاءالدین صابر، کلیری (ولادت ۵۹۲ھ/۱۱۹۴ء۔ وصال ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء) شیخ شمس الدین تُرک پانی پتی (وصال ۷۱۸ھ) حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر، پانی پتی (وصال ۷۲۴ھ) محبوبِ الٰہی، خواجہ نظام الدین اولیا، دہلوی (ولادت ۶۳۴ھ/۱۲۳۶ء۔ بدایوں۔ وصال ۱۷/ربیع الآخر ۷۲۵ھ/۱۳۲۴ء۔ دہلی) خواجہ نصیر الدین محمود، چراغ دہلی (وصال رمضان ۷۵۷ھ/۱۳۵۶ء) مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ، منیری (ولادت ۶۶۱ھ۔ وصال ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء) حضرت مخدوم، جہانیاں جہاں گشت (ولادت ۷۰۷ھ/۱۳۰۸ء۔ وصال ۷۸۵ھ/۱۳۸۳ء) امیرِ کبیر، سید علی ہمدانی، کشمیری (ولادت ۷۱۴ھ۔ وصال ۷۸۶ھ/۱۳۸۴ء) حضرت مخدوم، سید اشرف جہانگیر سمنانی، کچھوچھوی (ولادت ۷۰۹ھ۔ وصال ۲۸/محرم ۸۰۸ھ/۱۴۰۴ء) خواجہ سید محمد، بندہ نواز گیسو دراز

(وصال ذوالقعدہ ۸۲۵ھ) مخدوم علی بن احمد، مہائمی (وصال ۸۳۵ھ/۱۴۲۲ء) شیخ احمد عبدالحق چشتی، رودولوی (وصال ۸۳۶ھ) مخدوم شیخ، سارَنگ، اَوَدِھی (وصال، شوال ۸۵۵ھ/نومبر ۱۴۵۱ء) مخدوم شاہ صفی عبد الصَّمد، سائیں پوری رُصفی پوری (وصال محرم ۹۴۵ھ/ جون ۱۵۳۸ء) شیخ حسین محمد، سکندر آبادی (وصال، شعبان ۹۷۸ھ/۱۵۷۱ء) حضرت شیخ سلیم چشتی (ولادت ۸۸۴ھ/۱۴۷۹ء۔ وصال ۹۷۹ھ/۱۵۷۱ء) مخدوم شاہ محمد مینا، چشتی، لکھنوی (وصال صفر ۸۸۴ھ/ ۱۴۷۹ء) مخدوم شیخ سعد الدین، خیرآبادی (وصال، ربیع الاول ۹۲۲ھ/ ۱۵۱۶ء) مخدوم شاہ صفی، عثمانی، چشتی (وصال ۹۴۵ھ/ ۱۵۳۷ء) شیخ عبد القدوس، غزنوی، چشتی، گنگوہی (وصال ۹۴۵ھ/۱۵۳۷ء) شیخ عبد الرَّزَّاق، قادری، جھنجھانوی (وصال ۹۴۹ھ/۱۵۴۲ء) شیخ علی مُتَّقی بُرہان پوری (وصال ۹۷۵ھ/ ۱۵۶۸ء) شیخ وجیہُ الدین، علوی، احمد آبادی، گجراتی (وصال ۹۷۸ھ/ ۱۵۷۰ء) شاہ کمال، کیتھلی، قادری (وصال ۹۸۱ھ/ ۱۵۷۳ء) شاہ نظام الدین بھکاری، کاکوروی (وصال ۹۸۱ھ/ ۱۵۷۳ء) شیخ جلالُ الدین، تھانیسری (وصال ۹۸۹ھ) سید شاہ جُنید، قادری، غازی پوری (وصال ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۰ء) شیخ عبدالوہاب متقی، بُرہان پوری (وصال ۱۰۰۱ھ) خواجہ، محمد عبدالباقی، باقی بِاللہ، نقشبندی، دہلوی (وصال ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۲ء)

صاحبِ ''سَبعِ سَنابِل''، میر سید عبد الواحد، بلگرامی (ولادت۔ ۹۱۶ھ۔ وصال، رمضان ۱۰۱۷ھ/ ۱۶۰۸ء) شیخ حَسَن، کشمیری (وصال ۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱ء) امامُ المحدِّثین، حضرت شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی (ولادت محرم ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء۔ وصال ربیع الاول ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) مجدِّدِ اَلفِ ثانی شیخ احمد، فاروقی، سرہندی (ولادت، شوال ۹۷۱ھ/ ۱۵۶۴ء۔ وصال ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) میر سید عبدالجلیل، بلگرامی، مارہروی (ولادت، رَجب ۹۷۲ھ/۱۵۶۵ء۔ بلگرام۔ وصال، صفر ۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷ء۔ مارہرہ مُطَہَّرہ) دیوان جی، محمد رشید، عثمانی، جون پوری (ولادت ۱۰/ ذی القعدہ ۱۰۰۰ھ/ ۱۵۹۱ء۔ وصال ۹/ رمضان ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء) صاحبُ البَرکات، سید شاہ برکتُ اللہ قادری مارہروی (ولادت، جمادیٰ الآخرہ ۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء۔ بلگرام۔ وصال عاشورۂ محرم ۱۱۴۲ھ/ ۱۷۲۹ء۔ مارہرہ مطہَّرہ) حضرت شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی (ولادت ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۳ء۔ وصال ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) وغیرھُم۔ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیْھِم اَجْمَعِیْن۔

اِن اَصحابِ علم وفضل واَربابِ زُہدوتقویٰ کے بعد، تیرہویں صدی ہجری میں جن عُلما وصوفیہ ومشائخِ کِرام نے، کاروانِ عشق وعرفان کی رہنمائی کا شرف حاصل کیا اور سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کو، صراطِ مستقیم پر گامزن رکھا، اُن کی ایک اِجمالی فہرست

کچھ اِس طرح ہے:

شمس العارفین، سید شاہ، آلِ احمد، اچھے میاں، مارَہروی (ولادت ۱۱۶۰ھ۔ وصال، ربیع الاول ۱۲۳۵ھ/جنوری ۱۸۲۰ء) بحرالعلوم، مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی، لکھنوی (ولادت ۱۱۴۴ھ۔ وصال ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) بیہقیِ وقت، قاضی ثناءاللہ، مجدّدی، پانی پتی (وصال ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) حضرت شاہ محمد اجمل الہ آبادی (ولادت ۱۱۶۰ھ۔ وصال ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۱ء) عارفِ حق، مولانا شاہ نورُ الحق، فرنگی محلی لکھنوی (وصال ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء) سِراجُ الہند، مولانا شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی (ولادت ۱۱۵۹ھ/۱۷۴۶ء۔ وصال، شوال ۱۲۳۹ھ/جون ۱۸۲۴ء) حضرت شاہ، غلام علی، نقشبندی، مجدِّدی، دہلوی (ولادت ۱۱۵۸ھ۔ وصال ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) حضرت شاہ ابوالحسن فرؔد، پُھلواری (ولادت ۱۱۹۱ھ۔ وصال ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء) حضرت مولانا جمال الدین، فرنگی محلی، لکھنوی (وصال، ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء) حضرت شاہ احمد سعید، مجدِّدی، دہلوی، مہاجرِ مدنی (ولادت ۱۲۱۷ھ۔ وصال ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء) امامُ الحکمۃِ و الکلام مولانا فضلِ حق، خیرآبادی (ولادت ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء۔ وصال ۱۲/صفر ۱۲۷۸ھ/۲۰/اگست ۱۸۶۱ء) مفتی صدرُ الدین آزردؔہ، دہلوی (ولادت ۱۲۰۴ھ/۱۷۸۸ء۔ وصال ۲۴/ربیع الاول ۱۲۸۵ھ/۱۶/جولائی ۱۸۶۸ء) حضرت مولانا عبدالحلیم، فرنگی محلی، لکھنوی (ولادت ۱۲۰۹ھ۔ وصال شعبان ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) سَیفُ اللہِ الْمَسْلُول، مولانا فضلِ رسول، عثمانی، بدایونی (ولادت ۱۲۱۳ھ۔ وصال ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) خاتمُ الاکابر، سید شاہ، آلِ رسول، احمدی، قادری برکاتی، مارَہروی (ولادت رجب ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۵ء۔ وصال ۱۸/ذوالحجہ ۱۲۹۶ھ/دسمبر ۱۸۷۹ء) حضرت مولانا، نقی علی، قادری برکاتی، بریلوی (ولادت ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء۔ وصال ذوالقعدہ ۱۲۹۷ھ/دسمبر ۱۸۸۰ء وَغیرہُم۔

رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔

اور، چودہویں صدی ہجری (نصفِ اول) جس میں مختلف ایمان شکن اور گمراہ کن تحریکوں تنظیموں اور جماعتوں نے جَنم لے کر، صدیوں کے مسلسل ومتوارِث، اسلامی عقائد ونظریات کو تہ وبالا کرنا شروع کیا اور عظمتِ توحید وناموسِ رسالت پر حملے کیے جانے لگے

تو، مندرجہ ذَیل عُلماے حق اور مجاہدینِ صف شکن، ان کے مَدِّ مُقابل، صف آرا ہو گئے۔

اور آج بھی، سَوَادِ اَعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کا قافلۂ حیات وکاروانِ فکر وخیال، اپنے انھیں اَسلافِ کرام کی روحانی قیادت ورہنمائی میں اپنی منزلِ مقصود کی جانب، رَواں دَواں ہے۔

حضرت مولانا عبدالحیٔ، فرنگی محلی، لکھنوی (ولادت ۱۲۶۴ھ۔ وصال، ربیع الاول ۱۳۰۴ھ/

دسمبر۱۸۸۶ء) حضرت مفتی ارشاد حسین، مجدِّدی، رام پوری (ولادت ۱۲۴۸ھ۔ وصال ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مراد آبادی (ولادت ۱۲۰۸ھ۔ وصال ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء) حضرت مولانا غلام دستگیر،قصوری، لاہوری (وصال ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) حضرت مولانا عبدالقادر، عثمانی، قادری، بدایونی (ولادت ۱۲۵۳ھ۔ وصال ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) حضرت مولانا سیدعبدالفتّاح،حَسنی ،قادری ،معروف بہ سیداشرف علی،گلشن آبادی (وصال ،صفر ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) حضرت مولانا سیدعبد الصَّمد ، مودودی، چشتی،سَہسوانی (ولادت شعبان ۱۲۶۹ھ/جنوری۱۸۵۳ء۔ وصال، جمادیٰ الآخرہ،۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) حضرت مولانا ہدایتُ اللہ رام پوری ثُمَّ جون پوری (وصال رمضان ۱۳۲۶ھ/ستمبر ۱۹۰۸ء) حضرت مولانا غلام قادر ہاشمی بھیروی ،پنجابی (وصال، ربیع الاول ۱۳۲۷ھ/اپریل ۱۹۰۹ء) حضرت مولانا خیرالدین دہلوی (ولادت ۱۲۴۷ھ/ ۱۸۳۱ء ۔ وصال،رجب ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) حضرت مولانا وصی احمد محدِّث سورتی، پیلی بھیتی (وصال ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) حضرت مولانا شاہ احمد رضا،حنفی ،قادری، برکاتی بریلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء۔وصال ۲۵/صفر ۱۳۴۰ھ/۲۸/اکتوبر۱۹۲۱ء) حضرت شاہ ابوالخیر مجدِّدی، دہلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء۔ وصال ۔۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء) مولانا سیدعینُ القُضَاۃ نقشبندی لکھنوی (وصال ،رجب ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء) مولانا محمد قیامُ الدین عبدالباری،فرنگی محلی لکھنوی (وصال ،رجب ۱۳۴۴ھ/جنوری ۱۹۲۶ء) مولانا عبدالاُحد،محدِّث پیلی بھیتی (ولادت ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۳ء۔وصال ۱۳۵۲ھ/ دسمبر۱۹۳۳ء) مولانا سید دیدار علی، اَلْوَرِی ثُمَّ لاہوری (ولادت ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۶ء۔اَلْوَرْ ،میوات ۔ وصال،رجب ۱۳۵۴ھ/اکتوبر۱۹۳۵ء۔ لاہور) حضرت سید شاہ علی حسین ،اشرفی ، کچھوچھوی (ولادت ۱۲۶۶ھ۔ وصال ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۶ء) حضرت سید شاہ، مہر علی، گولڑوی ، پنجابی (ولادت ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۷ء۔ وصال،صفر ۱۳۵۶ھ/ مئی ۱۹۳۷ء) حضرت مولانا سید سلیمان اشرف، بہاری ثمَّ علی گڑھی (وصال ربیع الاول ۱۳۵۸ھ/اپریل ۱۹۳۹ء) مولانا فضلِ حق ،رام پوری (ولادت ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء۔وصال ۱۳۵۸ھ/۱۹۴۰ء) حضرت مولانا حامد رضا، بریلوی (وصال ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) حضرت مولانا یار محمد، بندیالوی، پنجابی (وصال محرمُ الحرام ۱۳۶۷ھ/دسمبر ۱۹۴۷ء) حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی ،رضوی (وصال ۲/ذوالقعدہ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) حضرت مولانا محمد نعیم الدین،مرادآبادی (وصال،ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) وغیرھُم۔رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِم اَجْمَعِیْن ۔

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔ (سورہ مجادلۃ ۔آیت ۲۲)

تأثرات اور تبصرے

۱۔ ڈاکٹر نسیم قریشی (شعبۂ اُردو، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) د

''امام احمد رضا، ارباب علم و دانش کی نظر میں'' مولانا یٰسٓ اختر مصباحی، اُستاذِ ادبِ عربی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی لائقِ تحسین تالیف ہے۔

لائق مؤلّف نے بڑی تلاش و جستجو سے خُلد آشیانی، مولانا احمد رضا خاں کے متعلق اربابِ علم و دانش کی رائیں، جمع کی ہیں اور پسندیدہ حُسنِ ترتیب کے ساتھ اُن کاوشوں کو اس طرح، فردوسِ نظر کیا ہے کہ:

حضرت مولانائے مکرَّم کی شخصیت اپنے گونا گوں کمالات کے ساتھ اُبھر کر سامنے آجاتی ہے جابجا، مؤلّف کے تبصرے، بہت دل چسپ اور معلومات افزا ہیں۔

مؤلّف کا اندازِ نگارش، شائستگی و متانت اور نکھرے ہوئے علمی ذوق کا حسین مرکّب ہے۔

اس تالیف کے مطالعہ سے مجھے، بہت فائدہ، حاصل ہوا۔

مؤلّف کے حق میں دل سے دعا نکلتی ہے۔ع **اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ**

نسیم قریشی ۳۱؍جولائی ۱۹۷۸ء

۲۔ پروفیسر محمد مسعود احمد

امام احمد رضا خاں قُدِّسَ سِرُّہٗ، نہ صرف پاک و ہند، بلکہ عالَمِ اسلام کے ایک عظیم نابغہ (Ginius) تھے۔

مگر، افسوس، ہمارے عُلما و محققین نے سنجیدگی و لگن کے ساتھ، علمی دنیا میں ان کو مُتعارف نہیں کرایا۔ اس بے توجہی سے ان کی تابناک شخصیت، اہلِ علم و دانش کی نظر سے اوجھل ہوگئی بلکہ غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کی کہر میں چھُپ گئی۔

برصغیر پاک و ہند کا یہ ایک عظیم المیہ ہے جس کو اب محسوس کیا جا رہا ہے۔

امام احمد رضا خاں قُدِّسَ سِرُّہٗ کے وصال کو، تقریباً پَون صدی گذر جانے کے بعد

سنجیدگی سے اب اس طرف، توجہ کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں اہم علمی اور تحقیقی سرمایہ سامنے آیا ہے۔

فاضلِ جلیل، مولانا محمد یٰسین اختر اعظمی زِیْدَ مَجْدُہٗ کی تالیفِ لطیف

''امام احمد رضا، اربابِ علم و دانش کی نظر میں''

اس سلسلے کی اہم کڑی ہے۔ المجمع الاسلامی (مبارک پور) کی طرف سے ۱۹۷۷ء میں شائع ہونے والا، غالبًا، یہ دوسرا مجموعہ ہے، جو اہلِ علم و دانش کو اپنی طرف، متوجہ کر رہا ہے۔

فاضل مؤلّف نے ابتدا میں تعارف کے عُنوان سے امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ کے حالاتِ زندگی، شامل کیے ہیں، جو محنت سے مرتَّب کیے گئے ہیں۔

خُلَفا کے ذیل میں مولانا عبدالعلیم صدیقی، میرٹھی، مولانا ظفرالدین بہاری، پروفیسر سید سُلیمان اشرف۔ وَغَیْرُھُم۔ عَلَیْھِمُ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان کے حالات، معلومات افزا ہیں۔

سوانحی حصے کے بعد، تأثراتی حصہ، شروع ہوتا ہے۔ اس حصے میں سب سے پہلے، اہلِ دانش کے تأثرات ہیں، جن میں صحافیوں اور ادیبوں کے علاوہ، کالج کے اساتذہ اور یونیورسٹیوں کے پروفیسر اور وائس چانسلر بھی شامل ہیں۔

اس کے بعد، مخالفین کے تأثرات دیے ہیں۔ پھر عُلمائے عرب کے تأثرات، شامل کیے ہیں۔

ان تأثرات میں شیخ عبدالفتاح ابوغُدَّہ (پروفیسر کلیۃ الشریعہ، محمد بن سعود یونیورسٹی) اور پروفیسر محی الدین اَلوائی (قاہرہ، مصر) خاص طور پر، قابلِ توجہ ہیں۔

کیوں کہ ان کا تعلق، عرب کے جدید دانشوروں سے ہے۔

انھوں نے اندھیروں میں اجالوں کو تلاش کیا ہے۔

اس لئے ان کے تأثرات، نہایت دقیع اور وزنی ہیں۔

اَلْغَرض! یہ تالیفِ لطیف، مجموعی طور پر نہایت مفید اور مؤثر ہے اور اس لائق ہے کہ:

اربابِ علم و دانش، بِالخصوص، وہ حضرات، توجہ فرمائیں، جو امام احمد رضا خاں قُدِّسَ سِرُّہٗ کی شخصیت سے متعارف نہیں، یا۔ ان کے بارے میں کسی غلط فہمی میں مُبتلا ہیں۔

امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ کے متعلق، روز بروز، جدید سے جدید تر تحقیقات سامنے آرہی ہیں اس لئے فاضلِ مؤلّف، آئندہ ایڈیشن میں جدید معلومات کو شامل کرلیں۔

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل کتابیں بھی، پیشِ نظر رکھیں:

۱۔ پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی: ''فاضلِ بریلوی کے معاشی نکات'' لاہور۔ ۱۹۷۷ء

۲۔انوارِرضا لاہور

۳۔میاں عبدالرشید Islam in Indopak Subcontient, Lahore 1977

۴۔محمدحُسین بدر: ''سات ستارے'' لاہور۔۱۹۷۸ء

۵۔محمدمُریدچشتی: ''اعلیٰ حضرت، مشاہیر کی نظر میں'' (دوجلدیں، قلمی)

مولانا اسدنظامی (جہانیاں، پنجاب، پاکستان) نے، امام احمدرضاقُدِّسَ سِرُّہٗ کے بارے میں بعض اہم عُلما ودانشوروں کے تأثرات، اِرسال فرمائے ہیں۔ ان تأثرات کو، اصل مآخِذ سے مطابقت کر کے انھیں نقل کرلیا جائے، تو مناسب ہے۔ مندرجہ ذیل مآخِذ، پیشِ نظر رکھیں:

۱۔رسالہ سلطانُ العلوم: دیوبند۔ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ۔ص ۱۷

(تأثراتِ مولانا رشیداحمد، گنگوہی)

۲۔رسالہ: اَلہادی: دیوبند۔ جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۳۰ھ، ص ۱۷

(تأثراتِ مولانا محمدانورشاہ، کشمیری)

۳۔رسالہ: اَلنّدوہ، لکھنؤ۔ اکتوبر ۱۹۱۴ء۔ص ۱۷

(تأثراتِ شبلی نعمانی)

۴۔اخبار، شحنۂ ہند، میرٹھ۔ ۱۴/دسمبر ۱۹۱۷ء۔ص ۵

(تأثراتِ مولانا فضلِ عظیم، بہاری)

۵۔ہفت روزہ، بھجن، پٹنہ۔ ۱۷/نومبر ۱۹۱۸ء۔ص ۷

(تأثراتِ ڈاکٹر کرشنا چند، واصفؔ)

۶۔روزنامہ، خلافت، ممبئی۔ ۱۷/نومبر ۱۹۱۹ء۔ص ۷

(تأثراتِ مولانا محمدعلی جوہرؔ)

۷۔اخبار۔ نظام الملک، کلکتہ۔ ۱۷/مئی ۱۹۲۰ء۔ص ۴

(تأثراتِ مولانا محمودحسن، دیوبندی)

۸۔رسالہ: اَلہادی، تھانہ بھون۔ ذوالحجہ ۱۳۳۹ھ۔ص ۲۱

(تأثراتِ مولانا شبیراحمد، عثمانی)

۹۔رسالہ: اَلنّدوہ، اگست ۱۹۳۳ء۔ص ۱۷

(تأثراتِ سیدسُلیمان ندوی)

مندرجہ بالاحوالوں سے استفادہ کے علاوہ، کتاب کے آخر میں فہرستِ مآخذ و مراجع کا اضافہ کیا جائے۔
مَولیٰ تَعالیٰ فاضل مؤلّف، مکرّمی، مولانا یٰسین اختر اعظمی زِیْدَتْ عِنَایَتُہٗ کی
اس مخلصانہ پیش کش کو شرفِ قبولیت، عطا فرمائے اور ان کی تحقیقات
ہم سب کے لئے باعثِ فرحت وطمانیت ہوتی رہیں — آمِین۔
(بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرسلین رَحْمَۃٍ لِلْعَالَمِین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلم)
احقر، محمد مسعود احمد۔ پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج، سکرند، پاکستان ۲ / مارچ ۱۹۷۸ء

۳۔ مولانا قمر الزماں اعظمی مصباحی۔ بریڈفورڈ، برطانیہ

برادرِ گرامی قدر، مولانا یٰسین اختر مصباحی

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتَہٗ

مزاجِ اقدس؟

تصنیفِ لطیف ''**امام احمد رضا، اربابِ علم و دانش کی نظر میں**'' نظر نواز ہوئی۔
بے پناہ مسرت ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ المجمع الاسلامی، مبارکپور
اُس عظیم خلا کو پُر کرنے کی کوشش میں مصروف ہے، جو، تقریباً ایک صدی پر پھیلا ہوا ہے۔
مجھے امید ہے کہ دوسری تالیفات بھی بہت جلد، منظرِ عام پر آئیں گی۔
زیرِ نظر کتاب، انتہائی خوبصورت ہے۔ طباعت و کتابت کا معیار بھی اچھا ہے۔
البتہ، کاغذ صرف گوارا۔
اس سلسلے مجھے اِدارے کی مالی مشکلات کا احساس ہے۔
لیکن، پھر بھی کوشش کیجیے کہ آئندہ کتابیں، معیاری کاغذ پر شائع ہوں۔
میری طرف سے اور ورلڈ اسلامک مشن، برطانیہ کی طرف سے مبارک باد، قبول کریں۔
میں آج کل، عرسِ اعلیٰ حضرت کی تقریبات سے متعلق، تیاریوں میں مصروف ہوں
جس میں پورے یورپ سے اہلِ سنّت و جماعت کے عُلما و مشائخ اور ڈیلی گیٹ
شریک ہو رہے ہیں۔ کوشش کروں گا کہ ایسے موقع پر
اعلیٰ حضرت کی حیات، انگلش میں پیش کی جا سکے۔ دعا فرمائیں ——

اساتذۂ کرام اور طلبہ کی خدمت میں سلام، پیش فرمادیں۔ **فقط والسلام**
خادم، قمر الزماں اعظمی۔۲۴؍ جنوری ۱۹۷۸ء

۴۔ مولانا مفتی مکرّم احمد، نقشبندی

خطیب و امام، شاھی مسجد، فتح پوری، دھلی

مخدوم و مکرم، مولانا یٰسین اختر مصباحی، مُدَّ ظِلُّہٗ الْعَالِی

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَن لَدَیْکُم

بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی، احقر، بخیر ہے اور امید کرتا ہے کہ آپ بھی بعافیت ہوں گے۔
چار پانچ روز قبل آپ کی گراں قدر تالیف **''امام احمد رضا، اربابِ علم و دانش کی نظر میں''**
مل کر طبیعت کو فرحت، حاصل ہوئی۔ یہ آپ کی تالیف اور حُسنِ ترتیب کا کمال ہے کہ:
احقر نے صرف مختصر سے عرصہ میں اس کو مکمل اور بِالاستیعاب پڑھ لیا۔
بلکہ بعض صفحات تو کئی کئی بار پڑھ کر نیا لطف اٹھایا۔
یہ میرا پہلا موقع ہے کہ اتنی جلدی، میں نے کوئی کتاب، بِالاستیعاب پڑھی ہو۔
آپ کی اِس تالیف میں عجیب سی جاذبیت ہے اور اندازہ، یہ ہوتا ہے کہ:
اس تالیف سے آپ کا مقصد، صرف، دین کی بے لوث خدمت
اور فخرِ دَورِ حاضر، مجتہد العصر، فقیہِ کامل حضرت العلاَّم، مولانا مفتی شاہ، احمد رضا خاں
صاحب عَلَیْہِ الرَّحْمَة کے علمِ لدنی کو، علم کے پروانوں تک پہنچانا ہے۔
جہاں پر نفسانیت کو، دخل نہیں ہوتا، وہاں، یہی کمال، حاصل ہوتا ہے۔
میری طرف سے اپنی اِس کامیابی پر مبارک باد، قبول فرمائیے۔
اور اس گراں قدر تصنیف میں احقر کو یاد رکھنے کا شکریہ بھی قبول فرمائیے۔
یہ حقیقت ہے کہ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی شخصیت، بہت ہی انمول
صفات کی جامع تھی۔ وہ، بیک وقت، محدّث، مفسّر، فقیہ اور شاعر تھے۔
نہ صرف، وہ، ایک مذہبی رہنما اور عالمِ دین تھے، بلکہ تحقیق، ان کا خاص ملکہ تھا۔
آج کل کے محقق اور ریسرچ اسکالرز، اگر اپنے مضامین کی تدوین سے پہلے

مولانا کی تصانیف کو پڑھ لیں، تو کافی حد تک، یہ اسکالرز اپنے گائیڈس، یا سُپر وائزرس سے
بے نیاز ہو کر کام کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔
ان کے فتاویٰ اور تحریروں میں جامعیت اور دلائل کی بھر مار، قابلِ رشک ہے۔
شہر دہلی کے بہت سے مفتیانِ کرام سے، وقتاً فوقتاً، فتاویٰ رضویہ پر، تبادلۂ خیالات ہوا۔
تو سب کو، اِس بات پر تقریباً، متفق پایا کہ:
مولانا احمد رضا خاں صاحب کے فتاویٰ، جامعیت اور مدلَّل ہونے کے اعتبار سے
اپنی نظیر آپ ہیں۔
آپ نے، اپنی کتاب ''امام احمد رضا'' میں مولانا عَلَیْہِ الرَّحْمَة کا مختصر تعارف، جامع انداز
میں دے کر، ناواقف لوگوں کو بہت اچھے انداز میں مولانا کی شخصیت سے مُتعارف کرایا ہے۔
آپ کے خُلفا و ارشد تلامذہ نے جس بے لوث انداز میں دین کی خدمت فرمائی
قابلِ رشک وستائش ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ صُحبت کا فائدہ، انھوں نے پورا پورا اٹھایا۔
مولانا عَلَیْہِ الرَّحْمَة کو، علمِ کسبی کے علاوہ، علمِ لدُنی، بہت وَافر انداز میں عطا کیا گیا تھا۔
یہ بھی ایک مصلحت تھی کہ ان کے مخالفین پیدا ہوئے۔
اور مولانا کا علم، ان لوگوں کے بہانے، ہم تک پہنچا۔ مولانا پر، خدا کا خاصُ الخاص فضل تھا۔
ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُوْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءَ الخ۔ چونکہ فضلِ خداوندی، شاملِ حال تھا
اسی وجہ سے اس ظاہر و باہر فضل کے سامنے، مخالفین اور معانِدین نے بھی، سرِ نیاز، خم کیا۔
وَالْفَضْلُ مَاشَھِدَتْ بِہِ الْاَعْدَاءُ۔
عربی کا مقولہ ہے کہ "لِــکُــلِّ فَــنٍّ رِجــاَلٌ" ہر فن کے لئے الگ الگ اشخاص ہوتے ہیں
لیکن! اگر، مولانا فاضلِ بریلوی کی ہمہ گیر شخصیت پر نظر ڈالی جائے
تو کہنا پڑتا ہے کہ "لِکُلِّ فَنٍّ رَجَلٌ وَاحِدٌ"
اُن کی علمی وُسعت، نظر میں حیا، عقل میں سلامتی، اِجتہاد میں ثقاہت اور اِصابت
ان کی زبان اور قلم میں تاثیر اور شخصیت میں اثر و نفوذ کو دیکھ کر جی چاہتا ہے کہ:
ان کو آیَةٌ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ تَعَالیٰ کہوں۔
وہ، سچے عاشقِ رسول اور شیدائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور ان کی اس سچی محبت نے

ان کی شخصیت کو، دَوام بخش دیا۔ یہ محبت تو وہ ہے، جو رہتی دنیا وآخرت تک قائم رہے گی۔
اس کو فنا نہیں ہے، تو جب اس محبت کو فنا نہیں ہے، تو صاحبِ محبت، مُحِب کو کیسے فنا ممکن ہے؟
فاضلِ بریلوی کی طرف، مخالفین نے بہت سے غلط رسم و رواج، باطل خیالات
اور بدعات و منکرات کی نسبت کی ہے۔ حالاں کہ یہ ایک ناکام کوشش ہے۔ جیسا کہ:
آپ نے فتاویٰ رضویہ و احکامِ شریعت اور عرفانِ شریعت وغیرہ کے اقتباسات، ذکر کیے ہیں۔
ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاضلِ بریلوی، دینِ مستقیم ہی کے پَیرو تھے۔
وہ، کسی بھی بے بنیاد روایت کو نہ مانتے تھے، نہ اس کی تبلیغ کرتے تھے۔
بندگی میں، وہ، سراپا فدائے مصطفیٰ تھے (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں)
سچے مذہب اور دینِ حنیف کی تبلیغ میں ان کی عمر، صَرف ہوئی۔
ان کے حالات اور علمی مباحثوں کو پڑھ کر دل کو سکون واطمینان اور، روشنی و ایمانی قوت ملتی ہے۔
ان کے مزاج میں سختی، ایمانی جوش کا اثر تھی۔
اور یہ سختی، عالمِ دین میں ہوتی ہی ہے اور ہونی چاہیے۔
یہ چند الفاظ تھے، جو مولانا کے بارے میں احقر سے لکھ دیے گئے۔
سعادتِ لوح و قلم، مسعودِ زماں، پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کا بھی ممنون ہوں کہ:
انھوں نے حضرت فاضلِ بریلوی کے علمی کارناموں سے مجھے متعارف کرایا۔
آپ کی اِس تصنیف سے اور روشنی ملی۔
افسوس، یہ ہے کہ اتنی عظیم شخصیت کو، قَعرِ گمنامی میں ڈال دیا گیا تھا۔
اور مولانا احمد رضا خاں کے لئے عوام کی نظر میں صرف ایک نعتیہ شاعر ہونے کا تصور رہ گیا تھا۔
اللہ تبارک تعالی، آپ کو، پروفیسر صاحب کو اور المجمع الاسلامی مبارک پور کو
ان علمی کارناموں کا صلہ، عطا فرمائے اور خدا کرے کہ:
یہ آپ کے علمی کام، دینِ مستقیم کی خدمت کا سبب بنیں۔
انھیں الفاظ کے ساتھ، اجازت چاہتا ہوں۔ احباب کو، سلام کہہ دیں۔
وَالسَّلام محمد مکرم احمد غُفِرَلَہٗ۔ شاہی امام و مفتی
مسجد جامع فتح پوری، دہلی۔ ۴ رنومبر ۱۹۷۷ء

۵۔مولانا محمد منشا تابش،قصوری، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

اَخی المکرّم،حضرت علاّمہ یٰسین اختر الاعظمی دَامَتْ عِنَایَتِکُمْ

سلام ورحمت۔مزاجِ اقدس؟

آپ کی گراں قدر،عظیم الشان اورتاریخی تصنیف وترتیب

''امام احمد رضا،اَربابِ علم ودانش کی نظر میں'' باصرہ نواز ہوئی۔

پہلی نشست میں ہی،اول تا آخر پڑھی۔انتہائی دلچسپ اور بہت مفید پائی۔

اِنْ شَاءَ اللّٰہ الْعَزِیْز،اِس مثالی کتاب کو بہت جلد،قبولیت کا شرف،حاصل ہوگا۔

امام احمد رضا پر لکھنے والے،اسے حرزِ جاں بنائے بغیر،نہیں رہ سکتے۔

مؤرخین ومحققین،اس کتاب کوعدیم النَّظیر قرار دیں گے۔

''امام احمد رضا،اربابِ علم ودانش کی نظر میں'' نہ صرف فاضلِ بریلوی

عَلَیْہِ الرَّحْمَة کی ذاتِ ستودہ صفات کا ایک روح پرور تعارف ہے۔

بلکہ اہلِ سنَّت وجماعت کی کئی اور ممتاز شخصیات کے بھی حالات

بڑے اچھوتے اِجمال میں پیش کیے گئے ہیں۔

جن کی اس دَور میں بے حد ضرورت،محسوس کی جارہی ہے۔

حضرت صدرُالافاضل،حضرت صدرُالشریعہ،حضرت محدِّثِ اعظمِ ہند

حضرت ملک العلما،پروفیسر سید سلیمان اشرف،اَلشَّاہ محمد عبدالعلیم صدیقی

عَلَیْہِمُ الرَّحْمَةُ وَالرِّضْوَان جیسے اکابر پر

اس کتاب کے اندر،دل کش مواد،موجود ہے۔

آپ نے،اس ترتیب وتصنیف میں احقر کا نام بھی درج فرمایا ہے۔

اس پر،نادم ہوں کہ آپ کی طلب کے مطابق،مواد،فراہم نہ کرسکا۔

دوسرے ایڈیشن میں اگر اضافہ کا ارادہ ہو،تو آ گاہ فرمایئے۔

تاکہ ایسی کتابیں،حاصل کر کے پیش کرسکوں۔

جنھیں،آپ،بوقتِ ترتیب،بہ چشمِ خود،ملاحظہ فرماسکیں۔

شیخ عبدالفتاح اَبوغُدَّہ سے آپ نے جس مبارک مقصد کے لئے ملاقات کی

اس سے، خاص کر متأثر ہوا ہوں۔

آخر میں آں جناب اور آپ کے معاونینِ کرام کے کی خدمت میں

ہدیۂ تبریک، پیش کرتا ہوا، دعا کرتا ہوں کہ؛

مَولیٰ تَعَالیٰ اس کتاب کو قبولیت کی دائمی سند، عطا فرمائے۔

آمِین ثُمَّ آمِین بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم

وَعَلیٰ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِین۔

۲۰/ذوالحجۃ المبارکہ ۱۳۹۷ھ ۳/دسمبر ۱۹۷۷ء

۶۔ڈاکٹر محبّ الحق رضوی، طبیہ کالج، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

گرامی قدر اختر صاحب

تسلیم و ہدیۂ تبریک۔ مزاج شریف؟

چند ساعت ہوئے، گراں قدر علم و آگاہی کا خزینہ

''امام احمد رضا، اربابِ علم و دانش کی نظر میں'' باصرہ نواز ہوئی۔ عنایت کا شکریہ۔

چوں کہ اُس وقت، میرے دوست، صادق الاسلام صاحب، ادروی، موجود تھے

اور وہ، فوراً مطالعہ میں مصروف ہو گئے، اِس لئے مَیں، صرف ظاہری حُسن و زیبائش سے

شرف نیاز مندی، حاصل کر سکا ہوں۔

اس معاملے میں اپنی جماعت کی مارکیٹ میں کوئی مثال نہیں ہے۔

چوں کہ آپ حضرات اور خصوصیت سے جنابِ والا کے بے پایاں خلوص، علم دوستی، تحقیق

و تفتیش کا ثمرہ ہے، اِس لئے قبول صُورت کے ساتھ ساتھ، قبولِ سیرت میں بھی بے مثال ہوگی۔

اِنْ شَاءَ اللّٰہ، کل کی بزمِ مرکز میں فخر کے ساتھ، اسے پیش کروں گا، جس کا شاندار خیر مقدم

ہوگا۔ اس سے پہلے، المجمع الاسلامی مبارک پور کی عظیم پیش کش نُورُ الْاِیْمَان کو سراہا گیا تھا۔

اور صدہا تحسین و مبارکبادیاں، حاصِل ہوئیں۔

قبل اس کے کہ احبابِ مرکزِ تعلیماتِ اسلامی، علی گڑھ

اس عظیم پیش کش پر آپ کو، ہدیۂ مبارکباد اور شکریہ، پیش کریں

ان حضرات کی جانب سے سلام ومبارکباد، شکریہ کے ساتھ، پیش کررہا ہوں۔

۱۹/اکتوبر ۱۹۷۷ء

۷۔ قاری عبدالحکیم عزیزی، صدر شعبۂ تجوید وقرائت

دارالعلوم فیض الرسول، براؤں شریف ضلع بستی (یوپی)

مولانا المُحترم..............................اَلسَّلامُ عَلَیۡکُمۡ

آپ کی تازہ ترین تصنیف، مسمّٰی بہ **''امام احمد رضا، اربابِ علم ودانش کی نظر میں''**

حضرت مولانا محمد حنیف، قادری صاحب براؤنی کے توسُّط سے دیکھنے کوملی۔

صرف دیکھنے ہی تک نہیں، بلکہ بِالاستیعاب پڑھا بھی ——

واقعہ یہ ہے کہ سیدی امام احمد رضا بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی عظیم شخصیت سے متعلق

جتنی کتابیں دیکھنے، یا پڑھنے کوملیں، سب میں آپ کی کتاب کا انداز، قطعی اچھوتا اور منفرد ہے۔

تملُّق سے قطعِ نظر، آپ کا طرزِ نگارش، قابلِ ستائش ہے۔

دارالعلوم فیض الرسول کے تقریباً سبھی اساتذہ، آپ کی کتاب کے سلسلے میں، رَطبُ اللسان ہیں۔

مولائے قدیر، اس کتاب کو مقبولِ اَنام فرمائے۔

اور آپ کو زیادہ سے زیادہ، تصنیف وتالیف کی توفیق بخشے۔ آمِیۡن بِجَاہِ سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡن۔

۵/ربیع الاول ۹۸ھ

۸۔ مولانا محمد علی فاروقی، مہتمم مدرسہ اصلاح المسلمین، رائے پور (مدھیہ پردیش)

(بنام مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی)

''امام احمد رضا، اربابِ علم ودانش کی نظر میں'' کے اندر، جو تعارف پیش کیا گیا ہے

اس کے بارے میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ:

ابھی تک، ہندو پاک میں اتنا جامع اور شاندار تعارف، کسی نے نہیں کرایا۔

اگر، اسے ایک مستقل کتابچہ کی شکل دے دی جائے

تو وقت کا ایک اہم تقاضا پورا ہوجائے۔اور ضرورت ہے،اسے ایک الگ کتابی شکل دینے کی۔
اس کے ساتھ ہی ساتھ،اگر عربی،انگریزی،اور ہندی زبان میں
اس تعارف کا ترجمہ ہوجائے،تو یہ ہم پر ایک احسانِ عظیم ہوگا۔
اللہ ربُّ العزت کسی صاحبِ قلم کو،یہ توفیق بخشے کہ وہ،اس کام کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔
استادِ محترم،حضرت مولانا یٰسین اختر صاحب مصباحی نے
واقعی ایک بے مثال کارنامہ،انجام دیا ہے،جو آنے والوں کے لئے
تاریکیوں کے قلزمِ رواں میں،موسیٰ صفت رہبر،ثابت ہوگا۔
اللہ ربُّ العِزَّت،اُن تمام حضرات کو،جو المجمع الاسلامی،مبارک پور سے وابستہ ہیں
بہترین جزا،عطا فرمائے۔یہ تو ابھی،دوسری ہی پیشکش ہے،جس نے اپنا ایک مقام بنالیا ہے۔
اور اربابِ علم ودانش کی محفلوں میں قندیلِ فکر بن کر،روشن ہوئی ہے۔
اگر،آپ لوگوں کی محنت وجاں فشانی،اسی طرح،جاری رہی
تو عنقریب،یہ اکیڈمی ملک کے طول وعرض میں ایک عظیم مقام،حاصل کرلے گی۔
اِنْ شَاءَ اللّٰہ۔ ۸؍جنوری ۱۹۷۸ء

۹۔ قاضی نثار احمد،ایم۔اے(عربی)علی گڑھ۔قاضی محلّہ۔اسلام آباد،کشمیر

بریلی.................محمدِ عربی ﷺ کے پروانوں کی بستی ہے——
جسے،سوچی سمجھی منظّم سازش کے تحت ایک ایسی بستی کے طور پر پیش کیا گیا
جہاں،خدا کا شریک مانا جاتا ہو۔جہاں،مساجد میں انبیا واولیا کے بُت،نَصب کیے گئے ہوں۔
ہم جانتے ہیں کہ بریلی کے متعلق،یہ تصور دلانے کے ذمہ دار،چوٹی کے عُلما ہیں۔
ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ محمد عربی ﷺ کی محبت،ختم کرنے کے لئے
نام نہاد توحید کی نشر واشاعت کے لئے نجدی بجٹ کا کتنا حصہ،مخصوص ہے۔
شیخِ اہلِ سنّت،حضرت علاّمہ احمد رضا خاں صاحب رَحْمَۃُ اللّٰہ عَلَیْہِ
ہندو پاک کے مانے ہوئے فقیہ،محدّث اور مفسر ہیں۔چنانچہ،حضرت موصوف نے قرآن شریف
کا ترجمہ لکھا،جس کے متعلق،ماہنامہ"برہان"دہلی(شمارہ؍اپریل ۱۹۷۴ء)رقم طراز ہے:

''مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی، سرسید احمد خاں اور ڈپٹی نذیر احمد کے ہم عصر تھے۔
وہ، ایک زبردست صلاحیت کے مالک تھے۔ ان کی عبقریت کا لوہا، پورے ملک نے مانا......
فاضلِ بریلوی، مولانا احمد رضا خاں صاحب نے، قرآن پاک کا ترجمہ کیا۔
اور مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ، اس کی تفسیر کی۔
اس طرح، اس ترجمہ وتفسیر کا نام ہے ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' مع خزائن العرفان فی تفسیر القرآن''۔ ترجمہ، تحت اللفظ ہے، لیکن، اس کی زبان، بہت صاف اور شُستہ ہے۔''

(تلخیص از پندرہ روزہ اخبار ''حنفی'' سری نگر، ۳۰؍جولائی ۱۹۷۶ء بعنوان ''دیانت، یاخیانت''
و ۱۸؍جون ۱۹۷۶ء ص ۷ ماہنامہ ''التبلیغ'' سری نگر۔ ۱۹۷۵ء ص ۱۹)

۱۰۔ ڈاکٹر احمد حسین خاں احمؔر، ایم۔اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔

(حیدرآباد، سندھ، پاکستان)

میرے بہت ہی عزیز دوست، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی عنایت سے
مجھے، حضرت رضؔا سے متعلق، ایک تازہ تالیف کے مطالعہ کا شرف، حاصل ہوا۔
جس کا عنوان ہے **''امام احمد رضا، اربابِ علم ودانش کی نظر میں''**
اِس کتاب کے مرتّب، مولانا یٰسین اختر مصباحی ہیں۔
اور ناشر ہے: المجمع الاسلامی مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی، بھارت)
مختلف اَربابِ فکر ونظر نے حضرت رضؔا کی شخصیت، سیرت، ان کے تبحرِ علمی، فلسفہ دانی
نیز، شاعرانہ حیثیت سے متعلق، جن خیالات کا اظہار کیا ہے
فاضل مؤلّف نے انھیں ایک جگہ، جمع کر دیا ہے۔ ظاہر ہے، یہ کس قدر کاوش کا کام تھا
لیکن، فاضل مؤلّف نے، اسے، بڑے ہی سلیقے سے انجام دیا ہے۔
''کلمۂ آغاز'' اس کا ابتدائی باب ہے۔ کتاب کا اصل حصہ، اُس باب سے شروع ہوتا ہے
جسے **''تعارف''** کا عنوان دیا گیا ہے۔ اس عنوان کے تحت، حضرت امام احمد رضا کی ولادت خاندانی ماحول، زمانۂ طفولیت، زمانۂ تحصیلِ علم اور بعد ازاں، ان کے ذوقِ تصنیف وتالیف کے جُملہ پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔
ان کی شخصیت وسیرت کے ہر پہلو اور ہر نہج کی نشان دہی کی گئی ہے۔

یہ تعارفی باب، جو، چورانوے (۹۴) صفحات کو مُحیط ہے، خاصا دقیع ہے۔

اور اپنی جامعیت کے اعتبار سے یقیناً، گراں قدر بھی ہے۔

اس کے مطالعہ سے حضرت رضؔا کے بارے میں بعض بہت ہی اہم معلومات، حاصل ہوتی ہیں اوران کی جامعِ کمالات شخصیت کا ایک بہت ہی دل پذیر نقش، قلب و دماغ پر، قائم ہوتا ہے۔

کتاب کا، جو باب ''**نذرانۂ اہلِ دانش**'' کے عنوان سے شروع ہوتا ہے

اس میں اربابِ علم وفن نے حضرت رضؔا کے بارے میں، جن کلماتِ خیر کا اظہار کیا ہے

یہ باب، ان کا اِحاطہ کرتا ہے۔ حضرت رضؔا کی عظیم خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے والوں میں ہندوپاک کی بعض بہت ہی مشہور شخصیتوں کے اسماے گرامی، نظر سے گذرتے ہیں، مثلاً:

ڈاکٹر اقبالؔ، مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر سر ضیاء الدین، مفتی انتظام اللہ شہابیؔ ڈاکٹر سید عبداللہ پروفیسر سلیم چشتی، نیاز فتح پوری، ماہر القادری، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں اور بہزادؔ لکھنوی، وغیرہ۔

کتاب کے ایک باب کو ''**اعترافِ حقیقت**'' کا عنوان دیا گیا ہے۔

جیسا کہ گذشتہ سطور میں صراحت کی جاچکی ہے کہ:

امام احمد رضا کی تمام عمر، مذہبی محاذ پر جہادِ بالقلم کرتے ہوئے گذری ہے اور چوں کہ انھیں اپنے مشن کی صداقت پر کامل یقین تھا، لٰھذا، اس معاملے میں انھوں نے کسی کی رُو رِعایت نہیں کی۔ جو کچھ، دل میں آیا، اُسے بڑی جرأت و بے باکی کے ساتھ کہہ دیا۔

تحریکِ وہابیت، ان کے خیال کے مطابق، خالص عجمی تحریک تھی۔

جو اسلام کے اصل اصول، یعنی عشقِ رسول کے خلاف ایک بڑی سازش تھی۔

انھوں نے، اس تحریک کو بڑی تشویش کی نظر سے دیکھا۔

اس کے خوفناک عواقب کا تجزیہ کرنے کے بعد انھیں یقین ہو گیا تھا کہ:

اگر، خدانخواستہ، تحریکِ وہابیت، کامیاب ہوگئی، تو مِلّتِ اسلامیہ، پارہ پارہ ہوجائے گی اور ممالکِ اسلامیہ، ہزارہا، ماتم کدوں میں تبدیل ہوجائیں گے۔

ہندی مسلمانوں کا ایک گروہ، اس تحریک کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔

حضرتِ رضؔا نے، اس نازک وقت پر اپنی تمام توانائیوں کو مجتمع کیا اور بغیر کسی خوف و ہراس کے میدانِ عمل میں کود پڑے۔ انھوں نے بھٹکتے ہوئے قلوب کو سنبھالا اور ڈگمگاتے ہوئے

قدموں کو، صراطِ مستقیم پر قائم کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر، یہ متاعِ عشق و محبت چھن جاتی
تو مسلمانوں کے دامانِ اُمید میں، بجُز نامرادیوں کے اور کیا باقی رہ جاتا؟

حضرت رضؔا نے جذبہ و احساس کی ایک نورانی مَشعل، فروزاں کی۔ اور خود، قافلہ سالار کی حیثیت سے اپنے درماندہ قافلے کی رہنمائی کا فریضہ، انجام دیا۔ وہ، اس گم کردہ راہ کارواں کو خطرناک گھاٹیوں اور پُر پیچ وادیوں سے گذارتے ہوئے، سلامتی کی منزلِ مقصود پر لے آئے۔
ان کی راہ میں قدم قدم پر صعوبات و شدائد کے ہزار ہا مرحلے آئے
لیکن، وہ ہر خارزار سے اُلجھتے اور دامن بچاتے ہوئے، مردانہ وار آگے بڑھتے چلے گئے۔

ان کے مخالفین نے، ان کی ''انتہا پسندانہ رَوِش'' پر، بے جا اعتراضات، وارِد کیے، لیکن، ان کے جذبۂ دل کی طہارت اور ان کے مخلصانہ نہج کے باب میں کسی کو، دَم مارنے کی جرأت نہ ہوسکی۔

چوں کہ حضرت رضؔا کا اصل میدان، مذہب تھا، لِھٰذا، خصوصیت سے مذہبی محاذ ہی پر انھیں، سرگرم رہنا پڑا۔ مذہبی عُلما سے، ان کی براہِ راست، معرکہ آرائیاں رہیں۔
مخالف گروہ، خواہ، ان سے اتفاق کرتا، یا نہیں
لیکن، وہ ان کے بے پناہ خلوص کا قائل، ضرور تھا۔

''اعترافِ حقیقت'' کے ذیل میں جن عُلماے کرام کے احساسات و تأثرات کو ترتیب دیا گیا ہے، ان میں شامل عُلما، امام احمد رضا کے مسلک کے مخالف تھے۔

اس فہرست میں بعض ایسے نام بھی نظر سے گذرتے ہیں، جو، ان سے بڑے بنیادی اختلافات رکھتے تھے۔ ان اختلاف رکھنے والوں میں مولانا اشرف علی تھانوی بھی ہیں۔
یہ باب، حضرت احمد رضا کے عقائد اور ان کے منصبِ علم و فضل کو
سمجھنے میں گراں قدر معاونت کرتا ہے۔

اس کے آگے والا باب، اُن افراد کی آرا پر مشتمل ہے، جو ''حلقۂ شوق'' سے تعلق رکھتے ہیں یعنی، صوفیاے کرام۔ اس برگزیدہ گروہ میں حضرت شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی بھی شامل ہیں۔

حضرت رضؔا کی تحریروں نے صرف اہلِ ہند ہی کو متأثر نہیں کیا، بلکہ اَقصاے مصر و شام تک آپ کے افکارِ زَرّیں کی جوت سے چمک چمک اٹھے اور ''**تجلیاتِ حرمین**'' میں انھیں نفوس قدسیہ کا، ذکرِ خیر ہے۔
مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ، ان دونوں مقاماتِ مقدسہ پر لوگوں نے

آپ کے لئے دیدہ ودل، فرشِ راہ کر دیئے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ:

''حرمین شریفین میں آپ کی یہ مقبولیت
آپ کے اسلام اور ایمان پر کامل یقین اور عشقِ رسالت کا کرشمہ ہے۔''

عُلماے حجاز و مصر نے آپ کی تصانیف کا مطالعہ فرمایا، تو آپ کے تبحرِ علمی پر، عَش عَش کر اُٹھے۔
خصوصیت سے آپ کی تصنیف ''اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَّہ'' کو
عُلماے عرب میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔

ایک باب میں حضرت امام احمد رضا کے معاصر عُلما کی گراں قدر آرا کو، مرتَّب کیا گیا ہے۔
ان عُلما میں بیشتر، وہ ہیں، جنھیں آپ سے ملاقات کا شرف، حاصل ہوا۔
اور آپ سے براہِ راست، تبادلۂ خیالات کے مواقع، میسر آئے۔
نیز، انھوں نے آپ کی تصانیف کا مطالعہ بھی کیا ہے۔
البتہ، اسی گروہ میں بعض، وہ عُلما بھی ہیں، جو صرف آپ کی تصانیف کے مطالعہ سے
آپ کے مرتبۂ علم و فضل سے واقف ہوئے۔ بہر نوع، متأثر، ہر ایک ہی ہوا ہے۔

آخری باب، عُلماے عصرِ حاضر کے تأثرات پر مبنی ہے۔
اس باب کے شروع میں حضرت بریلوی کا ایک قصیدۂ عربیہ، درج کیا گیا ہے۔
جس کے بارے میں صراحت کی گئی ہے کہ:
کسی موقع پر، اسے، مصر کے فاضل عُلما کے مجمع میں پڑھا گیا، تو سب، بیک زبان پکار اُٹھے کہ:
''یہ قصیدہ، کسی فَصِیحُ اللِّسان عربی النَّسل عالمِ دین کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔''
جب انھیں بتایا گیا کہ اس کے لکھنے والے، مولانا احمد رضا خاں، بریلوی ہیں۔
جو عربی نہیں، عجمی ہیں، تو عُلماے مصر، ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے۔
اور سب نے، بے ساختہ کہا ''ایک عجمی اور اس کی یہ عربی دانی؟''

عُلماے عصر میں سے جن چند بزرگوں نے، امام احمد رضا کی خدمات کو
خراجِ تحسین، پیش کیا ہے، اُن میں شیخ علوی، مالکی، مکی بھی ہیں۔ وہ، فرماتے ہیں:
''فاضلِ بریلوی سے، ان کی تصنیفات و تالیفات کے ذریعہ، ہم، خوب، واقف ہیں۔
ان کی محبت، سنیت کی علامت اور ان سے بغض، علامتِ بدعت و بد مذہبی ہے۔''

پروفیسر محی الدین، اَلوائی، قاہرہ، مصر نے، بڑے ہی جامع انداز میں
آپ کے علم و فضل کی مدح سرائی کی ہے۔اسی طرح، شیخ عبدالرحمٰن مکی
حضرت فاضل بریلوی کی قدر و منزلت کے باب میں کہتے ہیں کہ:

''علمائے حرمین شریفین، جب فاضلِ بریلوی سے ملتے
تو دست بوسی کرتے اور اتنے احترام سے پیش آتے کہ:
میں نے کسی ہندوستانی عالم کا، اتنا اِعزاز و اِکرام کبھی نہیں دیکھا۔''

شیخ عبدالفتاح ابوغُدَّہ، پروفیسر کلیۃ الشریعہ، محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض (سعودی عرب) فرماتے ہیں:

''میرے ایک دوست، کہیں، سفر پر جارہے تھے۔ ان کے پاس
فتاویٰ رضویہ کی ایک جلد، موجود تھی۔ میں نے جلدی جلدی میں ایک عربی
فتویٰ کا مطالعہ کیا۔عبارت کی روانی اور کتاب و سنّت واقوالِ سلف سے
دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا۔
اور اس ایک ہی فتویٰ کے مطالعہ کے بعد، میں نے یہ رائے، قائم کر لی کہ:
یہ شخص، کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا جلیل القدر فقیہ ہے۔''

المختصر، ہم، مزید خامہ فرسائی سے قطعِ نظر، ایک بات، یہ عرض کریں گے کہ:
اس کتاب کے مطالعہ سے حضرت امام احمد رضا کی سیرت و شخصیت، ان کے علم و فضل
اور ان کے دوسرے اوصاف و خصوصیات کا ایک بہت ہی دل پذیر نقش، قائم ہوتا ہے۔
فاضل مؤلّف نے یہ ایک بہت ہی اہم کام، انجام دیا ہے۔
جس کی عرصے سے ضرورت، محسوس کی جارہی تھی۔
اس کتاب کے مطالعہ سے خود، راقم الحروف کی معلومات میں قرار واقعی، اضافہ ہوا ہے
اور اس نابغۂ عہد کے بارے میں بعض ایسی باتیں، اس کی نظر سے گذری ہیں
جن کے بارے میں وہ اب تک لاعلم تھا۔ **مارچ ۱۹۷۸ء**

۱۱۔ جناب شبیر علی رضوی (مترجمِ گجراتی ایڈیشن) دیا درہ، ضلع بھڑوچ، گجرات

واجبُ الاحترام، حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی مُدَّظِلُّہٗ

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ۔

استاذِ گرامی، حضرت مولانا ابوالکلام، رضوی، دیادروی (اصل وطن، بنگال و حال مقیم لیسٹر برطانیہ) جو حضور مفتیِ اعظم، حضرت مولانا الشّاہ مصطفیٰ رضا، قادری، برکاتی، نوری، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے خلیفہ ہیں۔ ان کی خدمت و محنت اور دعاؤں کا صدقہ ہے کہ:

انجمن رضائے مصطفیٰ، دیادرہ ضلع بھڑوچ (گجرات) عُلمائے اہلِ سنّت کی کتابیں شائع کر کے، مفت تقسیم کرتی ہے۔

اور مستند و مفید کتابیں، گجراتی زبان میں منظرِ عام پر لائی جاتی ہیں۔

اب تک پچیس کتابیں چھَپ چکی ہیں اور چھ کتابیں، پریس میں ہیں۔

حضرت موصوف کے ذریعہ، آپ کی مشہور کتاب

"امام احمد رضا، اربابِ علم و دانش کی نظر میں" راقِم سطور کو ملی۔

جسے پڑھ کر، مَیں اتنا مُتاثر ہوا کہ:

اسے، فوراً گجراتی زبان میں منتقل کرنا، شروع کر دیا۔

اور دو حصوں میں باری باری، اس کی اشاعت ہوئی۔

پہلا حصہ، مارچ ۱۹۹۰ء میں، ساڑھے سات ہزار کی تعداد میں چھَپ کر

دنیا کے، ہر اُس ملک میں تقسیم ہوا، جہاں، کچھ بھی گجراتی حضرات رہتے ہیں۔

اس پہلے حصہ کی نشر و اشاعت میں شرکت و تعاون کرنے والے اداروں کی تفصیل، یہ ہے:

۱ــــــ انجمن رضائے مصطفیٰ، دیادرہ ضلع بھڑوچ۔ ساڑے چار ہزار عدد۔

۲ــــــ سُنّی ینگ مسلم کمیٹی، بالیز ضلع بھڑوچ۔ پانچ سو عدد۔

۳ــــــ نوری اکیڈمی، ساجد بھائی رنگون والا، روم نمبر ۱۶۔ دوسرا منزلہ بڑے خاں۔ چکلہ، سورت، گجرات۔ ایک ہزار

۴ــــــ محدّثِ اعظم ہند مشن، مرزاپور برانچ احمد آباد، گجرات، پانچ سو عدد۔

۵ــــــ حُسینی کمیٹی (سُنّی) موربی، گجرات۔ ایک ہزار عدد۔

دوسرا حصہ بھی، مارچ ۱۹۹۱ء میں ساڑھے چار ہزار کی تعداد میں

مندرجہ ذیل اداروں کی طرف سے چھَپ کر، گجراتی حلقوں میں تقسیم ہوا۔۔

۱ــــــ انجمن رضائے مصطفیٰ، دیادرہ ضلع بھڑوچ گجرات۔ ڈھائی ہزار عدد۔

۲ــــــ سُنّی ینگ مسلم کمیٹی، بالیز ضلع بھڑوچ۔ پانچ سو عدد

۳ــــــ نوری اکیڈمی، سورت، گجرات۔ ایک ہزار عدد

۴ــــــ حُسینی کمیٹی (سُنّی) موربی، گجرات۔ پانچ سو عدد۔

دونوں حصے، آفسیٹ پر چھپے ہوئے ہیں، جنھیں آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔

مزید ضرورت ہو، تو تحریر فرمائیں۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ، ہم سب پر اپنا فضل فرمائے، اپنے دینِ متین کی خدمت کی توفیق بخشے، سرکارِ دو عالم ﷺ کا ہم پر کرم ہو جائے، مدینہ طیبہ کی زیارت، نصیب ہو۔

حضور سرورِ کونین ﷺ کے دیارِ مُبارک میں شہادت، میسر آئے اور وہیں، ہم، دفن ہو جائیں۔

۵؍فروری ۱۹۹۳ء

والسّلام

آپ کا خادم۔ فقیر، شبیر علی، رضوی، دیادردی

انجمن رضائے مصطفیٰ۔ دیادرہ، ضلع بھڑوچ، گجرات

جن سے بِالواسطہ، یا بِلا واسطہ، مؤلّف نے استفادہ کیا

نمبر	مصنف	کتاب	سن
۱	احمد رضا قادری، امام	کنزالایمان فِی ترجمةِ القرآن	۱۳۳۰ھ
۲	// // // //	اَلْکلمةُ الْمُلْهَمَةُ فِی الْحِکْمِةِ الْمُحْکَمَةِ	۱۳۳۸ھ
۳	// // // //	تمهیدِ ایمان بآیاتِ قرآن	۱۳۲۶ھ
۴	// // // //	خالِصُ الاعتقاد	۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء
۵	// // // //	اِنباءُالمصطفیٰ بِحالِ سِرّ وَاَخْفیٰ	۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء
۶	// // // //	حُسَامُ الْحَرمین علیٰ مَنْحرِ الْکفر وَالْمَیْن	۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء
۷	// // // //	اَلدَّولةُ الْمَکِّیَّة بالمادَّةِ الْغَیْبِیَّةِ مطبوعہ: ترکی، بریلی، کراچی	۱۳۲۳ھ
۸	// // // //	اَلْاِجَازَاتُ الرَّضْوِیَّه لِمُبجِّلِ مَکَّة الْبَهِیَّة	۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء
۹	// // // //	اَلزُّبْدَةُ الزَّکِیَّةُ فِی تَحْرِیْمِ سُجُوْدِ التَّحِیَّة	۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء
۱۰	// // // //	اَلْفُیُوْضَاتُ الْمَلَکِیَّة لِمُحِبِّ الدَّوْلَةِ الْمَکِّیة	۱۳۲۵ھ
۱۱	// // // //	جَمَلُ النُّور فِی نَهْیِ النِّسَاءِ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُور	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
۱۲	// // // //	کِفْلُ الْفَقِیْهِ الْفَاهِم فِی اَحْکامِ قِرطَاسِ الدَّرَاهِم	۱۳۲۴ھ
۱۳	// // // //	اَلْمُعْتَمدُ الْمُسْتَنَد بِنَاء نجاةِ الْاَبَد عَلیٰ الْمُعْتَقَدِ الْمُنْتَقَد لِلبدَایُونی	۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء
۱۴	// // // //	بدرالانوار فی آدابِ الآثار	۱۳۲۶ھ

۱۵	// // // //	مَوَاهِبُ اَرواحِ الْقُدسِ لِکشفِ حُکمِ العُرس	۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶
۱۶	// // // //	جَلِیُّ الصَّوتِ لِنَهْیِ الدَّعْوَةِ اَمَامَ الْمَوْت	۱۳۱۰ھ/۱۹۰۲ء
۱۷	// // // //	اَلنَّیِّرَةُ الْوَضِیَّةُ فِی شَرْحِ الْجَوْهَرَةِ الْمُضِیَّة	۱۲۹۵ھ
۱۸	// // // //	اَلطُّرَّةُ الرَضِیَّةُ عَلیٰ النَّیِّرةِ الْوَضِیَّة	۱۲۹۵ھ
۱۹	// // // //	کاسِرُ السَّفیْهِ الْوَاهِم فِی اَبْدَالِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم	۱۳۲۹ھ
۲۰	// // // //	فَتَاویٰ الْحَرَمَیْنِ بِرَجْف نَدْوَةِ الْمَیْن	۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء
۲۱	// // // //	اَلعَطَایَا النَّبُوِیَّة فِی الْفَتَاویٰ الرَّضْوِیَّة	بریلی ومبارک پور ولاہورو ممبئی
۲۲	// // // //	احکامِ شریعت (۳ حصے)	
۲۳	// // // //	عرفانِ شریعت (۳ حصے)	
۲۴	// // // //	حدائقِ بخشش (۲ حصے)	
۲۵	اردو انسائیکلو پیڈیا	فیروزسنز لمیٹڈ	لاہور
۲۶	افتخار اعظمی	ارمغانِ حرم	لکھنؤ
۲۷	امام احمد رضا نمبر	ہفت روزہ ہجوم	نئی دہلی
۲۸	ایوب قادری، پروفیسر	یادگارِ بریلی۔ مطبوعہ کراچی	۱۹۷۰ء
۲۹	بدرالدین احمد، مولانا	سوانحِ اعلیٰ حضرت۔ براؤں شریف ضلع بستی۔ یوپی	
۳۰	پیغاماتِ یومِ رضا	دائرۃ المصنّفین، اردو بازار	لاہور
۳۱	حسین مجیب المصری	صَفْوةُ المدیح	القاہرہ
۳۲	حامد رضا، حُجّۃ الاسلام	الْاِجَازَاتُ الْمَتِیْنَةُ لِعُلَمَاءِ بَکَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ	
۳۳	حازم محمد احمد اَلْمحفُوظ	الْمنظومةُ السَّلامِیَّة	اَلْقَاهِرة۔ مصر
۳۴	حبیب الرحمٰن خاں، شیراونی، نواب	مقالاتِ شیروانی	علی گڑھ

٣٥	رحمٰن علی، مولوی	تذکرۂ علمائے ہند، لکھنؤ۔ کراچی	١٩٤١ء۔١٩٦١ء
٣٦	رشید احمد صدیقی، پروفیسر	گنجہائے گرانمایہ، علی گڑھ، دہلی و لاہور	١٩٤٧ء
٣٧	رشید عبدالرحمٰن اَلعُبیدی	قصیدتانِ رائعتان (تحلیل و تجزیہ)	بغداد
٣٨	سُلیمان ندوی، مولوی	یادِ رفتگاں۔ اعظم گڑھ	
٣٩	شاؔعر لکھنوی	تاریخِ نعت گوئی میں حضرت رضؔا بریلوی کا منصب، مطبوعہ لاہور	١٩٧٧ء
٤٠	شریف الحق امجدی، مفتی	تحقیقات۔ مکتبہ الحبیب	الٰہ آباد
٤١	شمس تبریز، مولوی	نواب، صدر یار جنگ، مکتبہ ندوۃ العلما	لکھنؤ
٤٢	شیر محمد خاں، ملک	مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری	لاہور
٤٣	// // // //	محاسنِ کنز الایمان	لاہور
٤٤	ظفر الدین، مولانا	حیاتِ اعلیٰ حضرت	کراچی، ممبئی
٤٥	عبدالحکیم شرف قادری، مولانا	تذکرۂ اکابرِ اہلِ سنّت، پاکستان	لاہور
٤٦	// // // //	یادِ اعلیٰ حضرت	//
٤٧	// // // //	سوانح سراج الفقہا	//
٤٨	// // // //	مِنْ عَقائدِ اھلِ السُّنَّة	لاہور و ممبئی
٤٩	عبدالحکیم اختر، مولانا	اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام	// ١٩٧١ء
٥٠	عبدالحیّ، رائے بریلوی، حکیم	نُزھۃُ الخواطر، جلدِ ثامن	// لکھنؤ و حیدر آباد
٥١	عبدالحفیظ، حقانی	شمعِ ہدایت	کراچی
٥٢	عبدالکریم قادری، مولانا	مکتوباتِ علما۔ ١٣١٤ھ	// بریلی
٥٣	عبدالرزاق، ملیح آبادی، مولوی	ذکرِ ابوالکلام آزاد	
٥٤	عبدالغفار شکیل، ڈاکٹر	نوادرِ اقبؔال سر سید بک ڈپو	علی گڑھ
٥٥	عبدالنبی کوکب	مقالاتِ یومِ رضا	لاہور
٥٦	عزیز الحسن مجذوب، خواجہ	اشرفُ السوانح، جلد اول	
٥٧	عِماد عبدالسَّلام رَؤف	اللّآلِی الْمُنْتَشرة	بغداد
٥٨	غلام سرور قادری، مولانا	اَلشّاہ احمد رضا	ساہیوال، پنجاب
٥٩	غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر	اُردو شاعری اور تصوف	فکر و نظر، اسلام آباد
٦٠	غلام مصطفیٰ، مولانا	سفرِ نامہ حرمین طیبین (١٩٥٩ء)	راج شاہی، بنگال

۶۱	کوثر نیازی	امام احمد رضا، ایک ہمہ جہت شخصیت	کراچی۔۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء
۶۲	غلام معین الدین نعیمی، مولانا	حیاتِ صدرُ الافاضل	لاہور
۶۳	فرمان فتحپوری، ڈاکٹر	اُردو کی نعتیہ شاعری	لاہور
۶۴	مجیدُ السَّعید	شاعرٌ مِنَ الھِند	بغداد
۶۵	محمد احمد اعظمی، مصباحی	امام احمد رضا کی فقہی بصیرت المجمع الاسلامی۔مبارک پور	۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء
۶۶	محمد اشرفی، کچھوچھوی، سید	خطبۂ صدارت	ناگپور ۱۹۶۶ء
۶۷	مُرید احمد چشتی	خیابانِ رضا	لاہور ۱۹۸۲ء
۶۸	مرتضیٰ حسن، مولوی	اَشدُّ العذاب	دیوبند
۶۹	محمود احمد، قادری، مولانا	تذکرۂ عُلمائے اہلِ سنّت	مظفر پور، بہار
۷۰	// // // //	مکتوباتِ امام احمد رضا	مکتبہ نبویہ، لاہور
۷۱	مسعود احمد، پروفیسر	فاضلِ بریلوی عُلمائے حجاز کی نظر میں	مرکزی مجلسِ رضا لاہور
۷۲	// // // //	فاضلِ بریلوی اور تَرکِ موالات	// // //
۷۳	// // // //	عاشقِ رسول	// // //
۷۴	مصطفیٰ رضا، بریلی، مفتیِ اعظم	الملفوظ	بریلی و ممبئی و میرٹھ
۷۵	مقالاتِ یومِ رضا		لاہور
۷۶	مقبول جہانگیر	اعلیٰ حضرت، فاضلِ بریلوی	لندن
۷۷	نور محمد قادری، سید	اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر	مرکزی مجلسِ رضا، لاہور

ودیگر کتب ورسائل

❍❍❍